فتنوں کے تعاقب میں

راہِ سُنّت

سُنّت و بِدعت کی پہچان

مرتبہ

حافظ عبدالوحید الحنفی

سلسلۂ اشاعت نمبر 70

شائع کردہ: مرحبا اکیڈمی

صل کلمہ اسلام لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہ

یا اللہ

جو چاہا یار

فتنوں کے تعاقب میں

راہِ سُنّت

سُنّت و بدعت کی پہچان

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید

مرتبہ

حافظ عبدالوحید الحنفی

چکوال

سلسلہ اشاعت نمبر 70

شائع کردہ: مرحبا اکیڈمی

☆☆☆☆

نام کتاب: راہِ سُنّت—سُنّت وبِدعت کی پہچان

سلسلہ اشاعت: 70 بار اوّل

مؤلف: حافظ عبدالوحید الحنفیؔ آوڈھروال (چکوال) 0302-5104304

صفحات: 448

قیمت: 250 روپے

ٹائٹل: ظفر محمود ملک 0334-8706701

کمپوزنگ: **النور** مینجمنٹ چکوال

طباعت: 22 ذی الحجہ 1419ھ مطابق 9 اپریل 1999ء بروز جمعۃ المبارک

ناشر: مکتبہ حنفیہ اردو بازار لاہور 0343-4955890

ویب سائیٹ: www.alhanfi.com

حافظ عبدالوحید الحنفی

ملنے کے پتے:

کشمیر بک ڈپو — تلہ گنگ روڈ چکوال 0543-551148

مکتبہ انوار القرآن — نزد دارالعلوم حنفیہ چکوال 0321-5974344

مکتبہ رشیدیہ — بلدیہ مارکیٹ چھپڑ بازار چکوال 0543-553200

اسلامی کتب خانہ — بنوری ٹاؤن کراچی نمبر 5

اعوان بک ڈپو — بھون روڈ چکوال 0543-553546

کتب خانہ مجیدیہ — بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

مکتبہ عثمانیہ — بالمقابل دار لعلوم کراچی نمبر 14

☆☆☆☆

فہرست عنوانات

اصلاحی مکاتیب 9
مکتوب 1 عبدالوحید الحنفی بنام مولانا محمد الیاس گھمن صاحب 9
جوابی مکتوب مولانا الیاس گھمن بنام عبدالوحید الحنفیؔ 13
جوابی مکتوب 2 عبدالوحید الحنفیؔ بنام مولانا الیاس گھمن صاحب 15
مسلک اہلِ سُنّت کے خلاف جسارتیں 28
مکتوب عبدالوحید الحنفی بنام مولانا حفیظ اللہ صاحب 28
قرآن آپ سے کیا کہتا ہے 28
اسلام کے معنی 29
دین کا لغوی معنیٰ 29
قرآن میں حضور ﷺ کی مخالفت اور صحابہ ؓ کو چھوڑنے کا انجام 32
سنت رسول اللہ ﷺ و سنتِ خلفائے راشدین ؓ 33
جو صحابہ ؓ کی طرح ایمان لائیں، ہدایت پر ہوں گے 34
حضور ﷺ کے صحابہ ؓ کے پیرو اہل السنت و الجماعت ہیں 35
مجالس ذکر اللہ کے خلاف سازشیں کتاب اور تحقیق جائزہ 36
قضیہ کا پس منظر 41
تقریظ مفتی جمیل الرحمٰن صاحب 53
حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب سومرو کی تقریظ 57
مقام تأسّف 59
مولانا حفیظ اللہ کا قول 62
جوابی مکتوب مولانا حفیظ اللہ صاحب بنام عبدالوحید الحنفیؔ 70
مکتوب ۱ بنام مولانا سعید یوسف صاحب پلندری 71
مکتوب ۲ بنام مولانا محمد سعید یوسف صاحب .. 73
(۳) راقم الحروف کا جوابی مکتوب بنام مولانا نثار احمد صاحب 85
ذکر جہر کا مقصد 87
خلاصہ 90
(۲) اکابر اہل سنت 95
حاصل 96
(۳) آپ کے غلط استدلال کیا ہیں 99
بعض صوفیاء کے مجالس ذکر قائم کرنے کی بحث 101
علماء وصوفیاء میں کس کا قول راجح ہے؟ ... 112
خاتمہ کلام 123
مجالس ذکر بالجہر کی شرعی حیثیت 125
اثر حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ اور مجالس ذکر 129
اس روایت کا صحیح اور مستند ہونا 130
ذکر بالجہر کی شرعی حیثیت 131
اجتماعی ذکر جہر کی مروجہ مجلسوں کا شرعی حکم 131
الجواب ومنہ الصّدق والصّواب 134
(۱) قولی و فعلی ذکر اللہ کا مسنون طریقہ ... 134
(۲) صحابہ کرام ؓ اور اہل السنت و الجماعت کا طریقۂ ذکر 135
(۵) صحابہ کرام ؓ کس طرح ذکر کیا کرتے تھے 137

(۶)ذکر جہر کو بھی بدعت جان کر اس سے منع کیا ہے 139
(۷)مروجہ اجتماعی ذکر کے مکروہ و ممنوع ہونے کا ثبوت 140
حضرت ابو موسیٰ اشعری و ابنِ مسعود رضی اللہ عنہما کی روایات سے ثبوت 142
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے چند باتیں معلوم ہوئیں: 151
فقہائے کرام واکابرِ امت سے ثبوت 186
حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی وصیت 187
علامہ شاطبی رحمہ اللہ کا حوالہ 188
مکتوب بنام حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب ہزاروی 191
مولانا احمد رضا خان بریلوی کون تھے؟ 194
احمد رضا خان صاحب کا اہل سنت کے مخالف عقائد 194
(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر ناظر ماننے کا عقیدہ 194
مولانا رضا خان کا اہل سنت کے مخالف دوسرا عقیدہ 195
مولانا احمد رضا خان کا اہل سنت کے خلاف تیسرا عقیدہ 197
اہل سنت کون ہیں؟ 200
محمد بن علوی مالکی بریلوی کے افکار و نظریات 203
محمد بن علوی مکی مالکی بریلوی کے مشرکانہ عقائد 204
حیات برزخیہ، مکی مالکی کا عقیدہ 208
محمد بن علوی مکی مالکی کٹر بریلوی ہیں 210
مکتوب 1 راقم الحروف بنام مولانا حکیم مسعود الرحمٰن صاحب ٹیکسلا 213
اشکالات اور ان کی وضاحتیں 216
اہم امور 219
تبصرہ 220
سوال 221
تبصرہ 223
(۱)سوال 224
(۱)جواب 224
(۲)سوال 225
(۲)جواب 225
حقیقت حال 225
صوفی محمد اقبال صاحب رحمہ اللہ کی وصیت 226
تبصرہ 227
تبصرہ 230
آخری گذارش 231
جوابی مکتوب مولانا حکیم مسعود الرحمٰن صاحب بنام راقم الحروف 233
جوابی مکتوب بنام مولانا حکیم مسعود الرحمٰن صاحب۔ مکتوب ۲ 241
(۵)صراطِ مستقیم پر چلنے کی دعا اور صراطِ مستقیم کی نشاندہی 243
جن لوگوں پر انعام کیا گیا 243
انعام یافتہ لوگ 244
صراطِ مستقیم 245
تفسیر 245
حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم 247
گمراہ فرقے اور لوگ 247
گمراہ لوگ جو جماعت صحابہ سے کٹ گئے 248
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ارشاد کہ اہل السنت و الجماعت کون ہیں 249
مختلف فرقوں کا بننا بطور آزمائش ہوتا ہے 250
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی گشتی چٹھی 251

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دور میں فرقہ بندی 254
اہلِ سنت کے معنی 254
حاصل کلام 255
الجماعت سے مراد 255
اہلِ بدعت کا فتنہ 257
حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا اہلِ بدعت سے مکالمہ 257
فائدہ 261
نتیجہ 263
حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی نصیحت .. 263
فائدہ 264
قولِ فیصل 265
اہل السنت والجماعت 265
حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا مقام 266
حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی وصیت 268
حکیم الامت مجدد ملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی نصیحت 270
حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کی نصیحت . 270
حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ کی نصیحت 271
حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی رحمہ اللہ کی نصیحت 271
حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ کی نصیحت 272
مولانا قاضی مظہر حسین صاحب خلیفہ حضرت مدنی کی نصیحت 273
حضرت علامہ سرفراز خان صاحب صفدر کی نصیحت 275
صوفی محمد اقبال صاحب رحمہ اللہ کی وصیت و نصیحت 276
آپ کے سوالات اور ان کا حل 277
حضرت صوفی محمد اقبال صاحب رحمہ اللہ کی نصیحت 279
سنت رسول ﷺ کی اہمیت 281
حضور ﷺ کی نصیحت 282
حضرت مولانا محمد زکریا صاحب محدث سہارنپوری رحمہ اللہ کی نصیحت 284
حضرت صوفی محمد اقبال صاحب رحمہ اللہ کی دوسری نصیحت 286
تبدیلی کی مثال 289
حضرت صوفی محمد اقبال صاحب کی تیسری نصیحت 289
مختلف شعبوں میں کام کرنے والی جماعتوں کی تداعی کی نوعیت 292
تداعی کرنے کی ممانعت کی وجہ 294
حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے ذکر کی تاکید کا مطلب 295
مولانا تقی عثمانی صاحب کی نصیحت 296
آواز ملا کر ذکر جہر نہیں ہوتا تھا 297
کیا ذکر بالجہر کو بدعت کہنا اختلافِ ذوق و مشرب کی وجہ سے ہے؟ 298
حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کا ذکرِ جہر سے روکنا 299
قیامت کے دن سنی نسبت کام آئے گی ... 300
ذکرِ جہر کو بھی بدعت جان کر اس سے منع کیا ہے 301
حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ شیخ احمد سرہندی کی نصیحت 303
خام صوفیوں کا پیروی کے عمل کا بہانہ 304
حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی فقہ کی شان اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام 304

حضرت امام مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کی نصیحت 305
جوابی مکتوب ۲۔ مولانا حکیم مسعود الرحمٰن صاحب بنام راقم الحروف 309
آخری مکتوب راقم الحروف بنام مولانا مسعود الرحمٰن صاحب مدظلہ 310
فقہ حنفی حدیث نبوی ﷺ کے مطابق ہے 311
امام ابو حنیفہ ؒ جو مسلمانانِ اہل سنت کے امام ہیں 312
امام ابو حنیفہ ؒ کی حضرت خواجہ باقی باللہ ؒ کو خواب میں نصیحت 313
اجتماعی ذکر کرنا دیوبندیت نہیں، بدعت ہے 316
مولانا حفیظ اللہ صاحب کے نام مکتوب ۲ ... 319
مولانا حفیظ اللہ صاحب کے نام مکتوب نمبر ۳ 321
(۴) تبصرہ بر کتاب 323
(۵) حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب ؒ کی نصیحت کا حاصل 325
(۶) ذکر اللہ کے خلاف سازش کا ثبوت نہیں ملا 325
(۷) ضروری تصحیح 327
(۸) اشتہارات عرس کی حقیقت 328
رحمت للعالمین کانفرنس کا عنوان 330
(۱۰) سنی کانفرنس بھیں 332
(۱۱) دوستوں سے گزارش 333
(۱۲) صورتِ حال 334
(۱۳) جہالت کی مثال 336
مجلس ذکر کی نوعیت 338
حضرت قاضی صاحب اور جہلمی کا روحانی مقام 339

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب ؒ کا روحانی مقام 340
حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کا گرامی نامہ 341
حضرت مدنی ؒ کی طرف سے اجازت بیعت و خلافت 342
قرب و حضور و تکمیلِ سلوک 343
حضرت شیخ الادب مولانا اعزاز علی ؒ کے نزدیک مقام 344
حضرت مدنی کی بیعت اور بغیر جہر کے ذکر کی تعلیم 344
آپ نے قلب کی ایسی اصلاح کی 345
مولانا سید محمد امین شاہ صاحب ؒ کا ارشاد 346
حضرت قاضی صاحب کا روحانی مقام 347
(۲) حضرت مدنی ؒ کا روحانی مقام۔ ۲۳ ذیقعدہ ۱۳۹۷ھ 348
(۳) مبشرات فیوضات حرمین شریفین۔ ۲۴ ذیقعدہ ۱۳۹۷ھ 349
(۴) بابِ مدنی کھول دیا گیا۔ ۲۴ ذیقعدہ ۱۳۹۷ھ 349
(۵) ولایتِ کبریٰ کا حصول حجِ ثانی ۲۶ ذیقعدہ ۱۳۹۹ھ 349
نسبتِ نبوی تمام نسبتوں کی جامع ہے 350
آنحضرت ﷺ اور حضرت ابو بکر ؓ و عمر ؓ کی زیارت 351
رسول اللہ ﷺ کے سینہ سے فیض کا نور پانا 352
غصہ پر قابو پانے کی کوشش کریں یہی اصلاحِ نفس ہے 353
(۲) ذکر اللہ روح کی غذا ہے 354
ذکر اسم ذات بڑھانے کی کوشش کریں .. 355
اسم ذات کی کثرت رکھیں 356

عبدالوحید الحنفی

بشرط ذکر وریاضت مدنی سلسلہ سے مقدر حصہ ملے گا 356
ذکر روح کی غذا ہے 357
تسامع کی مثال 359
دوسری تصحیح 360
تصوف وسلوک 361
وصیت 364
مکتوب ا (نقل) بنام مولانا سعید یوسف صاحب پلندری 365
کتمانِ حق کی مثال 367
کتمان حق کی دوسری مثال 368
دوسرے ایڈیشن کی مزید غلطیاں 371
اہل سنّت والجماعت کون ہیں؟ 376
مکتوب راقم الحروف بنام مولانا حبیب الرحمٰن صاحب سومرو 377
علامہ عبدالرحیم و حسانی کے پیر کا نظریہ مماتیت 378
جوابی مکتوب مولانا حبیب الرحمٰن صاحب سومرو بنام راقم الحروف 379
مکتوب راقم الحروف بنام حضرت مولانا محمد الیاس گھمن صاحب 382
مکتوب راقم الحروف بنام مولانا محمد الیاس گھمن 383
مکتوب راقم الحروف بنام حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب ہزاروی راولپنڈی 385
مکتوبِ راقم الحروف بنام مولانا محمد معاویہ امجد صاحب 386
مکتوب راقم الحروف بنام مولانا عزیز الرحمٰن صاحب ہزاروی 389
مجالس ذکر میں بدعتی صورت پیدا نہ ہو ... 401
تداعی کے ساتھ جماعتی ذکر بالجہر 402
چند شبہات کا ازالہ 402
قرآن مجید کی تلاوت و تدریس کے لیے جمع ہونا 402
فرشتوں کا اہلِ ذکر کو تلاش کرنا 414
اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والوں پر فخر فرمانا... 419
بندہ کے مجمع میں ذکر کرنے سے اللہ تعالیٰ کا فرشتوں میں ذکر فرمانا 424
تداعی کے ساتھ جماعتی ذکر (چند شبہات کا ازالہ) 428
ذکر جہر کو بھی بدعت جان کر منع کیا ہے .. 440
صوفیہ کا عمل حل و حرمت میں سند نہیں .. 442

☆☆☆☆

خُدّامِ اہلِ سُنّت کی دُعا

از قلم حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحبؒ بانی تحریک خدام اہل سنت والجماعت (پاکستان)

(۲ محرم الحرام ۱۳۹۳ھ...... 6 فروری 1973ء)

خدایا اہل سنت کو جہاں میں کامرانی دے ۔۔۔ خلوص و صبر و ہمت اور دیں کی حکمرانی دے

تیرے قرآن کی عظمت سے پھر سینوں کو گرمائیں ۔۔۔ رسولؐ اللہ کی سنت کا ہر سو نور پھیلائیں

وہ منوائیں نبیؐ کے چار یاروںؓ کی صداقت کو ۔۔۔ ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و حیدرؓ کی خلافت کو

صحابہؓ اور اہل بیتؓ سب کی شان سمجھائیں ۔۔۔ وہ ازواجؓ نبی پاکؐ کی ہر شان منوائیں

حسنؓ کی اور حسینؓ کی پیروی بھی کر عطا ہم کو ۔۔۔ تو اپنے اولیاء کی بھی محبت دے خدا ہم کو

صحابہؓ نے کیا تھا پرچم اسلام کو بالا ۔۔۔ انہوں نے کر دیا تھا روم و ایراں کو تہ و بالا

تیری نصرت سے پھر ہم پرچم اسلام لہرائیں ۔۔۔ کسی میدان میں بھی دشمنوں سے ہم نہ گھبرائیں

تیرے "کُن" کے اشارے سے ہو پاکستان کو حاصل ۔۔۔ عروج و فتح و شوکت اور دیں کا غلبہ کامل

ہو آئینی تحفظ ملک میں ختم نبوت کو ۔۔۔ مٹا دیں ہم تیری نصرت سے انگریزی نبوت کو

تو سب خدام کو توفیق دے اپنی عبادت کی ۔۔۔ رسول پاکؐ کی عظمت، محبت اور اطاعت کی

ہماری زندگی تیری رضا میں صرف ہو جائے ۔۔۔ تیری راہ میں ہر ایک سنی مسلمان وقف ہو جائے

تیری توفیق سے ہم اہل سنت کے رہیں خادم ۔۔۔ ہمیشہ دین حق پر تیری رحمت سے رہیں قائم

نہیں مایوس تیری رحمت سے مظہر ناداں
تیری نصرت ہو دنیا میں قیامت میں تیری رضواں

_ الحمد للہ! تمام مسلمانوں کا یہ متفقہ مطالبہ منظور ہو چکا ہے اور آئین پاکستان میں قادیانی اور لاہوری مرزائیوں کے دونوں گروہوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا ہے۔

اصلاحی مکاتیب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدَانَا اِلٰی طَرِیْقِ اَھْلِ السُّنَّۃِ وَالْجَمَاعَۃِ بِفَضْلِہِ الْعَظِیْم
وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ الَّذِیْ کَانَ عَلٰی خُلُقٍ عَظِیْم
وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَخُلَفَاءِہِ الرَّاشِدِیْنَ الدَّاعِیْنَ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْم

مکتوب 1 عبدالوحید الحنفی بنام مولانا محمد الیاس گھمن صاحب

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

از چکوال
۱۳ شعبان ۱۴۳۹ھ
۳۰ اپریل ۲۰۱۸ء بروز پیر

بخدمت جناب حضرت مولانا محمد الیاس گھمن صاحب مدظلہ‘

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ‘

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی بخشش فرمائیں اور اپنی رضا کے مطابق یہ فانی زندگی شریعت و سنت کے مطابق گزارنے کی توفیق نصیب کریں۔ اور موت سے پہلے پہلے اگر کوئی عمل شرک و بدعت کا ہم سے ہو جائے تو خالص پکی توبہ کرنے کی سعادت نصیب کریں اور ساری زندگی شریعت اور سنت کے مطابق گزارنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

بندہ نے خانقاہ حنفیہ کے شب و روز اپنے سفر نامہ سندھ و پنجاب میں تحریر کیے ہیں۔ سفر نامہ کی ایک کاپی فوٹو اسٹیٹ ارسالِ خدمت ہے۔

یہ عریضہ آپ کو صرف ایک پیر بھائی ہونے کی نسبت سے اس وقت ارسال کرنے کا اچانک دل میں خیال آیا۔ الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ نے بندہ کو اور آپ کو حضرت اقدس مولانا سید محمد امین شاہ صاحب مخدوم پوری رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت اور بیعت کی سعادت نصیب کی ہے۔ اس لیے عرض ہے کہ خانقاہ حنیفہ میں مروّجہ مجالس ذکر بالجہر جو کہ حضرت مولانا عبد الحفیظ مکی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی صاحب مدظلہ کی پیروی میں جو آپ منعقد کراتے ہیں۔ یہ طریقہ کچھ تبدیل کر کے مکمل سنّت کے مطابق کر دیا جائے تو ان شاء اللہ عند اللہ مقبول ہو گا۔ کیوں کہ خانقاہِ حنفیہ میں مکمل امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید میں کام کی اشد ضرورت ہے۔ جس طرح اپنے دور میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اُس دور کی رائج ہر بدعت کو ایک ایک کر کے مٹایا اور سنت کا طریقہ رائج کیا۔ اور یہ تجدیدی کام آج تک اُن کی پیروی میں علمائے حق اور مشائخ احناف کر رہے ہیں۔

آج بھی سخت ضرورت ہے کہ خانقاہ حنفیہ میں مکمل ضابطہ فقہ حنفی کی روشنی میں نافذ کیا جائے اور

فعلِ مشائخ حُجّت نیست

کے قول کو مد نظر رکھا جائے۔

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ (المولود ۹۷۱ھ المتوفیٰ ۲۰ صفر ۱۰۳۴ھ) آج سے چار صدی قبل اپنے مکتوبات میں ایک واقعہ ہماری راہنمائی کے لیے لکھ گئے ہیں کہ:

"میں نے حضرت خواجہ باقی اللہ رحمہ اللہ سے سُنا ہے کہ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی قدس سرہٗ علمائے بخارا کو جمع کر کے حضرت امیر کلال قدس سرہٗ کی خانقاہ میں لے گئے تا کہ اُن کو ذکر جہر سے منع کریں۔

علماء نے حضرت امیر کلال رحمہ اللہ کی خدمت میں عرض کیا کہ:

"ذکر جہر بدعت ہے، نہ کیا کریں"

امیر کلال قدس سرہٗ نے جواب میں فرمایا کہ "بہت اچھا، نہ کریں گے"

جب اس طریقہ کے بزرگوار ذکر جہر سے منع کرنے میں اس قدر مبالغہ کرتے ہیں تو پھر سماع ورقص اور وجد کا کیا ذکر؟

وہ احوال و مواجید جو غیر شرع اسباب پر مرتب ہوں، فقیر کے نزدیک استدراج کی قسم سے ہیں۔"[1]

اس قسم کا ایک عریضہ دو سال قبل ۷ جمادی الثانیہ ۱۴۳۷ھ مطابق ۱۶ مارچ ۲۰۱۶ء کو بندہ نے حضرت مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی صاحب مدظلہ کی خدمت میں بھی بھیجا تھا۔ لیکن حضرت ہزاروی صاحب مدظلہ نے جواب تو نہیں دیا لیکن مجھے امید یہی ہے کہ وفات سے پہلے پہلے وہ

---

[1] مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی ج ۱، مکتوب ۲۶۶۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

ان شاء اللہ یہی فرمائیں گے کہ حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کے مطابق ذکر بالجہر تداعی کے ساتھ واقعی ٹھیک نہیں ہے۔ اس سے احتیاط کرنی چاہیے اور سالکین کو یہ تاکید کریں گے کہ ذکر اللہ روح کی غذا ہے لیکن دل میں انفرادی طور پر کریں۔ اگرچہ بیٹھنے کی جگہ اکٹھی بھی ہو، لیکن ذکر انفرادی صورت میں ہو اور بالجہر نہ ہو اور اہلِ بدعت سے مشابہت بھی نہ ہو۔

ہم امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد ہیں، اُن کی تقلید میں بھی خانقاہ حنفیہ میں امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید میں تعلیم دی جائے تو مفید ہے۔ اور ان شاء اللہ عند اللہ مقبول ہے۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شاگرد امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو وصیت کی:

وَلَاتحضر المَجَالِسَ الذِّکُر۔

اور تم مجالس ذکر میں حاضر مت ہونا۔[1]

ظاہر ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ وصیت اسی قسم کی مجالس ذکر کے متعلق فرمائی ہے۔

الحمدللہ ہم سُنّی حنفی ہیں۔ ہمارے لیے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

---

[1] وصایا امام اعظم ابو حنیفہ بنام امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ ص ۴۴۔ مترجم مولانا عاشق الٰہی صاحب بلند شہری۔ مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی

خادم اہلسنّت عبدالوحید الحنفی

کی وصیت اور نصیحت پر عمل کرنے سے ان شاء اللہ دینا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو گی۔ امید ہے کہ اِس تجویز سے آپ اتفاق کریں گے۔ والسلام

خادمِ اہل سنت عبد الوحید الحنفی
مدنی جامع مسجد چکوال
۱۳ شعبان المعظم ۱۴۳۹ھ ۳۰ اپریل ۲۰۱۸ء بروز پیر ۱۱ بجے دن

جوابی مکتوب مولانا الیاس گھمن بنام عبد الوحید الحنفی

تاریخ 05-09-2018

محترم و مکرم جناب حافظ عبد الوحید الحنفی صاحب

السلامُ علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آپ کا تحریر کردہ "مکتوب حنفی بنام مولانا محمد الیاس گھمن" کسی رسالے میں چھپا ہے اور مجھے ایک ساتھی نے وٹس ایپ پہ بھجوایا ہے۔ اس مکتوب کے حوالے سے میری آپ سے چند گزارشات ہیں:

۱: میرا آپ سے دوستانہ تعلق ہے اور اچھی بے تکلفی ہے۔ آپ میرے ہاں خانقاہ حنفیہ مرکز اہلِ السنۃ والجماعۃ سرگودھا تشریف لائے تھے اور رات قیام بھی کیا تھا۔ اگر آپ کو مجالس ذکر پر اشکال تھا تو اس بالمشافہ ملاقات ہی میں فرمادیتے تاکہ بیٹھ کر اس موضوع پر بات ہو جاتی لیکن آپ نے اس وقت اس موضوع کو بالکل نہ چھیڑا۔

۲: آج کل موبائل فون کی سہولت موجود ہے، میرا نمبر آپ کے پاس موجود ہے۔ آپ فون کر کے مجھ سے اس موضوع پر استفسار فرما لیتے لیکن آپ نے فون بھی نہ کیا۔

۳: خط و کتابت کا سلسلہ بھی موجود ہے آپ مجھے خط لکھ کر اس مسئلہ کی بابت وضاحت طلب فرما لیتے۔ میں اس کا جواب عرض کرتا۔ اگر آپ اس سے مطمئن ہو جاتے تو فبہا ورنہ دونوں خطوط شائع کرنے کا آپ کو حق تھا۔ جو مسئلہ جس شخص سے متعلق ہو اس سے وضاحت طلب کیے بغیر یوں رسالوں میں مکتوب شائع کرنا مسائل کا حل نہیں بلکہ غلط فہمیاں پیدا کرنے کا سبب ہوتا ہے۔

میں اپنی ذات سے ہٹ کر آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ کسی بھی شخص کا معاملہ ہو تو پہلے اس سے بالمشافہ ملیں یا فون کریں یا خط لکھ کر اس کی رائے معلوم کریں۔ اگر اس کی رائے سے اتفاق نہ ہو تو رسالوں میں مضامین شائع کرنا زیبا ہوتا ہے لیکن رائے معلوم کیے بغیر ہی اس قسم کا اقدام جہاں امانت و دیانت کے خلاف ہے وہاں باہمی منافرت اور جگ ہنسائی کا بھی سبب بنتا ہے۔

مزید عرض ہے کہ مجالس ذکر اللہ کے موضوع پر ان تین کتب کا مطالعہ فرمالیجیے، ان شاء اللہ اشکالات حل ہو جائیں گے:

(۱) مساجد میں مجالس ذکر جہری کا استحباب۔۔۔۔ از حضرت مولانا عبدالحفیظ المکی رحمۃ اللہ علیہ

خادم اہلسنت عبدالوحید

(۲)ذکر بالجہر کا شرعی حکم۔۔از مولانا نثار احمد الحسینی مدظلہ

(۳)مجالس ذکر اللہ کے خلاف سازشیں۔۔از مولانا حفیظ اللہ مدظلہ

والسلام محتاجِ دعا

محمد الیاس گھمن

جوابی مکتوب 2 عبدالوحید الحنفی بنام مولانا الیاس گھمن صاحب

تاریخ: ۲۷ ذی الحجہ ۱۴۳۹ھ

بروز ہفتہ ۸ ستمبر ۲۰۱۸ء

محترم ومکرم اخوانم حضرت مولانا محمد الیاس گھمن صاحب سلمہٗ

السلامُ علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔ الحمدللہ بندہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بخیریت ہے۔ دین کی نسبت سے اڈیالہ سنٹرل جیل راولپنڈی میں اکٹھا وقت گزارا، اس لئے محبت بھی ہے۔ آپ کا مکتوب محررہ ۵ ستمبر ۲۰۱۸ء بندہ کو ۷ ستمبر ۲۰۱۸ء کو ملا۔

پڑھنے کے بعد ضروری سمجھا کہ مکتوب حنفی بنام مولانا محمد الیاس گھمن کی اشاعت کے بارے میں وضاحت کر دوں۔

اصل صورتِ حال یہ ہے کہ آپ کی ملاقات کے بعد بندہ نے "سفر نامہ سندھ وپنجاب" لکھا جس میں آپ کی خانقاہ اور مرکز اہل السنت والجماعت کے دورہ کی بھی تفصیل سے روئیداد لکھی۔

یہ روئیداد بندہ نے۔۔۔۔ ۱۳ شعبان ۱۴۳۹ھ مطابق ۳۰ اپریل

۲۰۱۸ء بروز پیر آپ کو ارسال کر دی اور ساتھ ایک مکتوب آپ کے نام لکھا تھا جو کہ روئیداد سفر نامہ کے ساتھ ہی ارسال کر دیا تھا۔

میرے خیال میں تھا کہ آپ نے وہ مکتوب اور سفر نامہ پڑھ لیا ہو گا۔ اور چونکہ چار ماہ سے کوئی آپ کی جانب سے جواب نہ آیا۔ ماہنامہ صفدر کے پتہ پر بھی اور چند دوسرے بزرگوں کو بھی اس مکتوب اور سفر نامہ کی روئیداد قلمی کی نقل بھیج دی، جس میں سے آپ کے نام جو مکتوب جو تھا وہ انہوں نے "مکتوب حنفی" کے عنوان سے شائع کر دیا اور ممکن ہے کہ وہ اس کے بعد "سفر نامہ" کی اشاعت بھی مناسب سمجھتے ہوئے کسی پرچہ میں شائع کر دیں۔ واللہ اعلم۔ آپ کے اس مکتوب سے تو بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ بندہ کا خط اور سفر نامہ آپ اب تک مطالعہ نہیں کر سکے۔

اگر وہ خط آپ کو چار ماہ قبل نہیں ملا تھا تو بندہ آپ کو اس کی کاپی دوبارہ بھیج دے گا۔۔۔۔ آپ کے مکتوب میں تین شقیں درج ہیں سفر نامہ میں اس کی وضاحت بھی تقریباً کر دی تھی۔

آپ نے لکھا کہ: اس مکتوب کے حوالے سے میری آپ سے چند گزارشات ہیں:

(۱) میرا آپ سے دوستانہ تعلق ہے اور اچھی بے تکلفی ہے۔ آپ میرے ہاں خانقاہ حنفیہ مرکز اہلِ السنۃ و الجماعۃ سرگودھا تشریف لائے تھے اور رات قیام بھی کیا تھا۔ اگر آپ کو مجالس ذکر پر اشکال تھا تو اس بالمشافہ ملاقات ہی میں فرما دیتے تاکہ بیٹھ کر اس موضوع پر بات ہو جاتی

لیکن آپ نے اس وقت اس موضوع کو بالکل نہ چھیڑا۔[1]

الجواب: جب بندہ آپ کے پاس پہنچا عشاء کا وقت تھا آپ مہمانوں میں مصروف تھے بندہ کے ساتھ آپ نے ایک شاگرد کو بھیجا کہ مرکز کے مختلف شعبے دکھاؤ اور پھر مہمان خانہ میں آرام کے لیے لے جاؤ۔ اس طرح دورہ مرکز کا کیا۔ اور رات کو تبادلہ خیال کا موقع ہی نہ مل سکا۔ نماز فجر کے بعد ملاقات میں آپ نے بتایا کہ انہوں نے لاہور کے سفر پر جلدی روانہ ہونا تھا لیکن بندہ کی وجہ سے تاخیر ہوگئی۔ اس طرح بندہ نے جو گفتگو کی وہ بندہ نے اپنے "سفر نامہ" میں تحریر کر کے آپ کو ارسال کر دی تھی۔ اس صورت حال میں یہ طویل موضوع چھیڑنا مناسب نہیں تھا۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

(۲) آپ نے اپنے مکتوب میں لکھا ہے کہ:

"آج کل موبائل فون کی سہولت موجود ہے، میرا نمبر آپ کے پاس موجود ہے۔ آپ فون کر کے مجھ سے اس موضوع پر استفسار فرما لیتے لیکن آپ نے فون بھی نہ کیا" (مکتوب گھمن ص ا بنام عبدالوحید الحنفی)

الجواب: فون نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ فون پر پوری طرح بات سمجھنی اور سمجھانی بعض دفعہ اور غلط فہمیاں پیدا کر دیتی ہے اور اعتماد کو ٹھیس پہنچتی ہے کیونکہ فون پر تو مختصر بات ہو سکتی ہے مثلاً میں یوں کہتا کہ: "مجالس ذکر میں تداعی کے ساتھ ذکر بالجہر نہ کرائیں یہ بدعت ہے"

---

[1] مکتوب گھمن ص ا محررہ ۵ ستمبر ۲۰۱۸ء بنام عبدالوحید الحنفی

خانقاہ حنفیہ میں مکمل ضابطہ فقہ حنفی کی روشنی میں نافذ کیا جائے۔ اور

ے فعل مشائخ، حجت نیست

کے قول کو مد نظر رکھا جائے۔

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ (المولود ۹۷۱ھ المتوفی ۲۰ صفر ۱۰۳۴ھ) آج سے چار سو سال پہلے اپنے مکتوبات میں ایک واقعہ ہماری راہنمائی کے لئے لکھ گئے ہیں:

"میں نے حضرت خواجہ باقی باللہ رحمہ اللہ سے سُنا ہے کہ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہٗ علمائے بخارا کو جمع کر کے حضرت امیر کلال رحمہ اللہ کی خانقاہ میں لے گئے، تاکہ ان کو ذکر جہر سے منع کریں۔

علماء نے حضرت امیر کلال رحمہ اللہ کی خدمت میں عرض کیا کہ:

"ذکر جہر بدعت ہے نہ کیا کریں"

امیر کلال رحمہ اللہ نے جواب دیا کہ: "بہت اچھا، نہ کریں گے"

یہی جملہ میں آپ سے عرض کرتا اور آپ جواب میں فرماتے:

"بہت اچھا، نہیں کریں گے۔"

تو معاملہ فون پر ہی حل ہو جاتا۔ لیکن اگر آپ تفصیل میں جواز پر دلائل دیتے اور جواباً بندہ بھی دلائل شروع کر دیتا تو بجائے نفع کے یہ فون کی بحث کئی اور غلط فہمیاں پیدا کر دیتی۔

اس لئے بندہ نے فون کے بجائے مکتوب کی صورت میں یہ درخواست آپ کو بھجوادی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق دیں کہ آپ یہ

درخواست منظور کر کے جواب میں یہ تحریر فرمائیں کہ: "بہت اچھا آئندہ نہ کریں گے" پھر خط کا فائدہ ہو گا۔

(۳) آپ لکھتے ہیں:

خط و کتابت کا سلسلہ بھی موجود ہے آپ مجھے خط لکھ کر اس مسئلہ کی بابت وضاحت طلب فرمالیتے۔ میں اس کا جواب عرض کرتا۔ اگر آپ اس سے مطمئن ہو جاتے تو فبہا ورنہ دونوں خطوط شائع کرنے کا آپ کو حق تھا۔[1]

الجواب آپ کی اس تیسری پیشکش کے مطابق ہی بندہ نے آپ کو اپنا عریضہ ۱۳ شعبان ۱۴۳۹ھ مطابق ۳۰/ اپریل ۲۰۱۸ء کو ارسال کیا تھا۔ لیکن اب چار ماہ بعد ماہنامہ مجلہ صفدر میں "مکتوب حنفی" شائع ہونے پر آپ کا مکتوب محررہ ۵ ستمبر ۲۰۱۸ء مطابق ۲۴ ذی الحجہ ۱۴۳۹ھ بندہ کو ملا ہے۔ اس لیے "مکتوب حنفی" کا پس منظر پیش کر دیا ہے، جس کی تفصیل بندہ نے "سفر نامہ سندھ و پنجاب" میں تفصیل سے تحریر کی تھی۔ شاید آپ اس کا مطالعہ نہ کر سکے یا وہ آپ کو مل نہ سکا۔ بندہ کے پاس سفر نامہ کی کاپی موجود ہے وہ مکتوب اگر نہ ملا ہو تو اس کی ایک کاپی بھی دوبارہ ارسال کر دوں گا۔ جس میں بندہ نے اس مسئلہ کے بارے کچھ تجاویز بھی تحریر کی ہیں۔

(۴) آگے آپ لکھتے ہیں کہ:

---

[1] مکتوب گھمن ص ۱ محررہ ۵ ستمبر ۲۰۱۸ء بطابق ۱۵ ذی الحجہ ۱۴۳۸ھ بنام عبد الوحید الحنفی چکوال

"جو مسئلہ جس شخص سے متعلق ہو اس سے وضاحت طلب کیے بغیر یوں رسالوں میں مکتوب شائع کرنا مسائل کا حل نہیں بلکہ غلط فہمیاں پیدا کرنے کا سبب ہوتا ہے" (مکتوب گھمن ص ا بنام عبدالوحید حنفی)

الجواب آپ کی نصیحت درست ہے۔ اختلافِ رائے میں دونوں طرف سے وضاحت طلب کرنے میں اصل حقیقت کھُل جاتی ہے۔ بعض اپنے عقیدہ اور نظریہ کی تحقیق کو اپنی ذات تک محدود کرتے ہیں۔ مثلاً مودودی، مماتی، یزیدی، خارجی، رافضی۔ یہ اپنے نظریات کا بانی اپنے قائد کو سمجھتے ہیں۔ اور پھر اصل عقیدہ اور نظریہ اور نقطۂ نظر واضح ہو جانے کے بعد تائید یا تردید مناسب ہوتی ہے اور بانی نظریہ کو اُس کی تقلید کرنے والے مل جاتے ہیں، اس لیے وہ غیر مقلد بن جاتا ہے۔ بندہ نے دورِ طالب علمی میں وضاحت طلب کرنے کے لیے ابو الاعلیٰ مودودی صاحب سے ۱۹۶۸ء میں خط و کتابت شروع کی تھی جو مسلسل دس سال جاری رہی۔ وہ اپنا نقطۂ نظر پیش کرتے، بندہ اُن کے سامنے شرعی نقطہ نظر اکابر علمائے دیوبند کی تحریرات کے حوالوں سے پیش کرتا۔ آخر انہوں نے بندہ کو اپنے سیکرٹری ملک غلام علی صاحب کے قلم سے لکھوایا کہ:

"ہماری طرف سے آپ کو یہ آخری جواب ہے۔ آپ کو اگر "جماعتِ اسلامی کا نظریہ" اور طریقِ کار پسند آئے تو اس سے تعاون کریں نہ آئے تو جس طرح بھی آپ خدمت دین کر سکیں اس فریضے کو

انجام دینے کی کوشش کریں۔ اپنا اور دوسروں کا وقت فضول بحثوں میں ضائع نہ کریں"

خاکسار غلام علی

معاون خصوصی سید ابوالاعلیٰ مودودی

مکتوب حوالہ ۸۷/۴ مورخہ ۲۷ مئی ۱۹۷۱ء

اس خط و کتابت کا کچھ حصہ بندہ کی کتاب "ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کے عقائد و نظریات پر ایک تحقیقی نظر" میں شائع ہو چکا ہے۔ اس سے وضاحت ہو گئی کہ مودودی الگ فرقہ ہے۔ آپ کے پاس اگر میری یہ کتاب نہ ہو تو بندہ یہ کتاب بھی ارسال کر دے گا۔

مقصد یہ ہے کہ بندہ کی خود خواہش یہ ہوتی ہے کہ دونوں طرف کا نقطۂ نظر تحریری خط و کتابت میں سنجیدگی سے تحریر ہو تو اس سے علمی فائدہ ہوتا ہے اور نقطۂ نظر سمجھنا آسان ہو جاتا ہے اور غلط فہمیاں دور ہو سکتی ہیں۔

اس سلسلہ میں بندہ نے اپنے "سفرنامہ" میں آپ سے چند گزارشات کی ہیں۔ اس بارے اگر مناسب سمجھیں، حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مقلد ہونے کی نسبت سے آپ حنفی نقطۂ نظر پر روشنی ڈالیں تو بندہ کو بے حد خوشی ہو گی۔

یعنی ہم اپنی نسبت دورِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم، عہدِ صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہ اللہ اور تبع تابعین رحمہ اللہ کے تسلسل سے جوڑیں۔

(۵) آپ نے اپنے مکتوب کے آخر میں لکھا ہے:

"میں اپنی ذات سے ہٹ کر آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ کسی بھی شخص کا معاملہ ہو تو اس سے بالمشافہ ملیں یا فون کریں یا خط لکھ کر اس کی رائے معلوم کریں۔ اگر اس کی رائے سے اتفاق نہ ہو تو رسالوں میں مضامین شائع کرنا زیبا ہوتا ہے۔

لیکن رائے معلوم کیے بغیر ہی اس قسم کا اقدام جہاں امانت و دیانت کے خلاف ہے وہاں باہمی منافرت اور جگ ہنسائی کا سبب بنتا ہے۔"

الجواب آپ نے درست لکھا ہے، بندہ کا بھی یہی مؤقف ہے۔ اس لیے بندہ کی خواہش ہے آپ اپنے قلم سے اپنا حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مقلد کی حیثیت میں "حنفی مؤقف" موجودہ حالات میں سنجیدگی کے ساتھ اکابر علمائے دیوبند اور ائمہ احناف کے افکار کی روشنی میں وضاحت سے تحریر فرما دیں تاکہ آگے چل کر کہیں "مودودی فرقہ" کی طرح اور "غامدی فتنہ" اور غیر مقلدوں کی طرح نئے نئے موقف اور نظریے نہ گھڑ لیے جائیں اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مقلدین ان فتنوں کا شکار نہ ہو جائیں۔ کیوں کہ الحاد اور بدعات کا ایک طوفان آرہا ہے اور آیا ہوا ہے۔ ردّ بدعات میں اب ایسے لوگوں پر اُن سے بڑوں کے حوالے بھی اثر نہیں کرتے۔ ہمارے اکابر علمائے دیوبند نے گزشتہ صدی میں ان بدعات اور الحادی فتنوں کے آگے قرآن و سنت کی روشنی میں بند باندھے تھے جس سے ایک حصہ امت کا اب تک

الحاد اور بدعات کے فتنوں سے محفوظ رہا۔ لیکن آج صورت حال یہ ہے کہ اکابر علمائے دیوبند کے حلقوں میں ہی ایسے افراد پیدا ہو گئے ہیں جو اکابر کا نام بھی عقیدت سے لیتے ہیں لیکن اجتہاد اپنا کرتے ہیں اور اپنی تحقیق پر جواز کے دلائل تراش رہے ہیں۔ اور پھر اسی پر لوگوں کو چلا رہے ہیں۔ جس کی وجہ سے اہل السنت والجماعت احناف میں ہی بدعات جاری کر کے پہلے مولانا احمد رضا خان نے نئے فرقہ کی صورت میں افتراق پیدا کیا اور اب محمد بن علوی مکی مالکی کے مقلدین نے ایک طوفان مچایا ہوا ہے۔ یہ ایک جدید فرقہ اور فتنہ ہے۔ اس کی رد میں کام کرنے والوں کا آپ ساتھ دیں، اس لیے یہ عریضہ لکھنے کی جسارت کر رہا ہوں۔ کیوں کہ خانقاہ و مرکز اہل السنت والجماعت پاکستان کے تحت آپ خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اور عالمی اتحاد اہل السنت والجماعت کے آپ امیر بھی ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ آپ چیف ایگزیکٹو ''احناف میڈیا سروسز'' بھی ہیں۔

آپ کا مؤقف خدا نہ کرے کہیں امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی تقلید سے ہم کو آزاد نہ کر دے اس لیے احتیاط کی سخت ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔

(٦) آپ نے اپنے مکتوب کے آخر میں لکھا ہے کہ:

مزید عرض ہے کہ ''مجالس ذکر اللہ'' کے موضوع پر ان تین کتب کا مطالعہ فرمالیجیے، ان شاء اللہ اشکالات حل ہو جائیں گے۔

(۱) ’’مساجد میں مجالس ذکر جہری‘‘ کا استحباب از مولانا عبدالحفیظ مکی ؒ

(۲) ذکر بالجہر کا شرعی حکم: از مولانا نثار احمد الحسینی مدظلہ‘

(۳) مجالس ذکر اللہ کے خلاف سازشیں از مولانا حفیظ اللہ مدظلہ‘[1]

الجواب آپ نے اپنے مکتوب میں جو تین کتب اور ان کے مصنفین کے نام تحریر کر کے لکھا ہے کہ ان تین کتب کا مطالعہ فرمالیجیے ان شاء اللہ اشکالات حل ہو جائیں گے۔

عرض ہے کہ ان تین کتابوں ہی نے تو بدعات کی ترویج کا دروازہ کھولا ہے۔ جس پر حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب ؒ خلیفہ مجاز حضرت مولانا شیخ الاسلام سید حسین احمد مدنی ؒ نے زندگی بھر سمجھانے کی کوشش کی کہ یہ کام ’’خلاف سنت‘‘ ہے اور دلائل سے وضاحت کی کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ ؒ کے مقلدین بدعات کے طریقے نہ رائج کریں۔

رسالہ حق چار یار ؓ میں وہ کئی سال مذکورہ کتابوں میں دیے گئے دلائل کا توڑ کر کے ’’سنت‘‘ کا راستہ دکھاتے رہے۔ اس پر ایک عظیم کتاب، جواب میں شائع ہو چکی ہے جس کا نام ’’اکابر اہل سنت کا حقیقی مسلک و مشرب‘‘ المعروف تحفظِ عقائد اہل سنت ہے مؤلفہ مولانا عبدالرحیم صاحب چار یاری خلیفہ مجاز حضرت مولانا سید محمد امین شاہ

---

[1] مکتوب گھمن ص ۲ محررہ ۵ ستمبر ۲۰۱۸ء مطابق ۲۴ ذی الحجہ ۱۴۳۹ھ بنام عبدالوحید الحنفی

صاحب مخدوم پوری رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ نے اگر یہ کتاب مطالعہ نہ کی ہو تو مطالعہ فرمائیں ان شاء اللہ اشکالات حل ہو جائیں گے۔ اور سنت اور بدعت کا فرق واضح ہو جائے گا۔

(۲) مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات بندہ نے ۱۹۹۲ء میں مکہ مکرمہ میں اُن کے گھر اُن کی خانقاہ میں مجلس ذکر کرتے ہوئے کی تھی۔ اسی طرح صوفی محمد اقبال صاحب کی خانقاہ میں مدینہ منورہ میں بھی حاضری دی تھی اور ان کی مجلس ذکر کو بھی اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اس کا تذکرہ سفرنامہ سندھ و پنجاب میں لکھا ہے۔ ان کتب کے مطالعہ سے بندہ کے اشکالات حل نہیں ہوئے بلکہ "تحفظِ عقائد اہل سنت" میں جو دلائل مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالشکور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمۃ اللہ علیہ خیر المدارس ملتان، مولانا امین صفدر صاحب اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے دیے ہیں، مولانا عبدالواحد صاحب مدظلہٗ لاہور اور مولانا تقی عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو مؤقف اپنایا ہے وہ قوی ہے۔ اور سُنّی قوم کو بدعات سے بچانے کے لیے اتباع سنت کا جو راستہ دکھایا ہے وہ صراط مستقیم ہے۔ امید ہے کہ آپ بھی اس کتاب کا مطالعہ کرنے کے بعد اس کی تصدیق کریں گے۔

؎ پسند اپنی اپنی، نظر اپنی اپنی

(۳) "ذکر بالجہر کا شرعی حکم" کتاب جو مولانا نثار احمد الحسینی

صاحب نے تحریر فرمائی ہے اس کے بھی کئی جواب شائع ہو چکے ہیں۔ بندہ کے نام بھی انہوں نے ایک طویل، اپنے دلائل پر مبنی خط بھیجا تھا جس سے بندہ مطمئن نہ ہوا اور جوابی خط میں اُنکے دلائل پر تحقیقی روشنی اکابر کی تعلیمات کی روشنی میں ڈالی۔ اور یہ دلائل بندہ کی کتاب "آفتابِ سُنت" میں شائع ہو چکے ہیں۔ ایک نسخہ آپ کو بھی ارسال کر رہا ہوں۔

(۴) "مجالس ذکر اللہ کے خلاف سازشیں" کتاب بھی بندہ نے مطالعہ کر لی ہے۔ اس سے اشکالات میں اور اضافہ ہوا اور اکابر کی بصیرت کا مشاہدہ ہوا کہ ہمارے حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب کو اللہ نے کتنی بصیرت دی کہ آنے والے فتنوں کا تعاقب انہوں نے فتنہ ابھرنے کے ساتھ ہی کر دیا۔ ورنہ ہم بھی بزرگوں کی عقیدت میں فتنوں کی نظر ہو جاتے اور راہِ سنت سے دور ہو جاتے۔

بندہ نے کتاب کی اشاعت کے ساتھ ہی مولانا حفیظ اللہ صاحب کو طویل جواب تحریر کر دیا تھا۔ جس کی نقل حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب ہزاروی کو بھی ارسال کر دی تھی۔ اس کے بعد تاحال اُن کا کوئی جواب نہیں آیا۔ صرف میرے خط کی وصولی کی اطلاع انہوں نے دی تھی۔ مولانا حفیظ اللہ صاحب کو جو خط لکھا تھا، اس کی نقل ارسال ہے۔ اس سلسلہ میں بندہ نے "احیاءِ سُنّت" کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی۔ جس میں مذکورہ بزرگوں کی فرمودہ جواز کی صورتوں پر روشنی ڈالی تھی۔ شاید آپ مطالعہ نہ کر سکے ہوں، اس لیے ایک ایک کاپی "احیاء سنت"،

"آفتابِ سنت" اور "اتباعِ سنت" کی بھی بھیج رہا ہوں۔

جن میں شرعی نقطۂ نظر کی وضاحت ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم کو اپنے فضل و کرم سے "اتباعِ شریعت" کی توفیق نصیب کریں۔ آمین۔ اور موجودہ دور کے الحادی فتنوں اور غیر مقلدوں کی تاویلات سے بچا کر خالص مسلک اہل السنت و الجماعت پر چلنا نصیب کریں۔ آمین۔ اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ پر چلنے اور اس کو اپنانے کی سعادت نصیب کریں۔ آمین۔

امید ہے کہ میرے اس طویل عریضہ کے مطالعہ سے آپ کو خوشی ہو گی۔ کیوں کہ بندہ کے آپ سے دوستانہ تعلقات بھی ہیں، اس لیے یہ خط بے تکلفی میں تحریر کیا ہے۔ سنجیدگی سے اگر خط و کتابت ہو تو یہ بہت ہی مفید ہوتی ہے۔ غیر علمی اور علمی دلائل میں اضافہ ہو تا ہے۔ دعاؤں میں شامل رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی رضا نصیب کریں۔ آمین

والسلام خادم اہل سنت

عبد الوحید الحنفی چکوال

۲۷ ذی الحجہ ۱۴۳۹ھ ۸ ستمبر ۲۰۱۸ء

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی

مسلک اہلِ سُنّت کے خلاف جسارتیں

مکتوب عبدالوحید الحنفی بنام مولانا حفیظ اللہ صاحب

از چکوال

۲۲ رجب المرجب ۱۴۳۸ھ ۲۰ اپریل ۲۰۱۷

شب جمعرات۔ بعد العشاء

بخدمت جناب مولانا حفیظ اللہ صاحب، حفظہ اللہ تعالیٰ مدرس جامعہ دار العلوم ربانیہ بستی ریاض المسلمین اڈا پھلور ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی مرضیات پر چلائیں۔ آمین، آپ کی تصنیف "مجالس ذکر اللہ کے خلاف سازشیں" کا مطالعہ کرنے کا موقع ملا جس پر اجمالی طور پر کچھ عرض کرنے کی جسارت کر رہا ہوں، امید ہے کہ آپ اس کا مطالعہ کر کے خوش ہو گے کہ آپ کی اس تصنیف کا سنجیدگی سے مطالعہ کرنے کے بعد عوام اہلِ سُنت کے کیا تاثرات ہیں، اسلام کی قرآن و سنت کی روشنی میں کیا تعلیمات ہیں۔ آپ اس کو ایک بار غور سے پڑھیں گے تو فائدہ ہو گا۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

قرآن آپ سے کیا کہتا ہے

۱۔ اللہ تعالیٰ نے اس آخری امتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوۃ والتحیہ کے لئے جو کامل اور جامع دین قیامت تک کے لیے بذریعہ وحی عطا فرمایا ہے

اس کا نام اسلام ہے۔

فرمایا: اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ (پ۳ سورۂ آلِ عمران آیت ۱۹)

بے شک اللہ کے ہاں دین اسلام ہے۔

۲۔ فرمایا:

اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ؕ (پ۶ سورۃ المائدہ آیت ۳)

آج کے دن کامل کر دیا میں نے تمہارے لیے دین تمہارا اور پوری کر دی میں نے تم پر نعمت اپنی اور میں نے اسلام کو تمہارا دین پسند کر لیا۔

اسلام کے معنیٰ

اسلام سَلِمٌ سے بنا ہے۔ جس کے لغوی معنیٰ ہیں۔ اطاعت کرنا۔ گردن جھکا دینا۔ تسلیم کرنا۔ ماننا۔ اسلام کا معنیٰ ہی اللہ کے حکم کے سامنے گردن جھکا دینا یا گردن رکھ دینا ہے۔ (قائدہ اللغات)

(۲) الاسلام۔ اللہ کے حکم کے سامنے بلا چوں وچرا سر جھکا دینا۔[1]

(۳) المسلم۔ دینِ اسلام کا پیرو۔ (المنجد ص ۴۸۸)

دین کا لغوی معنیٰ

دین نظامِ زندگی کو کہتے ہیں۔ الدین سے مراد وہ خاص نظامِ زندگی

---

[1] المنجد ص ۴۴۸

جسے اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے وضع فرمایا ہے۔ اور تکمیل دین کرتے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا گیا کہ "تمہارا دین" مکمل کر دیا۔ اور میں نے اسلام کو "تمہارا دین" پسند کر لیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ مقدس جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان ہے کہ تکمیلِ دین پر اس دینِ اسلام کی نسبت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کرتے ہوئے بتادیا کہ "صحابہ کرام کا دین وہی ہے" جو اسلام ہے۔ فرمایا:

اَلْیَوْمَ یَئِسَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ دِیْنِکُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَ اخْشَوْنِ (پ۶ سورۃ المائدہ آیت ۳)

(آج مایوس ہو گئے ہیں کافر لوگ "تمہارے دین سے"۔)

یہ خطاب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ہے یعنی براہِ راست صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خطاب فرماتے ہیں۔

دین وہ ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے براہ راست حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے آگے چلا۔ دین تو اللہ کا ہے لیکن اس آیت میں فرمایا "تمہارا دین" یعنی جو اللہ کا دین ہے اب صحابہ رضی اللہ عنہم کے سپرد ہے، اللہ کی یہ امانت صحابہ رضی اللہ عنہم کے سپرد ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کا دین وہی ہے جو اللہ کا دین ہے، جو اللہ کا دین ہے وہی صحابہ رضی اللہ عنہم کا دین ہے۔ یعنی جس دین کو صحابہ رضی اللہ عنہم نے مانا ہے، جس پر صحابہ رضی اللہ عنہم نے عمل کیا ہے۔ وہ اللہ کا دین ہے۔ اس لیے جو صحابہ رضی اللہ عنہم کے دین کا منکر ہے وہ اللہ کے دین کا بھی منکر ہے۔

فرمایا: آج کافر لوگ ''تمہارے دین'' سے مایوس ہو گئے ہیں۔ گویا ایک تو جماعت، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں۔ اور ایک جماعت کافروں کی ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہیں۔ دو ہی دھڑے ہیں۔

اہل السنت و الجماعت یہ کہتے ہیں کہ سارے صحابہ رضی اللہ عنہم کرام، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت ہیں۔ درجہ جدا جدا ہے۔ اور اللہ سب سے فرما رہا ہے ہیں مِنْ دِيْنِكُمْ (تمہارے دین سے) اس کے بعد فرمایا: اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ (آج میں نے ''تمہارا دین'' کامل کر دیا)

اب یہ آیت ہے ''آیت تکمیلِ دین'' یہ خوش خبری اور بشارت ہے۔ یہ دلیل ہے اہل السنت و الجماعت کی کہ جو دین ان صحابہ رضی اللہ عنہم نے رکھا، جس کی آگے تبلیغ کی وہ دین اللہ کی طرف سے ہے۔ دین اصلی وہ ہے جو صحابہ رضی اللہ عنہم کو ملا ہے اور آج تک بلکہ قیامت تک رہے گا۔ اس لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دین کو تم مان لو تو اللہ کے دین کو تم نے مان لیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نہ مانا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے دین کو نہ مانا تو اللہ کا دین جو ہے اس کا تم نے گویا انکار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تمہارے لیے میں نے اپنا دین مکمل کر دیا۔

خادم اہل السنۃ حافظ عبد الوحید الحنفی

قرآن میں حضور ﷺ کی مخالفت اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو چھوڑنے کا انجام

وَ مَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَ سَآءَتْ مَصِيْرًا ○ (پ۵، آیت ۱۱۵، سورہ النساء)

اور جو شخص سیدھا راستہ معلوم ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرے اور مومنوں کے راستے کے سوا اور راستے پر چلے تو جدھر وہ چلتا ہے، ہم اُسے اُدھر چلنے دیں گے اور قیامت کے دن جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بُری جگہ ہے۔

يُشَاقِقِ کا معنٰی دشمنی کرے یا مخالفت کرے

اس کا مصدر مشاقہ ہے جو الشق سے بنا ہے۔ الشَقّ کے معنٰی ہیں جانب اور پہلو۔ یہاں مراد یہ ہے کہ جس جانب رسول اللہ ﷺ ہیں، اس کے خلاف جانب میں چلے یا رسول اللہ ﷺ کا راستہ چھوڑ کر اپنا الگ راستہ بنائے۔

نُوَلِّهٖ کا معنٰی "ہم اس کو چلنے دیں گے" اس کا مصدر "تولیت" ہے جس کے معنٰی ہیں والی بنانا، حاکم بنانا اور کوئی چیز کسی کے قبضے میں دینا۔ یعنی یہاں اختیار دینے کے معنوں میں مستعمل ہوا ہے۔ تَوَلّٰى بھی

اسی مصدر سے بنا ہے۔ جو اس نے اختیار کیا یا جس راستہ پر وہ چلا اُسے چلنے دیں گے۔ اور قیامت کے دن جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بُری جگہ ہے۔

ظاہر ہے آیت میں المؤمنین سے مراد وہی اہلِ ایمان ہیں جو نزول آیت کے وقت موجود تھے، جو قرآن کے اوّلین مخاطب ہیں۔ مجموعی حیثیت سے رسول اللہ ﷺ کے بعد جو جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قطعی وحی میں وہ شرعی مقام عطا فرمایا ہے جو انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد کسی اور کو نصیب نہیں ہوا کہ ان کی اتباع باعثِ رضائے الٰہی ہے اور ان کی مخالفت، موجب غضب خداوندی ہے۔

عبدالوحید حنفی

سنت رسول اللہ ﷺ وسنتِ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم

اس آیت کی تفسیر میں امام ابنِ ابی حاتم رحمہ اللہ نے امام مالک رحمہ اللہ سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے، رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے کچھ سُنتیں قائم فرمائی ہیں۔ ان کو اپنانا کتاب اللہ کی تصدیق، اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو کمال تک پہنچانا اور اللہ تعالیٰ کے دین کو قوت دینا ہے۔

کسی کو ان میں تغیر و تبدل کرنے اور ان کے خلاف دیکھنے کا حق نہیں۔ جو ان کی اقتداء کرے وہ ہدایت یافتہ ہے۔ جو ان سے مدد لے وہ

مدد کیا گیا ہے۔ جس نے ان کی مخالفت کی، ان نے مومنوں سے مختلف راستہ اپنایا۔ اللہ تعالیٰ اسے اس طرف پھرنے دیتا ہے جس طرف وہ منہ کرے، اللہ اسے جہنم میں داخل کرتا ہے جو بُرا ٹھکانہ ہے۔[1]

کسی نے کیا خوب کہا ہے

نیک باتوں پر عمل کرنا تو اچھا کام ہے
یہ بھی دیکھیں کہنے والا کون ہے، کیا نام ہے

حدیث ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ اَحَبَّ سُنَّتِیْ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَ مَنْ اَحَبَّنِیْ کَانَ مَعِیْ فِی الْجَنَّه (ترمذی شریف)

جس نے میری سنت کو پسند کیا اُس نے مجھ کو دوست رکھا۔ جس نے مجھ کو دوست رکھا، وہ جنت میں میرے ساتھ ہو گا۔

جو صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرح ایمان لائیں، ہدایت پر ہوں گے

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَ اِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِیْ شِقَاقٍ ۚ فَسَیَكْفِیْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝۱۳۷ (پ۱، البقرہ آیت ۱۳۷)

[1] جامع ترمذی مع تحفۃ الاخوذہ ابواب الفتن ج۹ ص ۱۰ تفسیر درِ منثور ج ۲ تفسیر زیر آیت ہذا ص ۲۰۴

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

"سو اگر وہ بھی اسی طریق سے ایمان لے آئیں، جس طریق سے تم ایمان لائے ہو، تو وہ ہدایت پر ہوں گے۔ اور اگر وہ اس طرح ایمان لانے سے روگردانی کریں تو بے شک وہ مخالفت میں ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ ان کے شر سے بچانے کے لیے آپ کو کافی ہے۔ وہی ہر بات کو سُننے والا اور ہر چیز کو دیکھنے والا ہے۔"

اس آیت میں اٰمَنْتُمْ سے مراد وہی جماعتِ رسول اللہ ﷺ کے افراد ہیں جو ایمان وہدایت میں دوسروں سے سبقت حاصل کر چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ایمانِ کامل کو ان لوگوں کے ایمان کے لیے ایک معیار قرار دیا ہے، جو ابھی تک ایمان نہیں لائے۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ اصحاب رسول اللہ ﷺ درجہ بدرجہ دوسروں کے لیے "معیارِ حق وایمان" ہیں، جن کے ایمان کو صحیح اور معیاری تسلیم کیے بغیر کسی کو ایمان نصیب نہیں ہو سکتا۔[1]

حضور ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے پیرو اہل السنت والجماعت ہیں

امام ابو نصر نے "ابانہ" میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آیت پڑھی

يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّ تَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ

[1] سُنّی مؤقف مؤلفہ مولانا قاضی مظہر حسین چکوال ص ۳۰

وُجُوۡهُهُمۡ‌ اَكَفَرۡتُمۡ بَعۡدَ اِيۡمَانِكُمۡ فَذُوۡقُوا الۡعَذَابَ بِمَا كُنۡتُمۡ تَكۡفُرُوۡنَ۝۱۰۶ (پ۴سورہ آل عمران آیت ۱۰۶)

(اُس روز کہ بعضے چہرے سفید ہو جائیں گے اور بعضے چہرے سیاہ ہوں گے۔ اُن سے کہا جائے گا کیا تم لوگ کافر ہو گئے اپنے ایمان لانے کے بعد، تو سزا چکھو، بہ سبب اپنے کفر کے۔)

پھر فرمایا: اہلِ سُنّت اور اہلِ جماعت کے چہرے روشن ہوں گے اور اہلِ بدعت اور اہلِ ہوا کے چہرے سیاہ ہوں گے۔[1]

نتیجہ ان سب آیات و احادیث کو مدّ نظر رکھتے ہوئے عقائد و عبادات، تصوف و سلوک میں بھی ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ کون سا عقیدہ اور عمل ہمارا سنت اور شریعت کے مطابق ہے جو کہ اختیار کرنا ہے اور کون سا عمل بدعت اور ہوائے نفس پر ہے جس سے بچنا ہے۔

مجالس ذکراللہ کے خلاف سازشیں کتاب اور تحقیقی جائزہ

جناب حفیظ اللہ صاحب! آپ نے حال ہی میں جو ایک کتاب ”مجالس ذکراللہ کے خلاف سازشیں“ لکھی ہے اور پھر اس کو مولانا مفتی ابوداؤد صاحب نے چھپوا کر اپنے حلقۂ احباب میں اس کی اشاعت کی ہے۔ اپریل ۲۰۱۷ء کے شروع میں کسی نے بتایا کہ ایک کتاب شائع ہوئی ہے جو

1 تفسیر در منثور امام جلال الدین سیوطی زیر آیت ہٰذا ص ۱۷۴

چکوال میں حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب مدظلہ ہزاروی کے مرید مولانا محمد عتیق صاحب کے پاس پہنچ گئی ہے۔ لیکن سننے میں آیا کہ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب مدظلہ نے اس کی اشاعت سے اُن کو روک دیا ہے۔ اس لیے انہوں نے اپنے پیرو مرشد کی ہدایت کے مطابق عمل کیا اور اس کتاب کو تقسیم نہیں کیا۔ اگر اسی طرح ہے تو ماشاء اللہ انہوں نے اطاعت مرشد کے تحت بہت ہی اچھا کیا ہے۔

- ۱۶ اپریل ۲۰۱۷ء کو ایک ساتھی فیصل آباد سے تشریف لائے تو اُن سے کتاب کا نسخہ مل گیا۔ اب یہ نسخہ میرے سامنے ہے۔ سنجیدگی سے اس کا مطالعہ کیا تو دل میں یہ خیال آیا کہ اس کتاب کی روشنی میں مولانا حفیظ اللہ صاحب سے بذریعہ خط و کتابت سنجیدگی کے ساتھ کیوں نہ تبادلہ خیالات کر لیا جائے۔ اس طرح علم میں اضافہ اور برکت ہی ہو گی اور دونوں طرف سے جو شکوک و شبہات ہیں، وہ اگر اللہ نے چاہا تو دور ہو سکتے ہیں۔
- آپ کی کتاب کے ناشر مفتی ابوداؤد صاحب نے عرضِ ناشر کے تحت لکھا ہے:

"تحفظِ عقائد اہل سنت" کے نام سے معنون ایک کتاب کچھ عرصہ قبل موصول ہوئی اور اس کے مندرجات کے بارے میں کئی جانب سے استفسار کیا گیا۔ ہم نے اپنے استاذ محترم استاذ الحدیث حضرت مولانا حفیظ

اللہ صاحب دامت برکاتہم سے اس کی "وضاحت طلب" کی اور درخواست کی کہ اس پر کوئی ایسی تحریر ہو جائے جسے پڑھ کر مشوش ذہنوں کو سکون نصیب ہو جائے۔ اور اپنے روحانی سلسلہ کے خلاف جو پروپیگنڈا کیا جارہا ہے، اس کے متعلق کچھ وضاحت ہو جائے۔

تبصرہ یہاں مفتی ابوداؤد صاحب نے جو الفاظ لکھتے ہیں: "اپنے روحانی سلسلہ کے خلاف" تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ الگ کوئی نظریاتی سلسلہ ہے، جس کے خلاف کوئی کتاب لکھی گئی ہے۔

(۲) آگے لکھتے ہیں: اس دور میں بعض مفتیان کرام کی اصول سے ہٹ کر فتویٰ بازی میں بے اعتدالی کا بڑھ جانا ہے۔ حالاں کہ اصول فتویٰ میں ایک بات یہ بتائی جاتی ہے کہ: کسی مسلمان کے کلام میں نناوے احتمالات کفریہ اور ایک احتمال درست عقیدے کی جانب جارہا ہو تو اس احتمال کو مد نظر رکھ کر اس شخص کو مسلمان تسلیم کیا جائے گا اور بقیہ احتمالات چھوڑ دیے جائیں گے۔[1]

تبصرہ یہ بات انہوں نے درست کہی ہے۔ اس لیے مناسب ہے کہ سنجیدگی کے ساتھ کتاب "تحفظِ عقائد اہل سنت" کا مطالعہ کر کے "شق" وار وضاحت کر دی جائے تاکہ اصل عقیدہ کی وضاحت ہو جائے اور غلط احتمالات کی وضاحت کے ساتھ ساتھ مسلک اہل سنت بھی واضح کر دیا

---

1 مجالس ذکر اللہ کے خلاف سازشیں ص ۷

جائے۔ تاکہ غلط فہمیاں دور ہو جائیں، یعنی دلائل سے دلائل کا جواب دیا جائے۔ سخت لفظ لکھنے سے جواب دینا کوئی طریقہ اکابر علمائے اہل سنت کا نہیں ہے۔ جس کو اللہ علم دے، اس کی عزت کرنی چاہیے۔

(۳) مفتی ابو داؤد صاحب آگے لکھتے ہیں:

کسی بھی کلام میں متکلم جو مراد اپنی کلام کے بارے میں بتائے، اس کا اعتبار کرنا ہی مفتی کے لیے صحیح اور بہتر ہوتا ہے۔ نہ کہ غیر متکلم اپنی طرف سے احتمالات گھڑ گھڑ کے حکم لگاتا جائے اور ان خود وضع شدہ احتمالات کی بنا پر کسی کو اسلام سے اور کسی کو اہل سنت سے خارج کرنے لگے۔ اس دور پُر فتن میں ان اصولی باتوں سے بہت بے اعتدالی برتی جا رہی ہے۔ اور ذاتیات اور حسد وعداوت کو فتویٰ بازی کر کے اپنے سینوں کو تسکین پہنچائی جا رہی ہے۔ اللہ جل شانہٗ اپنے اکابرین کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین[1]

تبصرہ ماشاء اللہ! یہ اچھا جذبہ ہے۔ اس صورت میں سنجیدہ گفتگو سے ہی وضاحت ہو سکتی ہے۔ اور کسی بھی کلام میں متکلم جو مراد اپنی کلام کے بارے میں بتائے عند اللہ وہی معتبر ہو گی۔

(۴) مفتی ابو داؤد صاحب آخر میں لکھتے ہیں:

تمام قارئین سے گذارش ہے کہ کتاب ہٰذا کو پڑھ کر دعا فرمائیں اور

---

[1] مجالس ذکر اللہ کے خلاف سازشیں ص۸

کوشش کے باوجود اگر کوئی کتابت و تصحیح یا حوالہ کی غلطی رہ گئی ہو تو اس کی نشاندہی فرمادیں، ہم آپ کے مشکور ہوں گے۔ جزاکم اللہ خیرا

تبصرہ چوں کہ قارئین میں کتاب کے مطالعہ سے بندہ راقم الحروف عبدالوحید الحنفی بھی آجاتا ہے۔ اس لیے بھی حق بنتا ہے کہ مطالعہ کے بعد اپنے تاثرات اور مفید چیزوں کی نشاندہی کر دوں۔ تاکہ مصنف اور ناشر کو جو غلط فہمیاں ہوئی ہیں وہ دور کر سکیں۔ اور آخرت کے محاسبہ سے بچ جائیں۔ کیوں کہ جھوٹ، غیبت اور بہتان تین ایسے گناہ ہیں کہ جن کے ذمہ یہ لگائے جائیں، اگر وہ غلط ہوں تو جب تک وہ معاف نہ کرے، عند اللہ معافی دینے کا ضابطہ تو نہیں ہے۔ ہاں اللہ اپنے فضل سے معاف کر دیں تو وہ ہر چیز پر قادر ہیں۔ واللہ الھادی

(۲) دونوں طرف کے دلائل کا بغور مطالعہ کیا جائے تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ

ایک فریق سُنت کو اپنانے پر زور دے کر بدعت سے بچانا چاہتا ہے۔

دوسرا فریق ذکر اللہ کے نام سے ایک کام شروع کر چکا ہے، اب وہ یہ عمل چھوڑنے کو تیار نہیں۔ نیت خواہ اچھی ہو لیکن خلاف سُنّت کام کرنے میں خطرہ ہی خطرہ ہے۔

کتاب تحفظِ عقائد اہل سنت پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا حفیظ اللہ صاحب لکھتے ہیں:

عبدالوحید الحنفی

قضیہ کا پس منظر

غالباً ۱۹۹۴ء میں ایک اختلاف سامنے آیا کہ حضرت اقدس قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے کچھ خلفائے کرام نے حنفی اتحاد کے عنوان سے کچھ ایسے پہلوؤں کا ذکر کیا، جس سے اہل بدعت کو فائدہ پہنچنے کا اندیشہ تھا۔ تو اس پر علمائے اہل سنت کے مفتیان کرام نے مخلصانہ گرفت کی اور حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء کرام کو تنبیہ کی کہ جو مقصد حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ بجائے غیروں سے اتحاد کے اپنوں میں بھی اختلاف وانتشار کا ذریعہ بن گیا ہے۔

تو حضرت شیخ کے خلفاء کرام دامت فیوضہم نے اس حقیقت کو دل و جان سے قبول فرما کر اپنے اس نرم گوشے کو ترک کر دیا۔ اور "قضیہ کا خاتمہ" کے عنوان سے ان پہلوؤں سے جس سے اہل بدعت کو مشابہت کا احتمال ہوتا تھا رجوع فرما کر رسالہ کو شائع کر کے اپنے بڑے پن کا ثبوت دیا۔ اور اپنے اکابرین کی سوچ و فکر کی آبیاری کی۔...... الخ

تبصرہ ماشاء اللہ آپ نے درست لکھا ہے۔ واقعی یہ انہوں نے اپنے بڑے پن کا ثبوت دیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائیں اور ہم سب اہل السنت و الجماعت کو اپنے فضل و کرم سے اہل بدعت کی سازشوں سے محفوظ رکھیں اور آخری سانس تک متبع شریعت و سنت میں شمار کر کے آخرت میں اہل السنت والجماعت میں اٹھائیں۔ آمین

(۲) مولانا حفیظ اللہ صاحب! اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی حفاظت میں رکھیں۔
آگے جو آپ نے لکھا ہے اس میں آپ کو بہت بڑی غلط فہمی ہوئی اور آپ نے بغیر تحقیق کے یہ لکھ دیا:

کچھ آدمیوں نے ۲۰۰۲ء تا ۲۰۰۳ء سے اپنا وتیرہ بنا لیا، جن میں ڈاکٹر عبدالواحد صاحب، مفتی عبدالقدوس صاحب، مفتی جمیل الرحمٰن صاحب اور ایک نو مولود مجتہد جو امام اہل سنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب کا پوتا کہلاتا ہے۔ جس نے گاہے بگاہے کسی مضمون کے بہانہ سے پرانے قضیے کو چھیڑ کر حضرت اقدس حضرت ہزاروی دامت برکاتھم اور فضیلت الشیخ مولانا عبدالحفیظ مکی دامت برکاتہم پر کیچڑ اچھالنے کو عادت بنا لیا۔...... آٹھ سو سے زیادہ صفحات کی ایک کتاب مرتب کی جس کا نام رکھا "تحفظِ عقائدِ اہل سنت"

(۳) مولانا حفیظ اللہ آگے لکھتے ہیں

جبکہ اس نام پر خود بڑا اشکال یہ ہے کہ جن بزرگوں کے مضامین کو جمع کیا گیا تھا، جب ان میں سے کسی ایک نے بھی ان مضامین کا نام یہ نہیں رکھا اور نہ ہی اس نام سے کوئی مناسبت موجود ہے۔[1]

تبصرہ یہ تو آپ نے عجیب فلسفہ لکھا ہے۔ کتاب کا نام مرتب کسی پہلو کو سامنے رکھ کر رکھتا ہے۔ اس کام میں تو انہوں نے بہت جامعیت کا پہلو

[1] مجالس ذکر اللہ کے خلاف سازشیں ص ۱۸

لیا ہے۔ اِسی پہلو کو مدِ نظر رکھتے ہوئے تو حضرت مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی صاحب مدظلہٗ نے رجوع کیا اور "قضیہ کا خاتمہ" مولانا نثار احمد صاحب الحسینی صاحب نے رسالہ لکھ کر خلاصہ لکھا تھا۔ جس سے مقصود تحفظ عقائد اہل سنت ہی تو تھا۔

(۴) **کتاب المہند علی المفند** مولانا حفیظ اللہ صاحب لکھتے ہیں:

بلکہ عقائد کی متفقہ کتاب المہند علی المفند موجود ہے، جس پر تمام اہل سنت کا اتفاق ضروری ہے۔

تبصرہ یہ آپ نے درست لکھا ہے، اس کتاب پر تمام اکابر علمائے دیوبند کے تائیدی دستخط موجود ہیں۔ اور ادارہ اسلامیات لاہور سے جو اس کا نسخہ شائع ہوا، اس میں تفصیل سے حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ نے اکابر علمائے دیوبند کا تعارف اور اس کتاب کی اہمیت پر روشنی ڈالی ہے۔ اور واقعی تمام اہل السنت و الجماعت علمائے دیوبند کا اس پر اتفاق بھی ہے۔

(۵) آگے آپ لکھتے ہیں: یہ لوگ المہند سے راہ فرار اختیار کر کے سلفیوں کو خوش کرنا چاہتے ہیں، اس لیے اپنے عقائد وضع کر رہے ہیں۔ کیوں کہ المہند سے اہل بدعت سے زیادہ ملحدین اور لا مذہب گروہوں کو تکلیف ہے۔

تبصرہ یہ آپ کی اپنی رائے ہے اور ان حضرات پر بہتان ہے۔ کسی

ایک مذکورہ شخصیت نے کسی جگہ المہند کتاب سے راہِ فرار اختیار نہیں کی۔ اگر کی ہے تو حوالہ تحریر فرمایا جائے تاکہ ہم اِن سے پوچھیں کہ کیوں راہِ فرار اختیار کیا ہے؟

اور یہ بھی سراسر الزام اور بہتان ہے کہ یہ لوگ سلفیوں کو خوش کرنا چاہتے ہیں۔ دل کا حال سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا۔ الحمدللہ ہمارا یہی حُسن ظن ہے کہ یہ حضرات یہی عقائد و نظریات رکھتے ہیں جو المہند میں اکابر نے رکھے ہیں اور اس کتاب سے اہل بدعت اور ملحدین اور لا مذہب گروہوں کو یکساں تکلیف ہے۔

(٦) آگے آپ لکھتے ہیں:

اس نام پر دوسرا عیب یہ ہے کہ انہوں نے سلفیوں کی خدمت کرتے ہوئے یہ ظاہر کیا ہے کہ اہل سنت کا عقیدہ ہی اختلاف کو اچھالنا ہے اور جھوٹ بولنا اور بہتان باندھنا ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک[1]

تبصرہ اس عبارت میں بھی صاف بہتان ہے۔ کسی کا دل چیز کر کیا کسی نے دیکھ لیا ہے کہ اس سے سلفیوں کی خدمت مقصود ہے۔ یہ الزام ہے۔ انہوں نے سرورق پر وضاحت سے یہ لکھا ہے: بسلسلہ دفاع شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا سہارنپوری ؒ اکابرین اہل سنت کا حقیقی مسلک و مشرب المعروف "تحفظ عقائد اہل سنت"

[1] ایضاً ص ١٨۔ مجالس ذکر اللہ کے خلاف سازشیں

عبدالوحید الحنفی

آپ کی مذکورہ تصنیف کے مقدمہ میں مفتی ابوداؤد صاحب نے بھی یہ فتویٰ دیا ہے، یعنی تحریر فرمایا ہے: ”اصول فتاویٰ میں ایک بات یہ بتائی جاتی ہے کہ کسی مسلمان کے کلام میں ننانوے احتمالات کفریہ اور ایک احتمال درست عقیدے کی جانب جارہا ہو، اسی ایک احتمال کو مد نظر رکھ کر اس شخص کو مسلمان تسلیم کیا جائے اور بقیہ احتمالات چھوڑ دیے جائیں گے۔

کسی بھی کلام میں متکلم جو مراد اپنی کلام کے بارے میں بتائے، اس کا اعتبار کرنا ہی مفتی کے لیے صحیح اور بہتر ہوتا ہے۔نہ کہ غیر متکلم اپنی طرف سے احتمالات گھڑ گھڑ کے حکم لگاتا جائے۔[1]

اس لیے ”تحفظِ عقائد اہل سنت“ کے کلام کی من مانی تفسیر، اللہ نہ کرے کہیں جھوٹ بولنے اور آپ کے بہتان باندھنے کے شمار میں نہ آ جائے۔ نعوذ باللہ من ذالک یہ بھی خیال میں رہے۔

(۷) آگے آپ لکھتے ہیں:

تیسرا بڑا عیب اور خیانت یہ ہوئی کہ اس میں ایک حصہ نئ تحقیق کا شامل کیا گیا۔ جس کا نام رکھا ”مجالس ذکر اللہ اور ذکر بالجہر بدعت ہے“ الخ......

---

[1] عرض ناشر، مفتی ابوداؤد صاحب۔ مجالس ذکر اللہ کے خلاف سازشیں ص ۷

تبصرہ یہاں پھر عنوان تحریر کرنے میں بھی مصنف سے سخت خیانت ہو گئی ہے۔ یہ نام اصل کتاب میں نہیں ہے بلکہ وہاں یہ الفاظ تحریر ہیں "مروجہ مجالس ذکر کی شرعی حیثیت" (تحفظ عقائد اہل سنت باب ٦ ص ١١٧) اس سے صاف صاف ظاہر ہے کہ آپ نے غلط الزام لگایا ہے۔ یہ آپ کے الفاظ ہیں، فریق ثانی کے نہیں ہیں۔

(٨) آگے آپ لکھتے ہیں:

اس میں خالص ان لوگوں کے بناوٹی اور مخفی نظریات تھے جو بالکل سلفیوں اور مماتیوں والے تھے۔ اور اس عنوان سے انہی کی خدمت کرنا مقصود تھا، انہوں نے اپنے گمراہ کن نظریات کو اکابرین علمائے دیوبند کے نام لگانے کی کوشش کی۔ (ایضاً کتاب ص ١٨)

تبصرہ یہاں پھر بہتان لگایا گیا ہے جو کہ قابلِ رجوع ہے۔ جب یہ عنوان ہی نہیں بلکہ عنوان یہ ہے "مروجہ مجالس ذکر کی شرعی حیثیت" تو اب شریعت کے میزان پر دیکھا جائے گا کہ شریعت میں ذکر اللہ کس طرح کرنے کی تاکید ہے اور درود شریف کہاں کہاں کس طرح پڑھا جانا سُنّت کے مطابق ہے۔ اگر اس عنوان کے تحت اکابر کی تحریرات یکجا جمع کر دی گئیں تو یہ ایک بہت بڑی خدمت ہے کہ ہم اہل بدعت کی بدعات سے بچ کر سُنّت کے مطابق اپنے اپنے جائز مقام پر ذکر اللہ کثرت سے کریں اور درود شریف پڑھ کر ثواب حاصل کریں۔

خادم اہل سنت حافظ عبدالوحید الحنفی

سنت کے مطابق شریعت کی روشنی میں ذکر اللہ کرنے اور درود شریف پڑھنے سے کوئی نہیں منع کرتا۔ اس میں سلفی، مماتی، ناراض ہوں یا نہ ہوں، یہ ان کی اپنی صوابدید ہے۔ اہل سنت تو ذکر اللہ فقط اللہ کی رضا کے لیے سنتِ رسول اللہ ﷺ کے مطابق ہر مقام پر کرتے چلے آ رہے ہیں اور قیامت تک کرتے جائیں گے۔

(۹) آگے آپ نے مولانا عبدالرحیم صاحب پر ذاتی الزام لگایا ہے یا بہتان لگایا ہے یا اُن کے بارے میں جھوٹ بولا ہے، یہ سب قیامت کے دن سامنے آجائے گا۔ ہمیں تو قرآن میں حکم ہے کہ

وَّ لَا تَجَسَّسُوْا وَ لَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ...... الخ[1]

ہم نہ اُن کے بارے میں تبصرہ شرعاً کرنے کا حق رکھتے ہیں اور نہ آپ کے بارے میں کچھ کہہ سکتے ہیں۔ کتاب کی اشاعت کے لیے اُن کے پاس رقم کہاں سے آئی؟ جیسا کہ آپ نے لکھا ہے: "علامہ عبدالرحیم صاحب کی یہ دوسری بڑی کتاب ہے جو مفت تقسیم کی گئی ہے۔ اتنی رقم کہاں سے آرہی ہے؟ یہ ایک سوالیہ نشان ہے۔"

اس کا جواب میرا تو یہ ہے کہ مجھے مفت نہیں ملی بلکہ میں نے قیمتاً کم و بیش اس کے کئی نسخے لیے اور پھر مجھ سے بھی قیمت دے کر ہی احباب نے لیے۔ شاید آپ کو انہوں نے مفت بھیج دیا ہو۔ ممکن ہے کہ تحفظ

---

[1] سورہ الحجرات ۱۲

عقائد اہل سنت کے جذبہ سے کسی نے اُن سے خرید کر آگے علمائے اہل السنت کو عقائد کے تحفظ کے جذبہ سے قربانی مالی دی ہو تو یہ اُن کا ذاتی معاملہ ہے۔ جس کے بارے میں ہم سے سوال نہیں ہو گا۔

(۱۰) آگے آپ نے لکھا ہے:

جب راقم نے اس میں میں "مخالفتِ مجالس ذکر" والا حصہ دیکھا تو فوراً محسوس کیا کہ اس کا جواب لکھا جانا چاہیے۔ کیوں کہ اس میں اتنے جھوٹ اور تلبیسات جو ہمارے اکابر کے سر تھوپنے کی کوشش کی گئی ہے، انہیں ظاہر کیا جائے۔ لہٰذا عزم بالجزم کر لیا کہ اس کا تعلق چوں کہ عمل سے ہے، اس لیے اس حصہ کا جواب دینا بہت ضروری ہے۔ تو اپنے بزرگوں سے اجازت لیے بغیر خفیہ طور پر اس کام کو شروع کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور اہل اللہ کی دعاؤں کا ذریعہ بنائے۔[1]

تبصرہ یہاں بھی آپ نے پھر لکھا ہے کہ "مخالفت مجالس ذکر" یہ عنوان بھی آپ کا اپنا ہے۔ حالاں کہ یہ صاف بہتان اور الزام اور جھوٹ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تمام علمائے اہل السنت و الجماعت ذکر اللہ کی مخالفت نہیں کرتے، صرف وہ اتنا عرض کرتے ہیں کہ ذکر اللہ تو روح کی غذا ہے۔ کسی کو دکھانے کی چیز نہیں، ذکر روزانہ جتنا کر سکو، کرو۔ صرف اتنا خیال رکھو کہ سُنّت اور شریعت کی حدود کے اندر رہ کر کرو۔ تا کہ اہلِ

---

[1] ایضاً کتاب ص۱۸

بدعت کی طرح ایک طرف تو ذکر اللہ کرتے پائے جاؤ لیکن دوسری طرف سنت و شریعت کی حدود سے بالا ہو کر مروجہ مجالس کرتے نظر آؤ۔ اور سنت کے خلاف عمل کر کے ذکر اللہ کر کے اللہ و رسول ﷺ کے باغی کہلاؤ۔ کیوں کہ ذکر اللہ وہی عند اللہ مقبول اور محبوب ہے جو آں حضرت ﷺ کی تعلیمات کے مطابق ہو۔ اور یہ علمائے حق کا فریضہ ہے کہ وہ امت کو بتائیں اور سمجھائیں کہ ذکر اللہ کس طرح کریں۔ مثلاً ہر علاقہ میں اہل بدعت کی بدعات الگ الگ ہیں لیکن وہ ذکر اللہ کے نام سے کرتے ہیں۔ ہمارے علاقہ میں جب جنازہ اٹھا کر قبرستان کی طرف لوگ چلتے ہیں تو جنازہ کے آگے ایک ٹولی اجتماعی شکل میں کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے گھر سے جنازہ گاہ تک چلتی ہے۔ اہل سُنّت کے عقیدہ کے برعکس یہ ذکر جہر کرتی ہے۔ جب کہا جائے کہ دل میں ذکر اللہ کرو تو جواب کیا دیا جاتا ہے کہ یہ ذکر اللہ کے مخالف ہیں۔

یہاں بھی جب یہ کہا جاتا ہے کہ ذکر اللہ تو کثرت سے کرو لیکن مروجہ مجالس ذکر کی شکل میں تداعی کے ذریعہ لوگوں کو جمع کر کے جہر سے ذکر اللہ نہ کرو۔ تو جواب دیا جاتا ہے کہ "مجالسِ ذکر اللہ کے خلاف سازشیں" ہو رہی ہیں۔ اب اس کو جھوٹ، بہتان، الزام نہ کہا جائے تو اور کیا نام رکھا جائے۔

تصوف و سلوک میں مرشد کی اجازت کے بغیر جو یہ کتاب خفیہ شائع

کی گئی ہے، آپ کی غلطی ہے۔ اس میں آپ سے بہت بڑی بھول ہو گئی ہے۔ اگر آپ یہ کتاب اشاعت سے قبل حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب ہزاروی مدظلہ کو دکھا دیتے تو اس میں بھی شاید کوئی بہتری ہوتی۔ جو چیزیں اس میں آپ کے قلم سے جذبات میں غلط الزامات، بہتان اور جھوٹ یعنی سُنی سنائی باتیں جو غلط بھی درج ہو گئی ہیں۔ موت سے پہلے پہلے آپ کو اللہ اپنے فضل سے توبہ اور رجوع کرنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین

(۱۱) وضاحت کے عنوان سے آپ نے آگے لکھا ہے

باقی رہی یہ بات کہ ہماری کاوش سے "مسلک بدنام ہو گا" تو اس چیز کا ذمہ دار فریقِ اوّل ہے۔ جنہوں نے پے درپے بزرگوں پر حملے کیے ہیں۔ چوں کہ زیادتی کی ابتدا کرنے والا یہی گروہ ہے اور اصول یہ ہے کہ زیادتی کی ابتداء کرنے والا ہی مجرم ہوتا ہے نہ کہ دفاع کرنے والا تو ہم اس الزام سے بری ہیں۔

تبصرہ آپ قضیہ کے پس منظر میں یہ تسلیم کر چکے ہیں کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے کچھ خلفاء کرام نے حنفی اتحاد کے عنون سے کچھ ایسے پہلوؤں کا ذکر کیا جس سے اہل بدعت کو فائدہ پہنچنے کا اندیشہ تھا......الخ

اس سے تو ظاہر ہو گیا کہ ابتداء کن کی طرف سے سہواً ہوئی اور دفاع

کن بزرگوں نے کیا۔ ظاہر ہے اب دفاع دونوں جانب سے جاری ہے۔ اور حقیقت اور الزام کا تذکرہ اپنے اپنے حوصلہ اور نظریہ کے تحت جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ کوئی صورت ایسی بنادیں کہ سب اہل السنت والجماعت کو ایک اور نیک کر دیں اور اہلِ بدعت کی سازشوں سے سب کو محفوظ کر دیں۔ اور قرآنی حکم وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ۝۳۰ (الحج آیت ۳۰)

(اور جھوٹی بات سے اجتناب کرو) پر عمل کی توفیق دیں۔

(۱۲) آگے آپ لکھتے ہیں

البتہ بندہ کو پریشانی تقریظات لکھنے والے علماء سے ہوئی جنہوں نے ایسی غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کیا اور تقریظیں لکھیں جو ایک شہادت کا درجہ رکھتی ہیں۔ بلا پڑھے اور بلا سوچے علامہ عبدالرحیم صاحب کی خدمت کو سراہتے ہوئے ایسے مضامین کی تائید کی ہے جو کہ گناہ کبیرہ میں شمولیت کے مترادف ہے۔ (ایضاً کتاب ص ۹)

تبصرہ آپ کا یہ بھی ایک الزام اور بہتان اور جھوٹ ہے کہ بلا پڑھے اور بلا سوچے انہوں نے خدمات کو سراہا ہے۔ کیا یہ الزام بھی گناہ کبیرہ میں شمولیت کے مترادف نہیں آتا۔ مذکورہ احباب سے آپ نے یہ الزام لگانے سے قبل کیا فون یا خط کے ذریعے پوچھ لیا تھا کہ کیا آپ نے یہ تقریظیں بغیر پڑھے اور سوچے لکھی ہیں تو پھر اس الزام اور بہتان کا آخرت میں آپ کے پاس کیا جواب ہو گا؟

(۱۳) آگے آپ لکھتے ہیں: ان میں سے مفتی عبد القدوس ترمذی کی تقریظ سے ایک اقتباس درج ذیل ہے:

اب ضرورت تھی کہ مسلک حق کے تحفظ اور احقاق حق اور ابطالِ باطل کے فریضہ کی ادائیگی کے لیے ان تمام مضامین و مقالات کو یکجا شائع کیا جائے۔ یہ خدمات حق تعالیٰ نے ہمارے مکرم و محترم مولانا عبدالرحیم صاحب سے لی کہ انہوں نے مختلف عنوانات کے تحت ان مقالات کو جمع کر دیا ہے۔ حق تعالیٰ اس خدمت کو قبول فرمائے۔ انہیں جزائے خیر دے اور گم گشتگان راہِ ہدایت کے لیے ان کو موجب ہدایت بنائیں۔ آمین (تحفظ عقائد اہل سنت ص ۵۶)

تبصرہ حضرت مولانا عبدالقدوس ترمذی صاحب کوئی معمولی شخصیت نہیں۔ یہ جامعہ اشرفیہ کے فاضل ہیں اور حضرت مولانا عبدالشکور صاحب ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ہیں جو کہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے تھے اور آپ کے دادا حضرت مولانا عبدالکریم گتھلوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو کہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے با اعتماد خلفاء میں سے تھے۔ اس لیے حکیم الامت نے اُن سے تحقیق و فتویٰ کا کام بھی لیا۔ تقریباً ۵۰۰ کے قریب فتاویٰ ان کے امداد الاحکام میں موجود ہیں۔ آپ نے ان کی شخصیت کا تعارف اپنی مذکورہ کتاب کے ص ۱۳۴ پر کراتے ہوئے یہی لکھا۔

تقریظ مفتی جمیل الرحمٰن صاحب

آپ نے مذکورہ کتاب کے ص۱۹ پر مذکورہ عنوان سے لکھا ہے ”جن کے بارے لکھا ہے کہ وہ قائد اہل سنت سے مجاز بیعت توبہ ہیں۔ فرماتے ہیں:

فاضلِ جلیل حضرت مولانا عبدالرحیم نے رد بدعات اور مروجہ مجالس ذکر کی شرعی حیثیت کے متعلق تحقیقی جائزہ کے نام سے مجموعہ مرتب و مدوّن فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ اصلاح عقائد و اعمال کی توفیق اور سنتوں پر عمل اور بدعات سے بچنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔[1]

دیگر تقاریظ آپ نے مذکورہ کتاب کے ص ۲۰ پر آگے یہ لکھا ہے کہ:

اس کتاب پر مولانا محمد انور صاحب اوکاڑوی مدظلہ' اور مولانا حبیب الرحمٰن صاحب مدظلہ' سومرو کی تقریظات بھی ہیں۔ جن سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرات بھی ”مجالسِ ذکر“ کی مخالفت میں اپنے اکابر کے مقابلہ میں آگئے (حالاں کہ ہمارا یقین ہے کہ ان کا نکتہ نظر ایسا نہیں ہو گا) (ایضاً کتاب ص ۲۰)

تبصرہ آپ نے جو یہ جملہ لکھا ہے کہ: یہ حضرات بھی مجالس ذکر کی مخالفت میں اپنے اکابر کے مقابلہ میں آگئے۔ یہ سراسر بہتان، جھوٹ اور

---

[1] تحفظ عقائد اہل سنت ص ۵۹

الزام ہے۔

یہاں آپ نے تقریظات کے الفاظ نہیں لکھے، اگر وہ آپ نقل کر دیتے تو حقیقتِ حال قارئین کو یہاں ہی سے معلوم ہو جاتی۔ چوں کہ آپ کے نظریہ سے یہ تقریظ مدلل انداز میں ٹکراتی تھی اس لیے یا کسی اور وجہ سے تحریر نہیں کر سکے۔ اس لیے بندہ کو اصل کتاب دیکھنے کی ضرورت پیش آئی۔ جب اصل تقریظ پڑھی تو ایک لفظ بھی ایسا نہیں نکلا جس سے مجالس ذکر کی مخالفت میں اپنے اکابر کے مقابلہ میں یہ آئے ہوں۔ بلکہ تقریظ مولانا انور اوکاڑوی میں یہ لکھا ہے کہ:

قارئین کرام! دینوں میں سب سے سچا دین اسلام ہے۔ اس کی سچائی کے دلائل نصف النہار کے سورج کی طرح روشن ہیں۔ اور اسلامی فرقوں میں ناجی فرقہ اہل السنۃ والجماعت کا ہے۔ جس طرح اسلام ہمیشہ سے چلا آرہا ہے، اسی طرح اہل السنت والجماعت کا گروہ بھی ہمیشہ سے چلا آرہا ہے۔ اسلام کو مٹانے کی بہت کوششیں کی گئیں لیکن وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ (اور اللہ تعالیٰ اپنے نور کو کامل کرنے والے ہیں) کا وعدہ کرنے والی ذات نے سب کوششیں ناکام کر دیں۔

ان کوششوں میں ایک سب سے بڑی کوشش یہ ہے کہ اسلام کا نام لینے والوں میں سے کچھ لوگ ایسے پیدا کر دیے جائیں کہ جو اسلام کے نام پر ہر غیر اسلامی عقیدہ کی اشاعت کریں۔ تاکہ مسلمان عوام ان عقائد

عبدالوحید حنفی

کفریہ کو اسلام سمجھ کر قبول کرلیں۔

لیکن لَا تَزَال طَائِفَة مِنْ اُمَّتِیْ ظَاهِرِیْن عَلَی الْحَقِّ کی پیشگوئی کے مطابق اس طائفہ منصورہ نے پوری محنت کرکے کفریہ عقائد کو اسلامی عقائد سے ممتاز کر دیا۔ اور عوام کو کفریہ عقائد سے متاثر ہونے سے بچایا۔ اسی طرح بعض لوگوں نے اہل سنت کہلا کر ہر بدعت کو سنت کے عنوان سے اہل سنت میں رائج کرنے کی جب کوشش کی تو اسی طائفہ منصورہ نے اپنی جانیں دے کر سنّت اور بدعت میں حد فاصل کو دلائل سے عوام کے سامنے واضح کیا۔ اور مسلک اہل سنت کی حفاظت کی۔ متحدہ پاک و ہند میں "دیوبندیت" اسی طائفہ منصورہ کا دوسرا نام ہے۔ مگر پاکستان بننے کے بعد اسی نام سے بدعات کو رواج دینے کی کوشش کی گئی۔ کہیں حیات انبیاء علیہم السلام اور وسیلہ کو مطلقاً شرک کہا جانے لگا۔ کہیں روضۂ اطہر کی زیارت کی نیت سے سفر کو حرام کہا جانے لگا۔ تو وقت کے اکابر نے اعلان کیا کہ ان لوگوں کا اہل السنت والجماعت علمائے دیوبند سے کوئی تعلق نہیں۔ لوگ ہوشیار رہیں، نقالوں سے بچیں۔ کچھ لوگوں نے حبِّ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے "یزیدیت" اور بغض اہل بیت کو رواج دینا چاہا تو اکابر نے ان کا بھی ناطقہ بند کر دیا۔ اسی طرح ماضی قریب میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے بعض متوسلین نے بعض اہل بدعت سے نسبت قائم کرکے دیوبندی عوام میں

بدعات کو رائج کرنا شروع کیا تو وقت کے اکابر حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ، حضرت مولانا مفتی عبد الشکور صاحب ترمذی رحمہ اللہ، حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب رحمہ اللہ (خلیفہ مجاز حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ) حضرت اقدس سید انور حسین نفیس نور اللہ مرقدہ، حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی (خلیفہ مجاز حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ) اور ان جیسے بیسیوں اکابر نے ان کی تردید میں مضامین لکھے اور عوام کو بتایا کہ یہ نظریات اکابرین دیوبند کے نہیں۔ مگر کچھ اخلاف نے خلافتوں کے چکر میں پڑ کر ان مضامین کو اکابر کی کتب سے نکال دیا، جو انتہائی گھٹیا حرکت ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل کے ناشرین نے جناب علوی مالکی کے بارے تمام بحث خارج کر دی ہے) حدیث پاک میں ہے

البرکۃ مع اکابرکم

یعنی برکت تمہارے اکابر کے ساتھ ہے۔

اس لیے اکابر کے نظریات جو جمہور امت کے مزاج سے ملتے ہوں، ان کی حفاظت ضروری ہے۔ تاکہ آنے والی امت کے لیے مشعل راہ بنیں۔ انہیں نظریات کی حفاظت کے لیے مولانا عبد الرحیم (چار یاری) صاحب نے اکابر کے مضامین کو یکجا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی کوشش کو شرف قبولیت عطا فرمائیں اور اہل سنت کے لیے ثابت

قدمی اور اہل زیغ کے لیے ہدایت کا ذریعہ بنائیں۔ آمین

کتبہ محمد انور اوکاڑوی

۱۲ ذی الحجہ ۱۴۳۶ھ [1]

اس تقریظ میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں جس سے ثابت ہو کہ یہ مجالس کی مخالفت میں اپنے اکابر کے مقابلہ میں آ گئے۔

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب سومرو کی تقریظ

اس تقریظ میں بھی کوئی ایک لفظ بھی ایسا نہیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ یہ "مجالس ذکر" کی مخالفت میں اپنے اکابر کے مقابلہ میں آ گئے۔ ان پر بھی یہ سراسر بہتان اور الزام ہے اور یہ نظریہ بھی ان کے بارے میں رکھنا غلط ہے۔ بلکہ ان کی تقریظ میں یہ الفاظ بھی ہیں:

"حضرات اکابر علمائے دیوبند کثرھم اللہ تعالیٰ کی انتھک محنت اور جدوجہد سے دین متین صحیح صورت میں امت تک پہنچا۔ اکابر علمائے دیوبند نے ساری زندگی فتنوں کے تعاقب اور باطل کی سرکوبی میں گزاری۔ دجل و فریب کے پردے چاک کیے، بدعات و رسوم کی چادروں کو تار تار کیا اور شریعت حنفیہ المسحۃ البیضاء کے روشن چہرے سے امت کو واقف کیا۔

[1] تحفظِ عقائد اہل سنت۔ ص ۵۳

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

لیکن باطل کبھی اپنی عیاریوں، چالبازیوں اور دجل سے باز نہ آیا۔ سب سے بڑی چال یہ کہ مراکز اسلامیہ اور حرمین شریفین کے ارد گرد رسوم وبدعات کا جال بچھانے کی کوشش کی۔ جس کا سب سے بڑا مقصد مراکز توحید کو کمزور کرنا تھا۔ ان فتنوں کا بانی (زمانہ قریب میں) محمد بن علوی مالکی تھا۔ دیوبندی کہلانے والے بعض صوفیاء جن کے دھاگے کی ایک گرہ کمزور تھی اُن کو محمد بن علوی مالکی نے اپنے قریب کر کے آہستہ آہستہ بڑے مکر سے ان کو بدعات کا داعی بنا دیا۔

آج کون نہیں جانتا کہ صوفی محمد اقبال صاحب اور ان کے رفقاء نے بقاعِ مقدسہ (حرمین شریفین) میں کیا کیا بدعات شروع کر دی ہیں۔ اور یہ سب کچھ دیوبندیت کے نام سے ہو رہا ہے۔ اس فتنے کے سدباب کی بڑی تفصیل ہے۔ البتہ اس وقت حضرت مولانا عبدالرحیم چاریاری زید مجدہٗ اور دیگر رفقاء اس فتنے کی سرکوبی کے لیے سرگرم ہیں۔ زیر نظر مضامین کا مجموعہ مولانا عبدالرحیم چاریاری زید مجدہٗ کی کاوشوں کا نتیجہ ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو نافع و مقبول اور ذخیرہ آخرت بنائے اور یہ مجموعہ رد بدعات کے سلسلے میں آخری کیل ثابت ہو۔

حبیب الرحمٰن سومرو

۱۵ محرم ۱۴۳۶ھ، ۱۸ نومبر ۲۰۱۴ء

تبصرہ اس تقریظ میں بھی حقیقی صورت حال بیان کی گئی ہے۔ اور

شریعت و سنت کی اہمیت بیان کی گئی ہے

مقام تأسُّف

آپ نے آگے مقام تأسُّف کے عنوان سے لکھا ہے کہ:

اس کتاب کے صفحہ ۵۱ پر "رجوع کی شرائط" کے عنوان میں لکھا ہے کہ مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب (دامت برکاتہم) سے قطع تعلق کیا جائے اور اجتماعی ذکر بالجہر اور تداعی کا سلسلہ ختم کیا جائے۔

یہی عبارت ص ۷۰۷ پر بھی لکھی گئی ہے اور اس کو علماء کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ کتاب کو چھپے ہوئے دو سال ہو چکے ہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ مؤیِّدین و تقاریظ والے علماء بھی اس میں شریک ہیں۔[1]

تبصرہ "تحفظ عقائد اہل سنت" ص ۵۰ پر اصل عبارت اس طرح ہے مولانا ہزاروی مدظلہ کا رجوع نامہ قبول نہ کرنے کی وجوہات کے تحت درج ہے

(۱) انہوں (مولانا ہزاروی صاحب) نے علوی مالکی صاحب کے نظریات کے بارے میں کوئی صراحت نہیں فرمائی کہ اُن کا کیا حکم ہے۔

(۲) اُن نظریات کی بناء پر علوی مالکی صاحب کا کیا حکم ہے۔

(۳) اصلاح مفاہیم اور "اکابر کا مسلک و مشرب" میں درج نظریات کی

---

[1] مجالس ذکر اللہ کے خلاف سازشیں ص ۲۰

تغلیط بھی یقینی طور پر نہیں کی۔ بلکہ "اگر" کا لفظ استعمال کیا ہے۔

(۴) اُن نظریات کی حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمہ اللہ کی طرف نسبت کی تغلیط بھی نہیں کی۔

(۵) اُن نظریات کے مقابل اکابر دیوبند کا واقعی اور حقیقی موقف و مسلک کیا ہے؟ یہ بھی نہیں بیان کیا۔

(۶) اُن نظریات کے مؤیدین حضرات بالخصوص مولانا ملک عبد الحفیظ مکی صاحب سے قطع تعلق بھی نہیں کیا۔ حالاں کہ مولانا عبد الحفیظ مکی صاحب تا حال اسی مؤقف پر قائم ہیں کہ علوی مالکی صاحب نے جو کچھ لکھا بالکل صحیح لکھا ہے۔ چناں چہ چند سال قبل حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب دھرم کوٹی مد ظلہم کے سوال پر انہوں نے یہی جواب دیا تھا۔

(۷) "اجتماعی ذکر بالجہر" ان کے ہاں تسلسل سے ہو رہا ہے۔ جو اکابر دیوبند کے ہاں جائز نہیں۔

(۸) اس اجتماعی ذکر بالجہر کے لیے تداعی کا سلسلہ بھی مسلسل جاری ہے۔

رجوع نامہ قبول کرنے کی شرائط کے تحت "تحفظ اہل سنت" ص ۵۱ پر یوں تحریر ہے

مولانا عزیز الرحمٰن صاحب ہزاروی کے رجوع نامہ کو قبول کرنے کی شرائط درج ذیل ہیں۔

(۱) علوی مالکی کے نظریات کے بارے صراحتاً فرمائیں کہ ان کے نظریات اہل السنت والجماعت کے خلاف تھے۔

(۲) اُن کے نظریات کی بناپر خود علوی مالکی صاحب بدعتی اور اہل السنت والجماعت سے خارج ہیں۔

(۳) اصلاح مفاہیم اور اکابر کا مسلک و مشرب میں درج نظریات یقینی طور پر غلط اور اکابر دیوبند کے نظریات کے خلاف ہیں۔

(۴) اُن نظریات کی حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ کی طرف نسبت بھی درست نہیں۔

(۵) اُن نظریات کے مقابل دیوبند کا واقعی اور حقیقی موقف و مسلک بھی بیان کیا جائے یا کم از کم ان تمام بزرگوں کے نام لکھ کر ان کے مؤقف سے مکمل اتفاق کا اظہار کیا جائے، جنہوں نے اس قضیہ میں علوی مالکی نظریات کی مخالفت اور مسلکِ دیوبند کی ترجمانی کی۔

(۶) اُن نظریات کے مؤیدین حضرات بالخصوص مولانا ملک عبدالحفیظ مکی صاحب سے قطع تعلق کیا جائے۔

(۷) اجتماع ذکر بالجہر اور تداعی کا سلسلہ ختم کیا جائے۔[1]

یہ عریضہ اور رجوع نامہ کی عبارت لے کر مولانا عبد الرحیم چار یاری پہلے مولانا نثار احمد الحسینی صاحب پھر مولانا عزیز الرحمٰن صاحب کی

[1] تحفظ عقائد اہل سنت ص ۵۰،۵۱

خدمت میں حاضر ہوئے۔ لیکن دونوں حضرات ان شرائط کے مطابق رجوع کے لیے تیار نہ ہوئے بلکہ بار بار یہی جملہ دوہراتے رہے کہ ہم نے جو کچھ لکھنا تھا "قضیہ کا خاتمہ" میں لکھ دیا۔ اس سے زیادہ مزید کچھ لکھنے کے لیے ہم تیار نہیں۔ (یعنی علوی مالکی نظریات کو غلط کہنے، علوی مالکی پر کوئی حکم لگانے، اُس کے نظریات سے بالتصریح اعلان بر اَت کرنے اور اکابر دیوبند کا حقیقی مسلک و مشرب بیان کرنے وغیرہ شرائط کے لیے ہم بالکل تیار نہیں)

مولانا حفیظ اللہ کا قول

آپ نے لکھا ہے کہ:

عرض یہ ہے کہ اپنے شیخ کے دیے ہوئے کام کو نہ کوئی چھوڑتا ہے، نہ چھوڑ سکتا ہے۔ پھر ایسا شیخ جو ظاہراً بھی جنت میں مدفون ہو اور باطناً بھی جنتی ہونے پر شواہد ہو (بھلا ان کے طریق کے بارے میں کوئی ایسا سوچ بھی سکتا ہے؟)

تبصرہ یہ بات آپ نے درست کہی ہے کہ اگر وہ مذکورہ نظریات کے پیش نظر رکھنے کے باوجود شیخ کو نہیں چھوڑ سکتا تو اس کے رجوع کرنے کے بارے میں کہ وہ رجوع کرے گا، سوچنا بھی فضول ہے۔ ہاں اگر اللہ دل میں ڈال دیں کہ فعلِ مشائخ حجت نہیں، حجّت شریعت میں کتاب و سنت ہیں۔ بزرگوں کے تفردات جو کتاب و شریعت و سنت کے برعکس

ہوں، حجت نہیں ہوتے۔

دینِ اسلام میں حجت قرآن و سنت کی پیروی ہے۔جو تفردات قرآن و سنت کے بر عکس نہ ہوں، اُن تفردات میں جمہور فقہاء کے قول کو اختیار کیا جاتا ہے، یہی شرعی حکم ہے۔ چناں چہ ہم روزانہ عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد وتر میں یہ پڑھتے ہیں

وَ نَخْلَعُ وَ نَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ

(اور الگ کرتے اور چھوڑتے ہیں اُس شخص کو جو تیری نافرمانی کرے)

اللہ ورسول کی اطاعت فرض ہے۔

- آپ نے لکھا ہے کہ: اور ظلم پر ظلم یہ ہے کہ اخوان طریقت کے درمیان قطع تعلقی کی شرط کیا معنیٰ رکھتی ہے۔

تبصرہ قطع تعلقی ہی سے واضح ہوتا ہے کہ یہ شخص اُس کے نظریات سے متفق نہیں۔اور صحیح بخاری میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ (مسند احمد۔ ابو داؤد)

جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ اُس قوم میں سے ہے۔

عقائد و اعمال میں اہل السنت و الجماعت کے عقائد و اعمال کے مطابق عقیدہ رکھنے اور عمل کرنے والا قیامت کے روز سفید چہرے کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔ اور اہلِ بدعت سے عقائد و اعمال میں مشابہت

رکھنے والا سیاہ چہرہ کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔ جیسا کہ شروع میں آیت اور حدیث میں آپ پڑھ چکے ہیں۔

يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَ الْاَقْدَامِ ۚ۝۴۱ (سورہ رحمٰن آیت ۴۱ پ ۲۷)

گنہگار لوگ اپنے چہرے سے پہنچان لیے جائیں گے، پھر پکڑا جائے گا پیشانی کے بالوں سے اور قدموں سے۔

اس لیے اہل بدعت کو یہاں چھوڑیں گے اور اہل سنت کے ساتھ عمل میں مشابہت اختیار کریں گے تو ان شاء اللہ قیامت کے دن نورانی چہروں کے ساتھ اٹھائے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ہر بدعت سے بچائے اور ہر سنت پر عمل کی توفیق نصیب کریں۔ آمین

ضروری وضاحت آپ نے درمیان میں اپنا دکھ درد خوب دل کھول کر بیان کیا ہے۔ یہ آپ کا حق ہے۔ آخر میں آپ نے تسلیم کیا ہے کہ آپ کا جو انداز تحریر ہے علمی وقار کے خلاف ہے۔ علماء پر اس طرح کے بے ہودہ الفاظ چسپاں کرنا نہ شرعاً جائز ہیں نہ ہی آپ کے مرشد کو پسند آئے ہوں گے۔

(۱) "اس کتاب میں جو طرز و انداز اختیار کیا گیا ہے یہ ہمارے اکابرین رحمہم اللہ کا نہیں ہے۔ ہمارے اکابرین رحمہم اللہ کا طرز یہ تھا کہ وہ مسئلہ اور اس کی وضاحت و دلائل کو ذکر فرما دیتے۔ کسی خاص فرد یا

جماعت کو نشانہ نہیں بناتے تھے۔..... اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ طریقہ اس کتاب میں کیوں چھوڑا گیا؟

دراصل بات یہ ہے کہ دس پندرہ سال سے ہمارے مشائخ کرام کا نام لے کر طعن و تشنیع اور ذاتیات بنا کر بُرا بھلا کہا جا رہا تھا اور زخم پر زخم لگائے جا رہے تھے تو راقم نے ذاتی طور پر یہ صرف دفاعی کوشش کی ہے۔ جس پر مجھے تو اپنے شیخ مدظلہ کی ناراضگی کا خطرہ بھی ہے۔"[1]

تبصرہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

مومن کی تین نشانیاں ہیں۔ (پہلی) جب بولتا ہے، سچ بولتا ہے۔ (دوسری) جب وعدہ کرتا ہے، تو پورا کرتا ہے۔ (تیسری) جب اس کے ہاں امانت رکھی جائے، تو اس میں خیانت نہیں کرتا۔

اور منافق کی تین نشانیاں ہیں۔ (۱) جب بولتا ہے، جھوٹ بولتا ہے۔ (۲) جب وعدہ کرتا ہے، تو وعدہ خلافی کرتا ہے۔ (۳) جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرتا ہے۔[2]

اور مسلم شریف میں چار خصلتیں بیان کی گئی ہیں ان میں (۴) یہ ہے کہ جب جھگڑا کرے تو آپے سے باہر ہو جائے۔ دوسری حدیث میں وَ لَا تسخر باحدٍ من الناس کسی کا مذاق مت اڑا۔

---

[1] کتاب ھذا ص ۳۸ مصنفہ حفیظ اللہ

[2] سیرت امام ابو حنیفہ ص ۸۰ مطبوعہ مرحبا اکیڈمی

اس فرمان نبوی ﷺ کی روشنی میں علمی بحث میں سنجیدگی ہی مومن کو زیب دیتی ہے۔ غصہ میں بعض اوقات تکبر، غرور، غیبت، چغلی اور جھوٹ بھی زبان سے انتقامی طور پر نکل جاتا ہے اور یہ سب چیزیں شیخ کو معلوم ہوں تو واقعی اُن کو ناراض ہونا چاہیے۔

تصوف و سلوک میں تو اصلاح نفس میں یہ تعلیم دی جاتی ہے کہ خارش زدہ کتّے کو بھی اپنے سے اچھا سمجھو اور اگر کُتّے سے بھی اپنے آپ کو اچھا سمجھے تو وہ تصوف کی لائن میں کچھ بھی شمار نہیں ہوتا۔ اصلاح نفس غصے کو مارنے اور اپنے آپ کو کچھ نہ سمجھنے سے ہوتی ہے۔

آپ نے غصے میں اکابر کی اولاد کو وہ سنائی ہیں کہ شیطان بھی کان پکڑتا ہوگا، اور ہنستا ہوگا اور اللہ کے ہاں مذکورہ شخصیات میں اگر کوئی بھی ولی اللہ شمار ہوتا ہو تو پھر اس کا مسئلہ تو خطرناک شکل اختیار کرلے گا۔

کیوں کہ حدیث قدسی ہے کہ

عن ابی هريرة رضي الله عنه قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اِنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ قال: مَنْ عَادٰى لِيْ وَلِيًّا، فَقَدْ اٰذَنْتَهٗ بِالْحَرْبِ [1]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد یہ منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: جو شخص میرے کسی ولی سے دشمنی کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ اعلان جنگ کرتا ہوں۔

---

[1] بخاری شریف ج ۸ باب التواضع

جو اللہ کے ولی کو تکلیف پہنچائے، اللہ کا اُس سے اعلان جنگ ہے۔ اور جب بادشاہ اعلانِ جنگ کرتا ہے تو جس سے وہ اعلانِ جنگ کرتا ہے اُس کی عزیز ترین چیز کو قبضہ میں لیتا ہے۔ اگر اللہ اعلان جنگ کرتا ہے تو انسان کے سینے میں عزیز ترین چیز "ایمان" ہے۔ ایسے موقع ایمان کے سلب ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔

اللہ نے یہی حکم دیا ہے

يَآَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ (الحجرات ۱۱)

اے مومنو! کوئی قوم کسی قوم سے تمسخر نہ کرے، ممکن ہے وہ لوگ ان سے بہتر ہوں)

آپ کے شاید علم میں نہیں ہو گا بندہ راقم الحروف ۱۶ جنوری ۱۹۷۰ء بروز جمعہ راولپنڈی میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوا تھا اور اسی موقع پر حضرت مولانا محترم عزیز الرحمٰن صاحب ہزاروی مدظلہ‘ بھی حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے تھے۔ اس نسبت سے ہم دونوں پیر بھائی ہیں۔ بلکہ حضرت ہزاروی مدظلہ‘ جب ملاقات کرتے ہیں تو بندہ سے یہ کہتے ہیں کہ ہم دونوں پیر بھائی ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد بندہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہو گیا۔ اور

مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی مدظلہ، حضرت صوفی محمد اقبال صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہو گئے تھے۔ اس کے بعد اختلافی دلائل پر مضامین دونوں طرف سے شائع ہونے شروع ہو گئے۔

۱۹۹۲ء میں بندہ حرمین شریفین کے مبارک سفر پر جب مدینہ منورہ حاضر ہوا تو تقریباً ۱۰ روز روزانہ حضرت صوفی محمد اقبال صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حاضر ہوتا رہا۔ اُس وقت تک ابھی دونوں بزرگوں کا اختلاف کُھل کر ظاہر نہیں ہوا تھا۔ جب مکہ معظّمہ بندہ حاضر ہوا تو وہاں کم و بیش تین ماہ تک قیام رہا۔ اس دوران مولانا ملک عبدالحفیظ صاحب مکی رحمۃ اللہ علیہ کی قیام گاہ پر حاضری بھی ہوئی۔ ملاقات ہوئی اور ”ذکر بالجہر کی مجلس“ کا آنکھوں دیکھا منظر دیکھا۔ اس لیے جب اختلاف تداعی کے ساتھ ذکر بالجہر کی مجالس قائم کرنے کے بارے میں دونوں طرف سے دلائل سامنے آئے تو مسئلہ سمجھنے میں دیر نہ لگی۔

کیوں کہ حضرت قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا موقف یہ تھا کہ ذکر اللہ تو کریں۔ مسنون تسبیحات سالکین کو بتاتے تھے اور اسم ذات کی کثرت کرنے کی بھی تاکید کرتے تھے۔ لیکن تداعی کے ساتھ ذکر کرنے کے لیے ”مجالس ذکر“ کے نام سے مجلس منعقد کر کے ”ذکر بالجہر“ کرنے کو فقہ حنفی کی روشنی میں بدعت قرار دیتے تھے۔

اصل اختلاف ذکر اللہ سے منع کرنے کا ہرگز نہیں ہے۔ اختلاف یہ

ہے کہ ذکر اللہ سنت طریقہ کے مطابق انفرادی طور پر ذاکرین اپنی اپنی جگہ کریں جو کہ مسنون طریقہ ہے۔ اس طریقہ پر کوئی مجالس ذکر میں بیٹھ کر اپنا اپنا انفرادی ذکر کرے تو جائز ہے۔ ہر روز جیسا کہ مساجد میں نمازی اذان سے قبل یا بعد آکر اپنی اپنی جگہ کوئی نوافل میں، کوئی تلاوت میں لگ جاتا ہے، کوئی ذکر خفی کرتا ہے، لیکن انفرادی طور پر کرتا ہے۔ کسی نے نہیں روکا، ایسی "مجالس ذکر" کا کوئی مخالف نہیں۔ ہاں نماز کے بعد جو بریلوی حضرات "اجتماعی ذکر بالجہر" کرتے کراتے ہیں، اکابر دیوبند سب اس کو بدعت کہتے ہیں۔ اس میں کسی نے یہ نہیں کہا کہ یہ جائز ہے، کیوں کہ یہ "خلاف سنت" ہے۔

آپ نے اپنے دلائل جو دیے ہیں، ان پر مزید اگر آپ کا جواب آیا تو عرض کر دیا جائے گا۔ کیوں کہ اس پر کتابیں کئی شائع ہو چکی ہیں۔ دونوں طرف کے دلائل سب کو معلوم ہو چکے ہیں اب تکرار ضروری نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی رضا نصیب کریں۔

قولِ فیصل "آفتابِ سنت" و کتاب "احیاءِ سنت" میں ہے۔ یہ دونوں کتابیں بھی ارسال کر رہا ہوں۔ واللہ الھادی

والسلام خادم اہل سنت عبد الوحید الحنفی

۲۲ رجب ۱۴۳۸ھ بعد العصر

۲۰ اپریل ۲۰۱۸ء بروز جمعرات

جوابی مکتوب مولانا حفیظ اللہ صاحب بنام عبدالوحید الحنفی

محترم ومکرم جناب مولانا عبدالوحید حنفی صاحب مدظلہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ مزاج بخیر۔

بندہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے امتحانات کی نگرانی سے جمعرات شام گھر پہنچا تو آنجناب کا شفقت نامہ بمعہ چند کتب موصول ہوا۔ جس کو جلدی سے دیکھا اور آنجناب کی جوابی تاکید کو اور جوابی لفافہ کو دیکھ کر فوراً شکریہ ادا کرنے کی غرض سے خط لکھ رہا ہوں۔ اوّلاً تو آپ کا بہت مشکور ہوں کہ آپ نے کتاب کو پڑھا۔ اور اصلاح کی نیت سے آپ نے کچھ امور کی نشاندہی کی ہے۔ بندہ کی درخواست یہ ہے کہ بقیہ امور بھی جو قابلِ اصلاح سمجھتے ہیں، ان کی نشاندہی بھی فرمادی جائے۔ تو ان شاء اللہ آئندہ ایڈیشن میں قابل اصلاح پہلوؤں کی اصلاح کر دی جائے گی۔ اس ماہ مصروفیات بہت زیادہ ہیں، کچھ تعلیمی اور گھریلو امور ہیں۔ ان شاء اللہ فرصت ملتے ہی آپ کی کتب کا مطالعہ کر کے مزید شکریہ ادا کروں گا۔ والسلام

محتاج دعا حفیظ اللہ

دار العلوم ربانیہ پھلور ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ

۲۸ اپریل ۲۰۱۷ء

مکتوب ابنام مولانا سعید یوسف صاحب پلندری

منجانب عبدالوحید الحنفی آز چکوال

۲۵ رجب ۱۴۳۸ھ ۲۳ اپریل ۲۰۱۷ء

بروز اتوار بوقت ۶ بجے صبح

بخدمت جناب حضرت مولانا محمد سعید یوسف صاحب مدظلہ' پلندری

ابنِ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب پالندری رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔ اخبارات میں آپ کے بیان پڑھنے کا اتفاق ہوتا رہتا ہے۔ چند سال قبل جامعہ حنفیہ جہلم میں آپ کی تقریر سُننے اور زیارت کرنے کی سعادت بھی ملی۔ خط و کتابت کرنے کا کئی بار ارادہ کیا لیکن پھر ایسا کرنے کی نوبت نہ آئی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی رضا نصیب کریں۔ آمین

(۲) صورت حال یہ ہے کہ حال ہی میں مولانا حفیظ اللہ صاحب مدرس جامعہ دارالعلوم ربانیہ بستی ریاض المسلمین اڈا پھلور ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ نے ایک کتاب بنام "مجالس ذکر اللہ کے خلاف سازشیں" تصنیف کی ہے۔

اس کتاب کے ص ۱۸۲ پر انہوں نے جھوٹ نمبر ۲ کے عنوان سے لکھا ہے:

"علامہ عبدالرحیم صاحب اور حسانی صاحب نے مولانا جمیل الرحمٰن صاحب کے ساتھ مفتی اور مجاز بیعت لکھا ہے، جبکہ راقم نے مولانا محمد سعید یوسف پالندری صاحب مدظلہ'(جو کہ حضرت قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مولانا محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ پالندری کے بیٹے ہیں) سے سنا کہ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صرف دو ہی خلیفہ تھے۔ ایک مولانا محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ پالندری کشمیر سے اور دوسرے مولانا سومرو سندھ میں۔" (مجالس ذکر اللہ کے خلاف سازشیں ص ۱۸۲ مؤلفہ حفیظ اللہ)

تحقیق طلب یہ مسئلہ ہے کہ کیا واقعی آپ نے اُن سے یہ فرمایا تھا؟ یا انہوں نے آپ سے روایت جھوٹ منسوب کی ہے؟

(۳) مولانا حفیظ اللہ صاحب نے یہ روایت کتاب میں لکھنے سے قبل کیا فون سے آپ سے یہ تحقیق کر کے روایت لکھی یا آپ سے خط و کتابت کے ذریعہ تحقیق کر کے یہ روایت درج کی؟ اس روایت کے بارے میں جو صورت حال ہو اُس سے مطلع فرمائیں۔ نوازش ہو گی۔ جزاک اللہ

دعاؤں میں یاد رکھیں۔ والسلام

خادمِ اہل سنت عبدالوحید الحنفی
مدنی جامع مسجد چکوال

مکتوب ۲ بنام مولانا محمد سعید یوسف صاحب

منجانب عبدالوحید الحنفی از چکوال
۲۵ رجب ۱۴۳۸ھ ۲۳ اپریل ۲۰۱۷ء
بروز اتوار بوقت ۷ بجے صبح

بخدمت جناب حضرت مولانا محمد سعید یوسف صاحب مدظلہٗ پلندری

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ایک گھنٹہ قبل ایک عریضہ آپ کے نام لکھا جس میں مختصر ایک روایت کی تصدیق مطلوب تھی۔ خط کی تکمیل کے بعد خیال آیا کہ زندگی میں وہ پہلا خط تھا، اب سلسلہ شروع کیا ہے تو مکتوب ۲ میں کچھ نقوشِ زندگی کا مزید تذکرہ ہو جائے تاکہ علم میں اضافہ ہو جائے۔

راقم الحروف عبدالوحید الحنفیؔ ۱۱ مئی ۱۹۴۹ء مطابق ۱۲/ رجب ۱۳۶۸ھ کو پیدا ہوا۔ اس طرح ماہِ رواں رجب المرجب کی ۱۲ تاریخ کو ہجری کے حساب سے بندہ کی عمر ۷۰ سال مکمل ہو چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ خاتمہ بالخیر کریں اور ہم سب کو اپنی رضا نصیب کریں۔ آمین

(۲) بندہ نے ۲۸ جنوری ۱۹۵۵ء میں پہلی بار حضرت مولانا قاضی مظہر حسین ؒ کی زیارت چکوال میں ہی کی۔ اس طرح ۶۲ سال حضرت قاضی صاحب کی زیارت کو ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آخری سانس تک ایمان سلامت رکھیں۔ آمین

(۳) جامعہ اظہار الاسلام کی شوریٰ کے ایک اجلاس میں یکم ذیقعدہ

۱۳۹۰ھ مطابق ۲۹ دسمبر ۱۹۷۰ء میں باضابطہ طور پر راقم الحروف عبدالوحید حنفی کو جامعہ اظہار الاسلام میں مدرس مقرر کر دیا گیا تھا اور معاون نائب ناظم دفتر کی خدمت پر بھی مامور کر دیا گیا تھا۔

اس طرح حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے روزِ انتقال ۲۶ جنوری ۲۰۰۴ء مطابق ۳ ذی الحجہ ۱۴۲۴ھ تک ۳۴ سال تک حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت و خدمت کی سعادت مسلسل نصیب ہوتی رہی۔ اللہ تعالیٰ اپنی بخشش سے نواز دیں۔ آمین

(۴) حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے دورہ حدیث شریف کرنے کے لیے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور پھر دو سال وہاں اکابر علمائے دیوبند اور حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے فیض پایا۔

(۵) واپس تشریف لائے اور "جامعہ اظہار الاسلام" چکوال کے نام سے ادارہ قائم کیا۔ اس طرح شعبان ۱۳۵۸ھ مطابق ۱۹۳۹ء دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد آپ نے تبلیغی کام شروع کیا۔

(۶) اپنے استاد حضرت مولانا اعزاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ شیخ الادب دارالعلوم دیوبند کے ذریعہ حضرت شیخ العرب و العجم سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے غائبانہ بیعت کے لیے عریضہ لکھا۔ شیخ العرب و العجم حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے غائبانہ بیعت منظور فرمالی اور فرمایا کہ پچیس ہزار مرتبہ اسم ذات "بغیر جہر" اور بغیر کسی تعین وقت کے ہر روز پورا کر لیا

خادم اہلسنت عبدالوحید

کریں۔[1]

(۷) حضرت شیخ الاسلام مدنی رحمہ اللہ نے اپنے ایک مکتوب میں حضرت قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ کو لکھا کہ:

"۲۵ ہزار ذکر لسانی پر مداومت فرمایئے اور جس قدر اس میں زیادتی ممکن ہو عمل میں لاتے ہوئے ذکر قلبی کی طرف بھی توجہ فرمایئے۔ یعنی قلب جو کہ بائیں پستان سے چار انگل نیچے ہے تصور کیجیے کہ اس سے لفظ اللہ برابر نکلتا ہے۔

ذات مقدسہ چوں کہ محبوب قلب ہے اور حسب قاعدہ من احب شیءا اکثر ذکرہ۔

قلب بے چینی کے ساتھ محبوب حقیقی کو یاد کرتا ہے۔ اس میں ذکر لسانی کو کوئی دخل نہ دیجیے فقط دھیان اور تصور ہو۔ اور خیال ہی خیال میں ذکر کرتے ہوئے کم از کم دو ہزار مرتبہ روزانہ ایک ہی مجلس میں یا متعدد مجالس میں اس کو پورا کیجیے۔

جو حرکت سینہ میں محسوس ہوتی ہے سلطان الاذکار کا مقدمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ روز افروں ترقی عطا فرمائے اور ما سوی اللہ سے کُلی انقطاع نصیب ہو۔ آمین

حصول زیارتِ مقدسہ مبارک ہو۔...... الخ"

---

[1] حوالہ مکتوب مولانا اعزاز علی صاحب رحمہ اللہ ۸ جمادی الثانیہ ۱۳۶۱ھ مطابق ۲۲ جون ۱۹۴۲ء مطبوعہ شیخ الادب نمبر ماہنامہ حق چار یار رضی اللہ عنہم

یہ مکتوب حضرت حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے سہلٹ سے ۸ رمضان ۱۳۶۴ھ مطابق ۷/ اگست ۱۹۴۵ء کو تحریر کیا جو کہ مکتوبات شیخ الاسلام حضرت مدنی ج ۴ ص ۱۰۹ پر حضرت قاضی صاحب کے نام خطوط میں شائع ہوا۔ ایک دوسرے مکتوب میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا:

"میں پہلے بھی غالباً آپ کو لکھ چکا ہوں کہ آپ کو اجازت ہے جو بھی آپ سے بیعت ہونے کی درخواست کرے اس کو بیعت کر لیا کریں اور اشغال سلوک تلقین فرما دیا کریں، اللہ تعالیٰ فضل فرمائے گا۔ اتباعِ سنت کا ہمیشہ اور ہر امر میں خیال رکھیں۔...... الخ (مکتوب مدنی بنام قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۷ ربیع الاول ۱۳۶۹ھ۔ ۲۸ دسمبر ۱۹۴۵ء مکتوبات شیخ ج ۴)

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کے مطابق حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دور تربیت میں بھی انفرادی مجلس ذکر میں سلوک کی منازل طے کیں۔ اور تکمیل کے بعد جب آپ کو اجازت بیعت کا ارشاد ہوا تو آپ نے بھی اپنے سلوک و طریقت کے سالکین کو انفرادی مجلس ذکر کی صورت میں ذکر کرنے کی تلقین کی۔

اسی طرح قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے زندگی بھر سنت کے مطابق ذکر کیا اور جو مرید ہوتے تھے اُن کو انفرادی ذکر کرنے کی تلقین کرتے تھے اور مروجہ مجالس ذکر کے نام سے کبھی بھی کوئی ذکر بالجہر،

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی

تداعی کے ساتھ مجلس قائم کر کے نہ کیا اور نہ کرایا۔

اور پھر حضرت قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دنیا سے چلنے سے ایک ہفتہ قبل جو اپنا وصیت نامہ لکھایا اس میں فرمایا کہ: بندہ نے حسب ذیل حضرات کو بیعت توبہ کی اجازت دی ہے۔

(۱) حضرت مولانا محمد یوسف صاحب شیخ الحدیث پلندری آزاد کشمیر (اسمِ ذات کی کثرت سے ان کو بھی ان شاء اللہ نسبت حاصل ہو سکتی ہے)

(۲) جناب مولانا فضل احمد صاحب مدرس جامعہ امدادیہ فیصل آباد (جو حضرت مولانا محمد امین شاہ صاحب مخدوم پور والوں کے داماد ہیں)

(۳) حضرت مولانا جمیل الرحمٰن صاحب تاجک حضرو حال مقیم چکوال

(۴) حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب بمقام جنھان ضلع حیدر آباد

موصوف کی استعداد اچھی ہے، احوال عمدہ ہیں۔ ان کو نسبت حاصل ہے مگر ابھی رسوخ نہیں۔ اب میں مولانا حبیب الرحمٰن صاحب کو بیعت سلوک کی اجازت دیتا ہوں۔ بیعت توبہ یا بیعت سلوک مقصد یہ ہے کہ شیخ العرب و العجم حضرت مدنی قدس سرہٗ کے فیوضات سے لوگ مستفید ہوں۔ مذکورہ حضرات مکتوبات شیخ الاسلام سے راہنمائی حاصل کریں اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات سے بھی استفادہ کرتے رہیں۔ (وصیت نامہ مطبوعہ ص ۱۰ اگست ۲۰۰۴)

قول صادق اس وصیت نامہ کی کاپی بندہ راقم الحروف نے حضرت

قاضی صاحب رحمہ اللہ کے انتقال کے بعد حضرت مولانا محمد یوسف صاحب، شیخ الحدیث دارالعلوم پلندری کے نام بھی ارسال کر دی تھی اور ساتھ ہی ایک خط بھی ارسال کیا تھا۔ جس کا حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد یوسف رحمہ اللہ نے اُسی موقع پر بندہ کو جواب بھی بھیجا تھا جو کہ بندہ کی کتاب نقوشِ زندگی ج۲ کے ص۱۱۹ پر شائع ہو گیا ہے۔ امید ہے کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ کی ڈاک میں آپ نے پڑھے ہوں گے۔ اس مکتوب کے جواب میں حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمہ اللہ نے بندہ کو لکھا:

"محترم جناب حافظ صاحب دام مجدہٗ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ جناب کا مکرمہ نامہ ملا ہے۔ آپ کی مہربانی کا شکر گزار ہوں۔ حضرت اقدس مرحوم نے غائبانہ مجھے بیعت کی اجازت فرمائی تھی۔ اس ناچیز نے ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کچھ امور کے بارے میں راہنمائی کی درخواست کی تھی، مگر میرے خیال میں میرا عریضہ ان کو اس وقت ملا جبکہ وہ کچھ فرمانے کی حالت میں نہ تھے۔ اس لیے اس کا جواب نہ ملا، خط شاید ان کے کاغذات میں محفوظ ہو گا۔ (اقتباس خط مولانا محمد یوسف صاحب نقوش زندگی ج۲ ص۱۱۹)

مکمل مکتوب کے مطالعہ کے لیے نقوش زندگی جلد اوّل و دوم مکمل ارسالِ خدمت ہے۔ اسی طرح "وصیت نامہ" مطبوعہ ۲۰۰۴ء کا ایک نسخہ بھی ارسالِ خدمت ہے۔

آپ کے شاید علم میں نہ ہو کہ بندہ راقم الحروف عبد الوحید الحنفی کو ۱۶ جنوری ۱۹۷۰ء مطابق ۶ ذیقعدہ ۱۳۸۹ھ بروز جمعہ جامع مسجد زکریا راولپنڈی میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سہارنپوری ثم مدنی کی بیعت کرنے کی سعادت ملی۔ اور پھر مصافحہ کرتے ہوئے بندہ نے حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو "السلام علیکم ورحمۃ اللہ" کہنے کے ساتھ عرض کیا کہ حضرت کوئی وظیفہ بتائیں! حضرت شیخ الحدیث صاحب نے سلام کا جواب دینے کے ساتھ فرمایا:

"۵۰۰ بار درود شریف پڑھ لیا کرو"۔ اس طرح حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ہم کلامی کا شرف بھی نصیب ہو گیا اور ذکر کا سبق لینے سے شاگردی کی سعادت بھی کچھ اس صورت میں نصیب ہو گئی۔ اور بیعت اور مصافحہ کرنے سے روحانی فیض کی لائن بھی جڑ گئی۔ اللہ تعالیٰ آخر تک قائم ودائم رکھیں آمین

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سہارنپوری کے انتقال کے بعد بندہ نے حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کرنے کی سعادت حاصل کی۔ آپ نے ذکر میں مسنون تسبیحات بتائیں اور خصوصی طور پر بندہ کو ایک مکتوب میں لکھا:

آپ کو بھی بشرط ذکر وریاضت مدنی سلسلہ سے مقدر حصہ ملے گا۔ بفضلہٖ تعالیٰ آپ بھی اسمِ ذات کی کثرت رکھیں۔[1]

---

[1] مکتوب ۱۵۔ بنام عبد الوحید حنفی

ایک دوسرے مکتوب میں لکھا

تلاوت قرآن اور درود شریف کے علاوہ اسم ذات اللہ کی کثرت رکھیں۔ قلب کی طرف توجہ کر کے دل میں پڑھتے رہیں۔ اسمِ ذات کے اندر نور ہے۔ غیر اللہ کی ظلمتیں کافور ہو جاتی ہیں اور مقصود حیات حاصل ہوتا ہے۔(مکتوب ۷ ابنام عبدالوحید حنفی)

ایک اور مکتوب میں لکھا

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ

یعنی دلوں کو اطمینان ذکر الٰہی سے ہی ہو گا۔

کیوں کہ ذکر روح کی غذا ہے۔ نماز بھی اعلیٰ درجے کا ذکر ہے۔ فرمایا اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِی (میرے ذکر میں نماز قائم رکھیں) تلاوتِ قرآن بھی ذکر ہے۔ لیکن ایک ذکر وہ ہے جو صوفیائے کرام کے نزدیک خصوصی ذکر ہے مثلاً اسم ذات کا ذکر، نفی اثبات کا ذکر یعنی لآ اِلٰہَ الا اللہ اس کا مخصوص فائدہ ہے۔ ...... اسم ذات اللہ اللہ جتنا ہو سکے کرتے رہیں۔[1]

قول فیصل حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی میں کبھی بھی تداعی کے ساتھ مجلس ذکر کا انعقاد نہیں کیا۔ انفرادی ذکر میں ہی تاکید اور تلقین کیا کرتے تھے۔

جب بعض مشائخ نے تداعی کے ساتھ "ذکر بالجہر کی مجالس" کا اپنی

---

1 مکتوب ۱۸ ابنام عبدالوحید حنفی۔ مطبوعہ نقوشِ زندگی ج ۲ ص ۴۸

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی

خانقاہوں میں پابندی سے انعقاد شروع کیا تو آپ نے بار بار اُن کو سمجھایا کہ ذکر اللہ کی تاکید اور تلقین تو ضرور کریں لیکن اجتماعی صورت میں "ذکر بالجہر کی مجالس" قائم نہ کریں۔ کیوں کہ:

"اکابر نے جو انفرادی طور پر ذکر جہر کی اجازت دی ہے وہ بغرض علاج ہے۔ خود جہر مقصود نہیں ہے۔ بہر حال مروجہ مجالس ذکر بوجہ تداعی عام وغیرہ کے بدعت ہیں، ان کو ترک کرنا چاہیے۔ اکابر اہل سنت دیوبند قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ اور شیخ العرب و العجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ نے کبھی اجتماعی طور پر ذکر جہر کی مجالس منعقد نہیں کیں۔"[1]

حضرت قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ نے اس مضمون میں جو کہ ۹ ستمبر ۱۹۹۸ء مطابق ۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۹ھ میں جو آپ نے ماہنامہ حق چار یار رضی اللہ عنہم لاہور کے حضرت جہلمی رحمہ اللہ نمبر کے لیے لکھا اور حضرت جہلمی نمبر مطبوعہ ج ۱۱ شمارہ ۱۱ نومبر ۱۹۹۸ء میں شائع ہوا۔

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ کے سلسلہ میں یہی معمول ہے کہ ذکر انفرادی کیا جائے اور مجالس ذکر کے نام سے تداعی کے ساتھ ایسی مجالس کا انعقاد نہ کیا جائے۔ اگر کسی بزرگ سے یہ منقول بھی ہے تو ان بزرگوں سے یہ بھی منقول ہے کہ ایسی مجالس کا انعقاد نہ

---

[1] مضمون مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ مطبوعہ حضرت جہلمی نمبر

فرض ہے، نہ واجب ہے، نہ سنت ہے۔ اور پھر جب ہم امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد ہیں تو اُن کا بھی یہی ارشاد ہے۔ انہوں نے امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو جو وصیتیں فرمائیں ان میں ایک وصیت یہ تھی:

وَلَا تَحْضُرُ مَجَالِسَ الذِّكْرُ

اور تم مجالس ذکر میں حاضر مت ہونا۔[1]

ظاہر ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ نے یہ وصیت اس قسم کی مجالس ذکر کے متعلق فرمائی ہے جو بدعات و منکرات پر مشتمل ہوں۔ جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی مجالس اس قسم کی قائم کرنے سے روکا تھا۔

خادم اہلسنّت عبد الوحید حنفی

- حضرت قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مضمون میں یہ لکھا ہے (زیر آیت وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِيْفَةً وَّ دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ وَ لَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ۝۲۰۵ (سورہ الاعراف آیت ۲۰۵)

اے شخص! اپنے رب کی یاد کر اپنے دل میں عاجزی کے ساتھ اور خوف کے ساتھ اور زور کی آواز کی نسبت کم آواز کے ساتھ صبح اور شام (یعنی علی الدوام) اہل غفلت میں شمار مت ہونا۔ (حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)

اس آیت میں انفرادی طور پر بھی آہستہ آواز سے ذکر کرنے کا حکم

---

[1] الاشباہ و النظائر مع شرحۃ الحموی ج ۴۔ تحت الفن السابع و مجموعہ وصایا امام اعظم مرتبہ حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب بلند شہری ص ۴۴ مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی

دیا گیا ہے۔ چہ جائیکہ جماعتی طور پر بلند آواز سے ذکر کیا جائے۔ تعجب ہے کہ مروجہ مجالس ذکر کے داعی حضرات اس حکم خداوندی کو کیوں نظر انداز کرتے ہیں۔ (مضمون مولانا قاضی مظہر حسین۔ حضرت جہلمی نمبر مطبوعہ لاہور)

- ہمارے اکابرین میں بڑے اکابر میں حضرت مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ (المولود شوال ۹۷۱ھ المتوفیٰ ۲۰ صفر ۱۰۳۴ھ) اپنے مکتوبات میں ایک واقعہ لکھتے ہیں کہ میں نے حضرت خواجہ باقی باللہ سے سُنا ہے کہ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہٗ علمائے بخارا کو جمع کر کے حضرت امیر کلال قدس سرہٗ کی خانقاہ میں لے گئے۔ تا کہ ان کو ذکر جہر سے منع کریں۔ علماء نے حضرت امیر کلال رحمہ اللہ کی خدمت میں عرض کیا کہ: "ذکر جہر بدعت ہے، نہ کیا کریں"۔ امیر کلال رحمہ اللہ نے جواب میں فرمایا: "بہت اچھا، نہ کریں گے"

جب اس طریقہ کے بزرگوار ذکر جہر سے منع کرنے میں اس قدر مبالغہ کرتے ہیں تو پھر سماع ورقص اور وجد کا کیا ذکر؟ وہ احوال و مواجید جو غیر شرح اسباب پر مرتب ہوں، فقیر کے نزدیک استدراج کی قسم سے ہیں" (مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی ج۱، مکتوب ۲۶۶)

- ظاہر ہے ہم فقہ میں امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مقلد ہیں اور حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ بھی فقہ میں امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مقلد تھے۔ بزرگوں کے تفردات پر عمل کرنے میں بھی ہمارے لیے

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی رائے کے مطابق اپنے حلقہ احباب میں ذکر کا سبق تلقین کرتے وقت انفرادی ذکر اللہ کی کثرت کرنے کی تاکید کرنی چاہیے۔ اور دیکھا دیکھی تفردات میں بھی بدعات سے بچنے کی یہی صورت بہتر ہے کہ مروجہ مجالس ذکر کی جو مجالس قائم کر کے انعقاد مجالس ذکر بالجہر کا جو سلسلہ چل نکلا ہے، اس کو ختم کر کے سنت کے مطابق انفرادی طور پر ذکر کرنا اور کرنے کی ترغیب دینی چاہیے۔ تاکہ سنت کا نور پھیلے اور بدعات کا اندھیرا دور ہو۔

امید ہے کہ اس بارے میں آپ حضرت مجدد صاحب رحمہ اللہ کے ارشاد کو ترجیح دیں گے۔ اپنے خیالات سے مطلع کریں تاکہ ایک دوسرے کی راہنمائی کر کے عنداللہ ماجور ہوں۔

طالب دعا و جواب

خادمِ اہل سنت عبد الوحید الحنفیؔ

مدنی جامع مسجد چکوال

نوٹ حضرت مولانا سعید یوسف صاحب مد ظلہٗ کو یہ دونوں مکتوب ۲۵ رجب ۱۴۳۸ھ مطابق ۲۳ اپریل ۲۰۱۷ء کو ارسال کر دیے گئے تھے۔ لیکن آپ کی جانب سے ان خطوط کے بارے میں کوئی جوابی مکتوب ۲ صفر المظفر ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۳/ اکتوبر ۲۰۱۸ء تک راقم الحروف عبد الوحید الحنفیؔ کو موصول نہیں ہوا۔

(۳) راقم الحروف کا جوابی مکتوب بنام مولانا نثار احمد صاحب

۲۲ ذیقعدہ ۱۴۳۱ھ

۱۳۱ اکتوبر ۲۰۱۰ء

محترم جناب حافظ نثار احمد صاحب الحسینی زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

امید ہے آپ بخیریت ہوں اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی رضا نصیب فرمائیں۔ آمین۔

آپ کے مکتوب ملنے پر ۲۱ ذیقعدہ ۱۴۳۱ھ مطابق ۱۳۰ اکتوبر ۲۰۱۰ء کو ایک مختصر عریضہ کے ساتھ ایک کتاب اجتماعی ذکر کی مجلسوں کا شرعی حکم۔ مؤلفہ مولانا مفتی محمد رضوان صاحب۔ ناشر ادارہ غفران کوہاٹی بازار راولپنڈی ارسال کی تھی۔ امید ہے کہ آپ کو مل گئی ہو گی۔ اب آپ کے مکتوب کا جواب تحریر کیا جارہاہے۔

حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے مقالہ مجالسِ ذکر مشمولہ ماہنامہ الارشاد اٹک کے متعلق لکھا تھا:

”اپنی کم علمی اور کم فہمی کی وجہ سے غلط استدلال پیش کیے ہیں، اور بعض حوالہ جات پیش کرنے میں خیانت بھی کی ہے۔ کاش کہ وہ یہ مضمون نہ لکھتے اور جو دماغ اور وقت انہوں نے اس میں صرف کیا ہے اور بطور مشن وہ محنت کر رہے ہیں، اتنا وقت وہ اپنی اصلاح میں لگاتے تو کچھ کام بن جاتا۔

انہوں نے حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس ذکر کو بھی بطور حجت پیش کیا ہے اور بعض دوسرے حضرات بھی پیش کرتے رہے ہیں۔ اس کے جواب میں عرض ہے کہ:

(۱) فعل مشائخ حجت نہ باشد۔

(۲) بزرگوں کے بعض تفردات ہوتے ہیں جو قابلِ اتباع نہیں ہوتے۔

چناں چہ حضرت لاہوری اولیاء اللہ کے مزاروں کی زیارت کے لیے سفر کرنے کو بھی ناجائز قرار دیتے ہیں۔ چناں چہ فرمایا:

زندہ دلی کی زیارت کے لیے سفر کر کے جانا جائز ہے۔ لیکن اولیائے کرام کے مزارات پر سفر کر کے جانا منع ہے۔ میری تحقیق یہی ہے اور اگر کسی اور کام کے لیے کسی جگہ جائیں تو پھر اولیاء کرام کے مزارات پر فاتحہ خوانی کے لیے حاضری دینا جائز ہے۔[1]

حالاں کہ اکابر مشائخ اہل سنت دیوبند اس کو جائز قرار دیتے ہیں۔ چناں چہ حضرت مدنی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

نیز اولیاء اللہ اور مشائخ کے مزاروں کی زیارت سے مشرف ہوا کرے۔ اور فراغت کے اوقات میں ان کے مزاروں پر بیٹھ کر ان کی روحانیت کی طرف توجہ کرے۔ (سلاسل طیبہ مؤلفہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ)

اور حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے متوسلین اور خلفاء نے بھی غالباً حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی مندرجہ تحقیق پر عمل نہیں کیا اور وہ مزارات اولیاء کے

---

1 مجلس ذکر ج۳ ص۲۶۔ حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

لیے سفر کرتے رہتے ہیں۔

ذکر جہر کا مقصد

عرض یہ ہے کہ ذکر جہر کا مقصد یہ ہے کہ تمام خیالات ایک جگہ بند ہو جائیں۔ نہ ذکر زیادہ بلند آواز سے کرنا چاہیے نہ بہت آہستہ آہستہ۔ بعض نووارد آجاتے ہیں جن کو اس بات کا علم نہیں ہوتا۔ اس لیے وہ بہت زیادہ بلند آواز سے ذکر کرنے لگتے ہیں۔ تربیت یافتہ احباب کا فرض ہے کہ ان کو روک دیا کریں۔ آہستہ سے کان میں کہہ دیں کہ اتنا زور نہ لگائیں۔

ایک دفعہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بلند آواز سے ذکر کر رہے تھے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی بہرے کو تو نہیں سنا رہے۔[1]

(۲) حضرت مولانا عبید اللہ انور رحمہ اللہ نے فرمایا:

(۱) حضرت فرمایا کرتے تھے کہ یہ مجلس ذکر فرض، واجب یا سنت نہیں ہے۔ اور نہ ہم کسی شخص پر اسے لازم قرار دیتے ہیں۔...... الخ

(۲) حضرت نے ایک مرتبہ مجلس ذکر موقوف کر دی تھی۔ اور اپنی بیماری اور بڑھاپے کا عذر پیش کیا تھا۔ حالاں کہ حضرت کا مزاج یہ تھا کہ انہوں نے کسی بھی حالت میں درسِ قرآن کا ناغہ نہیں کیا۔ مجلس ذکر کو موقوف کرنے کا ارادہ محض اس لیے ظاہر فرمایا تھا کہ لوگ اس کو فرض یا واجب

---

1 مجلس ذکر۔ ح۵، ص۸۔ ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۶ھ مطابق ۲۷ دسمبر ۱۹۵۶ء۔ ایضاً ملاحظہ ہو ہفت روزہ خدام الدین ۳۱ جولائی ۱۹۹۸ء۔

نہ سمجھنے لگ جائیں۔[1]

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت لاہوری کی مجلس ذکر اور مروجہ مجلس ذکر میں بڑا فرق ہے۔

اب تو مجالس ذکر خوب بلند آواز سے لاؤڈ سپیکروں کے ذریعہ کی جاتی ہیں۔ چناں چہ میں نے مولانا عزیز الرحمٰن صاحب ہزاروی کی لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ مجلس ذکر کی کیسٹ سنی ہے۔ مجلس ذکر کے اشتہارات شائع ہوتے ہیں اور لوگوں کو بلا بلا کر مجلس ذکر میں شامل کیا جاتا ہے۔ حالاں کہ کسی مستحب عبادت کے لیے (تداعی) لوگوں کو بلانا جائز نہیں۔2 (ملاحظہ ہو براہین قاطعہ از حضرت مولانا خلیل احمد صاحب

---

[1] ہفت روزہ خدام الدین لاہور۔۱۰ جولائی ۱۹۹۸ء بحوالہ مجلس ذکر ۱۰ فروری ۱۹۶۶ء۔

[2] مفتی محمد رضوان صاحب لکھتے ہیں:

مروجہ مجالس ذکر کی طرح مجالسِ میلاد کے مجوزی نے جو بعض واقعات سے استدلال کیا تھا۔ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ اس کے جواب میں تداعی نہ ہونے کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

نفسِ ذکر مولود مندوب استحسن ہے مگر صلوٰۃ نفل اس سے اعلیٰ اور افضل ہے کہ عمدہ عبادات اور افضل القربات اور غیر موضوع ہے۔ مگر بایں ہمہ بوجہ تداعی واہتمام کے کہ یہ اس میں مشروع ہیں بدعت لکھتے ہیں۔ یہاں ذکرِ مولود بھی گو مندوب ہے مگر تداعی واہتمام اس کا کہیں سلف سے ثابت نہیں بدعت ہووے گا۔ (براہین قاطعہ۔ ص ۱۵۳)

(۲) "وہاں جو لوگ جو جمع ہوئے یوم ولادت میں تو زیارت مکان کے واسطے جمع ہوئے اور وہاں جو صلاۃ وسلام اور ذکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کا تھا، وہ نفسِ ذکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا۔ چناں چہ بالکل ظاہر وبدیہی ہے۔ پس اس میں نہ اجتماع بتداعی ہوا تھا۔ (براہین قاطعہ ص ۲۶۵۔ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

(۳)اور مسلم شریف کی ایک حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

لاریب جمع ہو کر قرآن آہستہ پڑھنا درست ہے، مگر وہ جمع مباح ہونا چاہیے۔ سو حدیث مسلم میں مذاکرۂ قرآن کے واسطے اجتماع تھا، جو کہ مستحب ہے، بلکہ واجب ہے کہ تذکیر و تذکر دو وعظ ہی ذکر ہوا ہے، اس پر اجتماع مکروہ کو قیاس نہیں کر سکتے، یہ کوتاہی فہم کی ہے۔ (براہین قاطعہ ص ۱۱۱۔ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)

مفتی محمد رضوان صاحب لکھتے ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ کسی حدیث وروایت میں اجتماعی ذکر کے تذکرہ یا ثبوت سے اس کے لیے جمع ہونے کا اہتمام یعنی تداعی کا ثبوت لازم نہیں آتا۔ اور ایسا سمجھنا کوتاہی کی دلیل ہے۔

مگر اس کے برعکس اس قسم کی احادیث سے تداعی کے ساتھ اجتماع ثابت ہونے پر بعض لوگ بہت زور دے رہے ہیں اور دوسروں پر کوتاہی فہم کا الزام عائد کر رہے ہیں۔ انہیں اپنے اکابر کی تشریحات کو ملاحظہ کرنے اور اپنی اکابر سے نسبت کا احساس کرنے کی ضرورت ہے۔ (اجتماعی ذکر کی مجلس کا شرعی حکم۔ مؤلفہ مفتی رضوان صاحب۔ ص ۱۲۰۔ تیسرا اڈیشن)

(۴)مفتی محمد رضوان صاحب لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ دعوت و تبلیغ کے عمل میں تو تداعی ثابت ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں، لیکن مبحوث فیہ اصطلاحی ذکر مطلق وارد ہوا ہے۔ اس میں تداعی اور اس جیسی دوسری قیود کا کوئی ثبوت نہیں۔ کیوں کہ مطلق کو مخصوص کرنا ہے۔ جو کہ بدعت و زیادت فی الدین ہے نہ کہ مباح و مسکوت عنہ اور بدعت کا ارتکاب غیر مقصودی درجہ میں رہ کر بھی جائز نہیں ہوتا، لہٰذا اس قسم کی قیود والی موجودہ ترتیب کے ساتھ مجالس ذکر کو مسکوت عنہ اور مباح کا درجہ دینا درست نہیں۔

چناں چہ حضرت شیخ الحدیث (مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ) کے شیخ مربی (حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ) کی عظیم تالیف براہین قاطعہ میں ہے:

"کسی فرد مطلق کو مخصوص کرنا بدعت ہے۔" (براہین قاطعہ ص ۱۹۶۔ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی، اجتماعی ذکر کی مجلسوں کا شرعی حکم ص ۷۲)

(۵)ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

تقیید مطلق مامور کی بدعت ہے۔ کیوں کہ یہ قیود قرونِ ثلاثہ سے ثابت نہیں ہوئیں نہ بسبب اصل ذکر۔ (براہین قاطعہ ص ۱۷۹۔ و اجتماعی ذکر کی مجلسوں کا شرعی حکم ص ۷۲)

محدث سہارنپوری رحمہ اللہ)

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب لکھتے ہیں:

ایک دفعہ لاہور میں جمیعت علمائے اسلام کے اجلاس میں حاضری کے بعد منچن آباد ضلع بہاول نگر کے جلسہ میں شرکت کے لیے بذریعہ ریل مولانا عبید اللہ انور صاحب کے ساتھ گیا۔ راستے میں مولانا مرحوم سے میں نے کہا کہ یہ آپ نے کیا بنایا ہوا ہے کہ فلاں ماسٹر کو، فلاں حافظ کو، فلاں صوفی کو مجلس ذکر کی اجازت دیتے ہیں۔ تو انہوں نے فرمایا کہ خود حضرت لاہوری رحمہ اللہ نے مرکز میں بھی مجلس ذکر ختم کر دی تھی۔ پھر ہم نے عرض کر کے مجلس ذکر جاری کرائی تو میں نے عرض کیا کہ حضرت کو اس کے مفاسد پر نظر ہو گئی ہو گی۔ اور جو مروجہ مجالس ذکر کا حال ہے اگر یہ حضرت کی زندگی میں ہوتا تو آپ مجلس ذکر سے دوسروں کو بھی روک دیتے۔ کیوں کہ مفاسد کی وجہ سے امر مستحب بھی بدعت قرار دیا جاسکتا ہے۔ اور اب تو مجلس ذکر گویا پیری مریدی کے لیے لازم سمجھی جاتی ہے۔ چناں چہ رسائل میں شائع ہوتا ہے فلاں حضرت صاحب نے فلاں جگہ مجلس ذکر کرائی اور فلاں فلاں جگہ مجلس ذکر کرائیں گے۔"......الخ

خلاصہ

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب کا فرمان میں نے اوپر نقل اس لیے کیا ہے کہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب کے

استدلال میں اور آپ کے استدلال میں فرق واضح ہو جائے۔ ایک استدلال آپ کا ہے اور ایک استدلال حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کا۔ ان میں آپ کے استدلال کے غلط ہونے پر حضرت قاضی صاحب نے تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ اگر آپ اس استدلال سے مطمئن نہیں تو پھر بندہ کے خیال میں تو اور کوئی معروف شخصیت ایسی نہیں ہے جو آپ کو مطمئن کر سکے۔ واللہ اعلم

ہاں! اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے بدعات کی نفرت آپ کے دل میں ڈال دیں تو یہ اس کا خاص فضل ہو گا۔ اللہ تعالیٰ ہم پر اپنا خصوصی فضل فرمائیں اور مروجہ بدعات سے ہم سب کو بچائیں۔ اور اپنی رضا نصیب کریں۔ آمین۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری کے ارشادات

انوارِ ساطعہ کے مؤلف کے جواب میں حضرت شیخ الحدیث مولانا (محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ) کے مربی و شیخ (حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ) نے جو فرمایا، وہ من و عن مذکورہ دلیل کی تردید میں کافی ہے۔ چناں چہ فرماتے ہیں:

(انوار ساطعہ کا مؤلف) اس غلطی فاحش پر ناز کر کے کس دعوے پر کہتا ہے کہ مانعین نے کوئی دلیل منع کی نہیں لکھی سوائے قرون ثلاثہ میں موجود نہ ہونے کے۔ سبحان اللہ! جب یہی دلیل منع کی نہیں تو پھر کون سی دلیل مؤلف کے نزدیک معتبر ہووے گی کہ دلیل حاوی جمیع

دلائل کو ہے۔ اور حجج اربعہ (یعنی قرآن و سنت و اجماع و قیاس (ناقل)) اس میں حصر ہو گئے ہیں۔ پس بعد حجج اربعہ کے شاید توریت و انجیل سے حجت کی خواہش مؤلف رکھتا ہو گا۔ معاذ اللہ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلَال۔

پھر وہی بات ہے کہ مؤلف نے اپنے فہم سے اس کلام کے معنٰی یہ سمجھے، اس وجہ سے تحریر لاطائل سے کاغذ سیاہ کیا اور غلط فہمی اس کی اب ظاہر ہو چکی۔

وَاِذْ لَمْ يَهْتَدُوْا بِهٖ فَسَيَقُوْلُوْنَ هٰذَا اِفْكٌ قَدِيْمٌ۔[1]

اور ایک مقام پر فرماتے ہیں:

بدعت کا احداث ہرگز جائز نہیں ہوتا کسی وجہ سے، یہ بھی لاعلمی مؤلف کی ہے قواعدِ دینیہ سے۔[2]

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فی الحقیقت جو امر خیر کہ بذریعہ نامشروعہ حاصل ہو تو وہ خود ناجائز ہے۔ (تذکرۃ الرشید ج ۱، ص ۱۲۸)

یہ امر بھی یقینی ہے کہ جو امر خیر بذریعہ غیر مشروع حاصل ہو وہ امر خیر نہیں ہے۔ اور جب قیود کا غیر مشروع ہونا ثابت ہو جائے تو اس کا ثمرہ کچھ بھی ہو جائز الحصول نہ ہو گا۔ (تذکرۃ الرشید ص ۱۳۰)

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

---

[1] براہین قاطعہ ص ۳۶۔ ۳۷۔ بلفظہٖ۔

[2] براہین قاطعہ ص ۱۴۲۔ اور ذیل قاعدہ کم من احکام مختلف باختلاف الزمان کی تحقیق۔

اوپر کے کلیہ سے صباح منضم کا حال معلوم ہو چکا ہے کہ جب تک اپنی حد پر ہو گا جائز اور جب اپنی حد سے خارج ہوا تو ناجائز اور امور مرکبہ میں اگر کوئی ایک جزو بھی ناجائز ہو جاوے تو مجموعہ پر حکم عدم جواز کا ہو جاتا ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ مرکب حلال و حرام سے حرام ہو جاتا ہے۔ یہ کلیہ فقہ کا ہے۔[1]

(۲) آپ نے اپنے مکتوب محررہ ۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ مطابق یکم مئی ۲۰۱۰ء میں لکھتے ہوئے اور بحث کرتے ہوئے یعنی حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کے استدلال پر اپنے استدلال کے حق میں دلائل دیتے ہوئے طویل سوالات کیے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ نے بدعات سے بچانے کے لیے جو لکھا ہے اس کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی۔

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ کی تحقیق یہ ہے کہ حضرت لاہوری رحمہ اللہ اپنی مجالس ذکر کو فرض، واجب، سنت نہیں سمجھتے تھے۔

بندہ نے اب تک آپ کے جواب میں کوشش کی کہ دونوں طرف کے استدلال تو نقل کر دوں لیکن کسی کے استدلال کو غلط ثابت کرنے میں نہ پڑوں کہ اس سے بزرگوں کی بزرگی میں بے ادبی کا خوف ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارا ایمان محفوظ رکھیں۔ آمین۔

---

[1] تذکرۃ الرشید ص ۱۳۳۔ واجتماعی ذکر کی مجلسوں کا شرعی حکم۔ مؤلفہ مفتی رضوان صاحب ص ۱۳۹۔

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی

اس سلسلہ میں حضرت قاضی صاحب ﷫ کی جب حضرت مولانا عبید اللہ صاحب انور مرحوم ﷫ سے بات ہوئی تو انہوں نے اس اشکال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

حضرت لاہوری ﷫ فرمایا کرتے تھے کہ یہ مجلس ذکر فرض، واجب یا سنت نہیں اور نہ ہم کسی شخص پر اسے لازم قرار دیتے ہیں...... الخ[1] خود حضرت لاہوری ﷫ کی طرف سے وضاحت ہو گئی اس لیے حضرت قاضی صاحب نے بھی فرمایا:

(۱) فعل مشائخ حجت نہ باشد

(۲) بزرگوں کے بعض تفردات ہوتے ہیں جو قابل اتباع نہیں ہوتے۔

اسی طرح یہ مسئلہ واضح ہو گیا، تفصیل کی ضرورت نہیں۔

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری ﷫ فرماتے ہیں:

ذکر اللہ اسی وقت مقبول ہے کہ حسب قاعدہ شرع کے ہو، نہ بطور بدعت و معصیت کے، پس جو ذکر مرکب بدعت و معصیت سے ہو گا، اس کی شرکت بھی ممنوع ہووے گی۔ چناں چہ پہلے بھی جواب اس سلسلہ (مغالطہ) کا ہو چکا ہے کہ منع کرنا بوجہ بدعت ہے نہ کہ بوجہ ذکر کے۔ (براہین قاطعہ ص ۱۱۳۔ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

چناں چہ ایک مقام پر براہین قاطعہ میں اس اصول کی وضاحت اسی طرح فرماتے ہیں:

---

[1] ہفت روزہ خدام الدین۔ مجلس ذکر۔ ۱۰ فروری ۱۹۶۶ء۔

ذکر فخر عالم ﷺ کا مطلق بلا کسی قید کے مندوب ہے۔ اور کسی بہیت اور قیود سے مقید کرنا اس کا اگرچہ وہ قیود امور مباحثہ یا مندوبہ ہی ہوں۔ مگر وہ بدعت ہے۔...... تداعی واہتمام وغیرہ اگر سب یا بعض جیسا مزاج ہے ذکر مولود کے ساتھ ہوویں گے تو وہ محفل بوجہ ان قیود کے اطلاق سے نکل کر بدعت ہو جائے گی[1]

مطلب یہ ہے کہ مقید کرنے کے بعد بہیت حاصلہ و مرکبہ مکروہ و بدعت ہو جائے گی۔

اہل بدعت سے بچانے کے خیال سے حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ نے آگے مزید لکھا:

خادم اہلسنّت حفظہ عبدالوحید الحنفی

(۲) اکابر اہل سنت

اکابر اہل سنت دیوبند قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ اور شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ قدس اللہ اسرارھم نے کبھی اجتماعی طور پر ذکر جہر کی مجالس منعقد نہیں کیں اور نہ ہی ان کے خلفاء نے ایسی مجالس کرائی ہیں۔[2]

[1] براہین قاطعہ ص ۲۵۴۔ اجتماعی ذکر کی مجلسوں کا شرعی حکم ص ۶۶۔

[2] روئیداد ۲۰۰۸ء۔ ص ۶۰۔

حاصل

کیوں کہ اہل بدعت نے سُنّی حنفی کہلا کر اپنی بدعات کو بریلوی بن کر پھیلایا۔ حضرت کے اس فرمان سے بھی مقصد سمجھانا تھا کہ ان اکابر نے مروجہ مجالس قائم نہیں کیں۔ جس سے ہم مروجہ بدعات سے اور اہل بدعت سے بچ گئے۔ جن علماء اور مشائخ نے اس طرف خیال نہیں کیا۔ آج اہل سنت و الجماعت احناف کی اکثریت بدعات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہی ہے۔ اور بڑے بڑے مراکز آج بدعات کے گڑھ بن چکے ہیں۔ لیکن ہمارے اکابر بدعات سے بچتے رہے۔ جیسا کہ ایک واقعہ اجتماعی ذکر کی مجلسوں کی کا شرعی حکم میں حضرت مولانا انجم الحسن صاحب تھانوی زید مجدھم مہتمم مدرسہ امداد العلوم، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون ضلع مظفر نگریو۔پی انڈیا نے بیان کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

والد صاحب (مولانا ظہور الحسن کسولوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ) سے کئی مرتبہ سنا کہ جس وقت حضرت گنگوہی پہلی مرتبہ حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر فاتحہ کے لیے تشریف لے گئے تو دیکھا کہ مزار سے متصل کچھ اینٹیں رکھی ہوئی تھیں۔ آپ احاطہ سے باہر رک گئے اور دریافت فرمایا کہ یہ اینٹیں کیسی رکھی ہوئی ہیں؟ لوگوں نے بتایا ان کو فاتحہ پڑھنے والوں کی راحت و سہولت کے لیے مزار سے متصل بچھا دیں گے۔ فوراً تغیر ہو گیا اور فرمایا کہ جب تک ایک ایک

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی

اینٹ احاطہ سے باہر نہیں ہو جائے گی، میں اندر نہیں آؤں گا۔[1]

چناں چہ چند لمحوں میں خدام نے اینٹیں احاطہ سے باہر کر دیں۔ تب حضرت رحمۃ اللہ علیہ اندر تشریف لے گئے اور فاتحہ پڑھی۔ اس کے بعد فرمایا کہ بھائی یہ جو کلیر اور اجمیر میں تم دیکھ رہے ہو، یہ سب ایک دم سے ایسا نہیں ہو گیا۔ اس کی ابتداء اسی طرح ہوئی ہے۔ آج اینٹیں بچھائیں گے، کل چار دیواری ہو گی، پھر قبہ بنے گا، چادریں چڑھیں گی۔ بدعات اسی طرح شروع ہوتی ہیں۔

خود حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی خانقاہ کو جانشینی کی رسم سے پاک کرنے کی ہدایت فرمائی کہ جگہ کو اصل نہ بنایا جائے گا۔...... الخ[2]

حضرت علی المرتضیٰ کا قول ہے:

اَمَّا اَھلُ السُّنۃ الْمُتَمَسِّکُوْنَ بِمَا سَنَّہُ اللہِ لَھُمْ وَرَسُوْلُہٗ وَ اِنْ قَلُّوْا وَ اَمَّا اَہْلُ الْبِدْعَۃِ فَالْمُخَالِفُوْن لِاَمْرِ اللہِ وَ

---

[1] مارچ ۱۹۸۰ء میں دارالعلوم دیوبند کے سہ روزہ صد سالہ اجلاس میں بندہ کو حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ دیوبند حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ الحمدللہ کہ آج بھی قبرستان قاسمی میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر بالکل کچی ہے۔ اور حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب کی قبر اور حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر بالکل کچی اور سادہ تھی۔ اور دوسرے اکابر دارالعلوم دیوبند کی قبریں بھی سب کی سب کچی تھیں اور عام قبرستان میں تھیں۔ اللہ ان سب اکابر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائیں، جن کی تعلیمات سے ہم اہل بدعت سے بچ گئے۔

[2] اجتماعی ذکر کی مجلسوں کا شرعی حکم۔ ص ۱۸۴۔

لِكِتَابِهٖ وَ رَسُوْلِهٖ الْعَامِلُوْنَ بِرَايِهِمْ وَ اَهْوَائِهِمْ وَ اِنْ كَثُرُوْا وَقَدْ مَضٰى مِنْهُمُ الْفَوْجُ الْاَوَّلُ وَ بَقِيَتْ اَفْوَاجًا۔[1]

اہل سنت وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے مقرر کردہ طریقے پر چلتے ہیں، گو کہ تعداد میں کم ہی کیوں نہ ہوں۔ اہل بدعت وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ، اس کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کے مخالف ہوں، اپنی رائے اور اپنی خواہش پر عمل کرتے ہوں، گو کہ ان کی تعداد زیادہ کیوں نہ ہو۔ ان کی پہلی فوج گزر چکی اور فوجیں ابھی باقی ہیں۔

(۲) عَمَلٌ قَلِيْلٌ فِيْ سُنَّةٍ خَيْرٌ مِنْ عَمَلٍ كَثِيْرٍ فِيْ بِدْعَةٍ۔

(حدیث)

سنت کا کوئی معمولی سا عمل بدعت کے بہت سے زیادہ عمل سے بدرجہا بہتر ہے۔ (کنز العمال حدیث ۱۰۹۶)

(۳) مَا اَحْدَثَ قَوْمٌ بِدْعَةً اِلَّا رُفِعَ مِثْلُهَا مِنَ السُّنَّةِ۔

(حدیث)

کسی قوم نے کوئی بدعت ایجاد نہیں کی، مگر اس کے مثل سنت ان سے اٹھالی گئی۔ (مسند احمد۔ کنز العمال ج ۱، حدیث ۱۰۹۸)

1 مسند رکیع بن جراح، کنز العمال۔ ج ۱۶۔ حدیث ۴۴۲۰۹۔

حافظ عبدالوحید

(۴) مَا مِنْ اَحَدٍ یُحْدِثُ فِیْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ حَدَثاً لَمْ یَکُنْ فَیَمُوْتَ حَتّٰی یُصِیْبُهٗ ذٰلِکَ۔ (طبرانی، کنز العمال ۱۰۹۹۹)

ترجمہ: جو شخص اس امت میں کوئی نئی چیز جاری کرے گا، جس کا پہلے سے وجود نہ تھا تو اس کا دائمی گناہ اس کے مرنے کے بعد بھی اس تک پہنچتا رہے گا۔

(۵) مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ۔ (حدیث)

جس نے ہمارے اس دین میں کوئی بات پیدا کی جو اس میں داخل نہیں تو بلاشبہ مردود ہے۔ (کنز العمال ج۱، حدیث ۱۱۰۱)

اس سلسلہ میں بندہ کے ایک رسالہ "اہل سنت والجماعت کی وجہ تسمیہ، اہل سنت کون؟ اور اہل بدعت کون؟" کو ملاحظہ فرمائیں۔

پس بندہ کی تو دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ موت تک سنت پر قائم ودائم رکھے اور بدعات سے اور اہل بدعت سے دور رکھے۔ (آمین)

(۳) آپ کے غلط استدلال کیا ہیں

(۱) حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ کے مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ نثار احمد الحسینی صاحب نے حضرت لاہوری رحمہ اللہ کی مجلس ذکر سے جو استدلال کیا ہے۔ ایک تو وہ غلط ہے۔ اس کا جواب قاضی صاحب رحمہ اللہ نے آگے دیا ہے:

(۱) فعل مشائخ حجت نہ باشد

(۲) بزرگوں کے بعض تفردات ہوتے ہیں جو قابلِ اتباع نہیں ہوتے۔ الخ......

حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو یہی سمجھانا چاہتے تھے کہ ان کی مجالس ذکر سے استدلال مناسب نہیں۔ کیوں کہ وہ اس کو فرض، واجب، سنت نہیں سمجھتے تھے۔ لیکن آپ یہ ماننے کے بجائے بیں صورتیں اخذ کر کے جواز کی صورت نکالنے کے لیے پھر استدلال کر رہے ہیں۔

جیسا کہ آپ نے لکھا ہے:

(۱) مجالس ذکر طریقہ قادریہ راشدیہ پر ہوتی تھیں۔

الجواب: آپ نے یہ نہیں لکھا کہ طریقہ قادریہ میں شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے مجالس ذکر کی مروجہ صورت کہاں لکھی ہے کہ اس طرح کیا کریں کہ یہ سنت طریقہ ہے؟

(۲) مجالس ذکر میں ذکر بالجہر ہوتا تھا

الجواب: آپ نے نہیں لکھا کہ ذکر بالجہر فرض، واجب، سنت، مستحب کس حیثیت سے ہوتا تھا۔

(۳) مجلسِ ذکر سے پہلے رئیس الطائفہ قادریہ حضرت سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو باقاعدہ ان کا نام لے کر ایصالِ ثواب کیا جاتا تھا۔

الجواب: کیا یہ طریقہ سنت کے مطابق ہے اور ضروری ہے؟ ایصال ثواب تو کسی بھی وقت کر سکتے ہیں۔ بات اس موقع پر ایصال ثواب کی شرعی

حیثیت کیا ہے کہ وہ کیا سمجھ کر ایسا کرتے تھے؟ کیا اس موقع پر ایصالِ ثواب فرض، واجب یا سنت سمجھ کر کرتے تھے؟

بعض صوفیاء کے مجالس ذکر قائم کرنے کی بحث

حضرت مولانا مفتی محمد رضوان صاحب لکھتے ہیں:

جہاں تک سوال میں بعض صوفیائے کرام کی طرف سے مجالس ذکر قائم کرنے کی نسبت کا تعلق ہے (جیسا کہ سوال کے ساتھ منسلک رسالہ میں بعض حوالے مذکور ہیں) تو اس سلسلہ میں سمجھ لینا چاہیے کہ اولاً تو اہلِ حق محقق صوفیاء سے آج کل کی طرح کی ان مروجہ مجالسِ ذکر کا جواز و ثبوت نہیں۔ (خالی ذکر بالجہر اور بغیر تداعی کے اپنا اپنا ذکر کرنے کا معاملہ الگ ہے)

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

اور اگر کسی سے مجالس ذکر کا ثبوت بھی مل جائے تو ان مجالس ذکر کی حالت آج کل کی طرح کی عام مروجہ مجالسِ ذکر سے بالکل مختلف تھی۔

ان میں نہ تداعی اور اس طرح کی کوئی دوسری غیر شرعی قید تھی، نہ ان کے عبادت مقصودہ ہونے کا عقیدہ تھا، اور نہ ہی دوسرے مروجہ منکرات و مفاسد کا وجود تھا۔ جیسا کہ آج کل کی رائج شدہ دوسری بے شمار مسلّمہ بدعات کی حالت ہے کہ ابتداء میں ان کی یہ حالت نہ تھی۔

مگر اب جبکہ مجالس ذکر کا یہ سلسلہ عام ہو گیا ہے اور ان میں کئی مفاسد و خرابیاں شامل ہو گئی ہیں۔ بلکہ عموماً اور اکثر و بیشتر اہل بدعت کا

تقریباً شعار بن گئی ہیں۔ تو وہ خواص اور مقتداء حضرات جو کہ نیک نیتی اور تھوڑے بہت عملی یا اعتقادی فرق کے ساتھ مجالس ذکر منعقد کرتے ہیں ان کو بھی ان سے پرہیز کرنا لازم ہو گا۔ کیوں کہ جو طریقہ خود غیر مشروع ہو اور مزید براں اس سے اہل باطل کو تقویت پہنچتی ہو اور ان کے عمل کی تائید ہوتی ہو یا ان کے ساتھ تشبہ لازم آتا ہو یا خالی الذہن عوام کے عقیدہ و عمل کے فساد کا باعث بنتا ہو اس کام سے خواص اور مقتداء حضرات کو بھی بچنا لازم ہو جاتا ہے۔

چناں چہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں، جو کہ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا محدث رحمہ اللہ مدنی کے مرشد ہیں:

"مستحب کو واجب جاننا بدعت ہے۔ اور جس دوامِ فعل خواص سے عوام کو یہ امر پیدا ہو وہ امر خواص کو اعلان و دوام سے کرنا مکروہ ہوتا ہے۔ کیوں کہ سبب مذموم کا مذموم ہے۔"[1]

"پس ظاہر ہو گیا کہ فعل خواص کا جو عوام کی خرابی کا باعث ہو وہ مکروہ ہوتا ہے۔"[2]

مزید آپ نے لکھا ہے:

(۴) مجالسِ ذکر جہری مسجد میں ہوتی تھیں۔

---

[1] براہین قاطعہ ص ۲۴۹۔ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی۔

[2] براہین قاطعہ ص ۴۵۰۔ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی۔ اجتماعی ذکر کی مجلسوں کا شرعی حکم ص ۱۴۶۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

الجواب: کیا یہ سنت کے مطابق ضروری ہے۔ اجتماعی ذکر جہر بریلوی حضرات بھی ہر نماز کے بعد بلند آواز سے مساجد میں زور زور سے کرتے ہیں۔ اور پھر نہ کرنے والوں کی طرف بھی نظر رکھتے ہیں اور نہ کرنے والوں کو وہابی، بے ادب، منکر ذکر، خدا جانے کیا سے کیا القاب بھی دیتے ہیں۔ اور جمعہ کے روز نماز جمعہ کے بعد تو کھڑے ہو کر دائرہ بنا کر زور شور سے جہر سے ذکر اللہ اور درود و سلام ترنم سے پڑھتے ہیں۔ کیا یہ سب صورتیں اہل بدعت کے ذکر جہر کی اور اہل بدعت کی مجالسِ ذکر کی جائز ہیں؟ یا سنت ہیں؟ ہر گز نہیں۔

آپ نے لکھا ہے:

(۵) مجلسِ ذکر میں مختلف اذکار مرحلہ وار کیے جاتے تھے۔

الجواب: کیا یہ سنت کے مطابق طریقہ ضروری ہے۔ بریلوی حضرات بھی اپنے مشائخ کے طریقہ پر اس طرح ذکر جہر ہر نماز کے بعد مساجد میں کرتے ہیں۔ کیا ان کا طریقہ سنت کے مطابق ہے؟ ہر گز نہیں۔

حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ تو خود فرما گئے ہیں کہ ہماری مجالس نہ فرض ہیں، نہ واجب ہیں، نہ سنت ہیں۔ آپ نے لکھا ہے:

(۶) مجلس ذکر میں مختلف اذکار کی راہنمائی حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ خود فرماتے تھے۔ یعنی ایک مرحلہ ختم ہوا، دوسرا شروع کرانا آپ پر موقوف تھا۔ ذاکرین خود ذکر کا مرحلہ تبدیل نہ کرتے تھے۔

(الف) الجواب: کیا یہ طریقہ سنت کے مطابق ضروری ہے؟ کیا ایسا ہی عہد

نبوی ﷺ اور عہد اصحاب رسول ﷺ میں ہوتا تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایات صحیحہ سے کیا اس کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ یا اس کو بدعت قرار دیا گیا ہے؟ حضرت لاہوری تو خود فرما گئے ہیں کہ یہ مجلس ذکر فرض، واجب یا سنت نہیں ہے۔ دیکھیے بروایت حضرت مولانا عبید اللہ انور رحمۃ اللہ علیہ [1]

حضرت مولانا عبید اللہ صاحب انور جو کہ حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین اور صاحبزادے ہیں۔ انہوں نے لاہور شیرانوالہ میں "مجلس ذکر" کے موقع پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"آپ حضرات کو علم ہے کہ حضرت (مولانا احمد علی صاحب لاہوری) رحمۃ اللہ علیہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ یہ مجلس ذکر فرض، واجب یا سُنت نہیں ہے اور نہ ہی ہم کسی شخص پر اُسے لازم قرار دیتے ہیں۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ "مجلس ذکر" موقوف کر دی تھی۔ حالاں کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مزاج یہ تھا کہ انہوں نے کسی بھی حالت میں درس قرآن کا ناغہ نہیں کیا۔ مجلس ذکر کو موقوف کرنے کا ارادہ محض اس لیے ظاہر فرمایا کہ لوگ اس کو فرض یا واجب نہ سمجھنے لگ جائیں۔"[2]

---

1 مجلس ذکر۔ ہفت روزہ خدام الدین لاہور۔ ۱۰ فروری ۱۹۶۶ء۔

2 مجلس ذکر ۱۹ شوال المکرم ۱۳۸۵ مطابق ۱۰ فروری ۱۹۶۶ء۔ مطبوعہ ہفت روزہ خدام الدین لاہور

خادم اہلسنّت عبدالوحید حنفی

(ب) ہمارے ہاں سنی بریلوی مسلک کی مساجد میں ہر نماز کے بعد امام ذکر جہر مرحلہ وار کراتے ہیں۔ جو اپنے آپ کو سنی حنفی کہلاتے ہیں۔ پہلے کلمہ امام پڑھتا ہے اس کے ساتھ ترنم سے ذکر جہر اجتماعی سب مقتدی کلمہ کا ورد کرتے ہیں۔ پھر امام پہلے صلوٰۃ و سلام پڑھتا ہے پھر مقتدی سب ترنم سے اجتماعی صورت میں صلوٰۃ و سلام جہر سے مل کر پڑھتے ہیں۔ کیا یہ اجتماعی مجالس ذکر سنت ہیں یا بدعت ہیں؟

(ج) حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

جواب یہ ہے کہ اول تو اس وقت بھی بعض علماء نے ان کے ساتھ اختلاف کیا تھا اور قطع نظر اس سے یہ کہ ان کے زمانے میں مفاسدِ مذکورہ پیدا نہ ہوئے تھے، اس وقت انہوں نے اثبات کیا، اب مفاسد پیدا ہو گئے ہیں۔ وہ حضرات بھی اگر اس زمانہ میں ہوتے اور ان مفاسد کو ملاحظہ فرماتے، اس لیے اب نفی کی جاتی ہے۔ 1

(د) ”جس امر میں کراہت عارضی ہو، اختلاف ازمنہ و امکنہ و اختلاف تجربہ و مشاہدۂ اہل فتویٰ سے اس کا مختلف حکم ہو سکتا ہے۔ یعنی یہ ممکن ہے کہ ایسے امر کو ایک زمانہ میں جائز کیا جاوے، اس وقت اس میں وجوہ کراہت کی پیدا ہو گئی یا ایک مقام پر اجازت دی جاوے، دوسرے ملک میں منع کر دیا جاوے۔ اس فرق مذکور کے سبب یا ایک وقت اور موقعہ

ج ۱۱ ش ۴۰۔ ۷ ۲ شوال ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۸ فروری ۱۹۶۶ء

1 اصلاح الرسوم تیسرا باب پہلی فصل ص ۱۱۹۔ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی۔

پر مفتی جائز کہے اور اس کو اطلاع نہیں کہ عوام نے اس میں اعتقادی یا عملی خرابی کیا کیا پیدا کر دی ہے۔

دوسرا مفتی ناجائز کہے کہ اس کو اپنے تجربہ اور مشاہدہ سے عوام کے مبتلا ہونے کا علم ہو گیا ہے تو واقع میں یہ اختلاف ظاہری ہے، حقیقی نہیں۔ اور تعارض صوری ہے، معنوی نہیں۔ حدیث اور فقہ میں اس کے بے شمار نظائر مذکور ہیں۔ دیکھو! رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کو مساجد میں آکر نماز پڑھنے کی اجازت دی تھی، اس وقت فتنہ کا احتمال نہ تھا۔ اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے بدلی ہوئی حالت دیکھ کر ممانعت فرما دی۔" (اصلاح الرسوم ص ۵۶، ۵۷۔ باب سوم قاعدہ چہارم)

(ہ) یہ امر بھی ظاہر ہے کہ مجالس منکرہ بکثرت ہوتی ہیں اور منکر کی تائید اگر غیر منکر سے ہو تو وہ بھی سزاوار اور ترک ہے۔ جب کہ عند الشرع فی نفسہٖ ضروری نہ ہو۔ (تذکرۃ الرشید ج ۱ ص ۱۳۰)

(و) اور اگر کسی محتاط نے احتیاط بھی کی تب بھی اس کی یہ مجلس سبب ہو گی۔ عوام کی بے احتیاطی کی مجالس کی اور فی نفسہٖ وہ مجلس ضروری نہیں اور جو فعل غیر ضروری خواص کا سبب ہو جائے مفسدۂ عوام کا اس سے منع کیا جانا قاعدۂ فقہیہ ہے۔ بخلاف مجلس وعظ کے کہ وہ فی نفسہٖ ضروری ہے۔ وہاں مفاسد کا انسداد کریں گے۔ خواہ اس کو ترک نہ کریں گے۔ فافتر تھا۔[1]

[1] امداد الفتاوٰی ج ۵ ص ۳۱۶۔ و اجتماعی ذکر کی مجلسوں کا شرعی حکم ص ۱۴۸۔

آپ نے لکھا ہے:

(۷) حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ ذکر اللہ کے مختلف مراحل کو باقاعدہ شمار کرتے تھے۔

الجواب: کیا یہ طریقہ فرض، واجب یا سنت ہے؟ یا تربیت کے طور پر تھا؟ جس طرح مساجد میں بچوں کو سبق یاد کرانے کے لیے بلند آواز سے کہلواتے ہیں، وہاں مقصد تعلیم ہوتا ہے۔

آپ لکھتے ہیں:

(۸) حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ ذکر اللہ کے مراحل کے شمار کے لیے باقاعدہ تسبیح استعمال فرماتے تھے۔

الجواب: کیا یہ فرض، واجب، سنت یا مستحب ہے؟ یا تربیت کے طور پر تھا؟ تاکہ تربیت کے بعد سالکین اپنی اپنی جگہ مسنون تسبیحات کرنے کی سنت پر عمل کریں۔

آپ نے لکھا ہے:

(۹) مجلسِ ذکر کے اذکار میں آخر میں ”ھُو“ کا ذکر بھی اسی طرح جہر سے ہوتا تھا۔

الجواب: کیا یہ ضروری ہے یا تربیت کے طور پر تھا؟

یہ بطور تربیت کے تھا کہ انفرادی طور پر ایسا ذکر اپنی اپنی جگہ تنہائی میں کر سکتے ہیں۔

آپ نے لکھا ہے:

(۱۰) مجلسِ ذکر کے بعد باقاعدہ اجتماعی مراقبہ ہوتا تھا۔

کیا یہ فرض، واجب، سنت ہے یا تربیت کے لیے ایک سبق کے طور پر تھا کہ تنہائی میں مراقبہ کرلیا جائے۔

آپ نے لکھا ہے:

(۱۱) مجلسِ ذکر کے دوران روشنی بند کرکے اندھیرا کردیا جاتا۔

الجواب: کیا یہ فرض، واجب یا سنت ہے یا تربیت کے لیے تھا؟ یہ مستحب عمل ہے کہ ذکر کے دوران پوری توجہ اور خیال رہے۔

آپ نے لکھا ہے:

(۱۲) حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ مجلسِ ذکر کے لیے باقاعدہ دعوت دیتے تھے یعنی یہ مجالسِ ذکر تداعی کے ساتھ ہوتی تھیں۔

الجواب: کیا یہ فرض، واجب یا سنت ہے؟ جبکہ حضرت لاہوری خود فرماتے ہیں کہ: یہ مجلس ذکر فرض، واجب یا سنت نہیں ہے اور نہ ہم کسی شخص پر اسے لازم قرار دیتے ہیں۔[1]

(ب) جب کہ حضرت لاہوری خود فرما گئے ہیں کہ مجلس ذکر نہ فرض ہے نہ واجب ہے اور نہ ہم کسی شخص پر اسے لازم قرار دیتے ہیں۔[2]

(ج) حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کے مطابق حضرت لاہوری کی مجالس ذکر کی جو جو کیفیت آپ نمبروار بیان کررہے ہیں وہ نہ فرض ہے، نہ

---

[1] خدام الدین ۱۰ فروری ۱۹۶۶ء

[2] مجلس ذکر۔ ہفت روزہ خدام الدین لاہور۔ ۱۰ جولائی ۱۹۹۸ء بحوالہ مجلس ذکر ۱۰ فروری ۱۹۶۶ء۔

واجب ہے، نہ سنت ہے۔ نہ حضرت لاہوری رحمہ اللہ اس کو لازم قرار دیتے تھے۔ اگر کوئی شریک نہ ہو تو ہم اسے مجبور نہیں کر سکتے۔

آپ کے نزدیک پھر یہ کیا ہے؟ یہ آپ خود بتائیں، اس کے مطابق فقہا سے پوچھیں گے۔

(د) حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

جب خواص زبان سے تو کہیں کہ مؤکد نہیں، مگر عمل در آمد اس التزام سے کریں کہ ترک اس کا مثل سنت مؤکدہ کے زبوں جانیں تو عوام کو زبانی کہنا کیا نافع ہو گا؟ اور تحریری فتاویٰ اور طبع اس کا عوام کو کیا مفید ہے؟ کہ نہ پڑھ سکیں اور نہ سمجھیں اور نہ ان کو ان امور کا خیال اور نہ تحقیق کی فکر کہ رسائل خرید کر پڑھیں۔ سو یہ اشتہار طبع کسی قدر عذر غیر معقول المعنی ہے۔ (براہین قاطعہ ص ۲۵۰)

(ہ) قاعدہ یہ ٹھہرا کہ جس مباح سے اور جس مستحب سے عوام کسی دین کی خرابی میں پڑ جائیں وہ فعل خواص کے لیے بھی جائز نہیں رہتا۔ حالاں کہ وہ (خواص) خود اس خرابی سے بچے ہوئے ہیں۔ ایسے موقعہ پر خواص کو لازم ہے کہ وہ خود بھی ایسے فعلِ مباح کو بلکہ ایسے فعلِ مستحب کو بھی چھوڑ دیں جس سے عوام کی خرابی کا اندیشہ ہو۔ حقیقت میں یہ قاعدہ وہ پہلا ہی قاعدہ ہے کہ مصلحت اور مفسدہ جب جمع ہوتے ہیں، مفسدہ کو ترجیح ہوتی ہے کیوں کہ دوسرے شخص کا خرابی میں پڑ جانا یہ بھی مفسدہ

ہے۔ اگر لازم نہیں تو متعدی سہی۔[1]

(و) اس کی حقیقت کو فقہاء نے خوب سمجھا ہے۔ چناں چہ وہ فرماتے ہیں کہ التزام چاہے اعتقادی ہو یا عملی، دونوں کے لیے اذن کی ضرورت ہے۔ یعنی جس چیز کو شریعت نے لازم نہیں کیا اس کا التزام جائز نہیں۔ نہ اعتقاداً نہ عملاً اور التزام اعتقادی کا ناجائز ہونا تو ظاہر ہے۔ لیکن ظاہراً صحتِ اعتقاد کے ساتھ عملی التزام میں کوئی خرابی نظر نہیں آتی۔

اس کو فقہاء کیوں منع کرتے ہیں؟ سو واقعی فقہاء حکماء ہیں۔ اسرار شریعت کو خوب سمجھتے ہیں بات یہ ہے کہ التزام عملی سے رفتہ رفتہ اعتقاد پر بھی اثر ہونے لگتا ہے۔ خصوصاً عام لوگوں کے اعتقاد پر اور اگر بالفرض نہ بھی ہو تو اس میں صورتاً شریعت کے ساتھ معارضہ ہے۔ جیسا کہ التزام اعتقادی میں حقیقتاً معارضہ ہے، اس لیے دونوں قسم کے التزام سے منع فرماتے ہیں۔ لیکن اس سے دوام کی ممانعت نہ سمجھی جائے۔ (خطبات حکیم الامت ج۵ ص۵)

آپ نے لکھا ہے:

(۱۳) حضرت لاہوری رحمہ اللہ کے ہاں یہ مجلسِ ذکر دن اور رات کے تعین کے ساتھ ہر جمعرات کو بعد از مغرب ہوتی تھیں۔

الجواب: اس کا بھی جواب یہی ہے کہ حضرت لاہوری خود فرما گئے ہیں کہ

---

[1] خطبات حکیم الامت ج۵، مواعظ میلاد النبی ص۵۹۳، وعظ الطلیب فی عقد الحبیب مطبوعہ المکتبۃ الاشرفیہ لاہور۔ سن اشاعت ۱۹۹۲ء۔

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی

یہ مجلس ذکر نہ فرض ہے، نہ واجب ہے، نہ سنت ہے۔ جس طرح حضرت لاہوری نے فرمایا ہے ہم نے اس مجلس ذکر کو اسی طرح سمجھنا ہے۔ اور جو تداعی کے ساتھ اجتماعی ذکر مروجہ طریقہ پر لاؤڈ اسپیکروں پر کرتے ہیں، ان کو بریلویوں کی طرح مشابہت کی وجہ سے اہل بدعت میں شمار کرنا ہے۔ جب تک کہ وہ تداعی کا مروجہ سلسلہ ختم نہ کر دیں اور مروجہ طریقہ پر اجتماعی ذکر مجالس ذکر کا انعقاد ترک نہ کر دیں۔ کیوں کہ اس طرح نہ فرض ہے، نہ واجب ہے، نہ سنت ہے، نہ حضرت لاہوری اس کو کسی شخص پر لازم قرار دیتے ہیں۔

(۲) حضرت مولانا قاضی مظہر حسین لکھتے ہیں:

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ، حضرت تھانوی رحمہ اللہ، حضرت مدنی رحمہ اللہ، حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ اور حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ ایک ہی بات فرمارہے ہیں کہ علمی اور فقہی مسائل میں فقہاء کی اتباع کی جائے گی نہ کہ ان اولیاء اللہ کی جو فقیہ نہیں۔ (تحقیقی نظر ص ۱۹۸۔ مطبوعہ لاہور)

(۳) حضرت مولانا علامہ سرفراز خان رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

حضرات صوفیاء کرام کی ایسی باتیں خود قابل تاویل ہوں گی۔ مثلاً اس جہر سے ادنیٰ جہر مراد لی جائے یا تعلیم کی خاطر ہو۔ اور اگر تاویل نہ ہو سکی تو ان کو معذور سمجھتے ہوئے ان کا قول ترک کر دیا جائے گا۔ نہ یہ کہ ان پر مذہب کی بنیاد رکھی جاسکتی ہے۔ مذہب کی بنیاد تو قرآن کریم و حدیث شریف اور حضرات ائمہ فقہاء اور خصوصاً حضرت امام

ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی بات اور فقہ حنفی کی مستند ترین کتابوں پر ہی رکھی جا سکتی ہے۔[1]

علماء و صوفیاء میں کس کا قول راجح ہے؟

(الف) مفتی محمد رضوان صاحب تحریر فرماتے ہیں:

اگر کوئی اس بات کو تسلیم نہ کرے اور کسی طرح سے بعض بزرگوں سے مروجہ مجالس ذکر کے بعض یا کل اجزاء ثابت بھی کر دے، تب بھی یہ اصول اور قاعدہ ہمیشہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اگر بالفرض صوفیائے کرام سے کسی ایسی چیز کا وجود ثابت ہو بھی جائے جو فقہائے کرام اور محقق علمائے کرام کے نزدیک ناجائز ہو تب بھی فقہاء و علماء کے مؤقف کو صوفیائے کرام کے مؤقف اور عمل پر ترجیح حاصل ہوتی ہے۔ اور سلف و خلف فقہائے کرام سے مروّجہ مجالس ذکر کا ناجائز ہونا تفصیلاً ذکر کیا جا چکا ہے۔[2]

(ب) چناں چہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اگر کسی کا شیخ کوئی امر خلافِ شرع کے فرما دے گا تو اس کا تسلیم کرنا جائز نہ ہو گا۔ بلکہ خود شیخ کو ہدایت کرنا مرید پر واجب ہو گا۔ کیوں کہ ہر

---

[1] حکم الذکر بالجہر ص ۹۸۔ باب دہم، طباعت سوم۔ ۱۴۱۷ھ۔

[2] اجتماعی ذکر کی مجلسوں کا شرعی حکم۔ ص ۱۵۲۔

دو کا حق ہر دو پر ہے، اور شیوخ معصوم نہیں ہوتے۔1

(ج) حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

صوفیاء کہتے ہیں کہ فعل مستحب کو کسی حال میں ترک نہ کیا جائے اور منکرات کی اصلاح کی جائے۔ اور علماء کہتے ہیں کہ بعض احوال میں منکرات کی اصلاح اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک کہ خود بھی اس کو ترک نہ کیا جائے۔ اس لیے کہ شیوخ منکرات کے وقت وہ اس مستحب ہی کے ترک کا امر کرتے ہیں جس کے ساتھ منکرات کا انضمام ہوا ہے۔ اور اس بارے میں رائے علماء کی مانی جائے گی۔ کیوں کہ صوفیاء تو اہلِ شوق ہیں۔ ان کو دوسروں کے انتظام کی پرواہ نہیں۔2

(د) دوسری جگہ سورۃ توبہ کی آیت ۳۱ کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں:

اس میں نصوص کے مقابلہ میں تقلید کرنے کی مذمت ہے، جیسا جاہلوں کی عادت ہے کہ جب رسوم منکرہ سے منع کیا جائے تو اپنے مشائخ سے تمسک کرتے ہیں۔3 آپ لکھتے ہیں:

(۱۴) اس مجلسِ ذکر میں صرف حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے متوسلین ہی شریک نہ ہوتے تھے، بلکہ دوسرے حضرات بھی شریک ہوتے تھے۔

---

1 تذکرۃ الرشید ج ۱، ص ۱۴۲۔

2 خطبات حکیم الامت ج ۵ ص ۱۸۵۔ مواعظ میلاد النبی وعظ نور النور کذا فی الشرف الجواب ص ۱۶۹۔ ناشر مکتبۃ الحسن لاہور۔

3 مسائل السلوک من کلام ملک الملوک یعنی مسائل تصوف قرآن کی روشنی میں ص ۲۲۷۔ مطبوعہ ادارۂ اسلامیات لاہور۔ واجتماعی ذکر کی مجلسوں کا شرعی حکم ص ۱۵۳۔

الجواب: حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کے مطابق اس عمل کو بھی فرض، واجب، سنت نہیں سمجھنا۔ تربیت کے لیے وعظ و نصیحت سننے کے لیے درس قرآن و حدیث سننے سنانے کے لیے آنے جانے کو کسی نے بھی منع نہیں کیا۔ اور اس کو نہ ہی فرض نہ واجب نہ سنت نہ مستحب قرار دیا ہے۔

(۲) خود حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ نہ فرض ہے نہ واجب ہے اور نہ سنت ہے۔ (خدام الدین۔ ۱۰ فروری ۱۹۶۶ء)

(۳) حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبد الواحد صاحب فرماتے ہیں:

جب یہ بات واضح ہو گئی کہ اجتماعی ذکر خواہ سری ہو یا جہری اصل اعتبار سے بدعت و مکروہ ہے اور اس کے جواز کے لیے شریعت میں کوئی دلیل نہیں۔ بلکہ اس کے عدم جواز پر نص موجود ہے تو اس سے بعض حضرات کا یہ توہم دور ہو جانا چاہیے کہ ہم یہ مجالس فرض و واجب یا سنت سمجھ کر نہیں کرتے۔ کیوں کہ پھر وہ اس کو مستحب یا مباح تو ضرور خیال کریں گے۔ حالاں کہ مستحب و مباح تو وہ ہوتا ہے جس کے جواز پر شرعی دلیل موجود ہو اور یہ بھی کچھ محتاط قسم کے لوگوں کا معاملہ ہو سکتا ہے۔ ورنہ تو جیسا کہ علامہ ابن الحاج رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح کی ہے عام لوگ اس کو سنت ہی اعتقاد کرتے ہیں۔ بایں معنیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے یا صحابہ رضی اللہ عنہم کا طریقہ ہے (بلکہ اب تو خواص بھی اس کو سنت و مستحب اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا طریقہ سمجھتے ہیں، اس لیے تو وہ اپنے مروجہ عمل پر احادیث و

روایات اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کو پیش کرتے اور ان مجالس کے مستحب و مسنون ہونے پر دلائل قائم کرتے ہیں۔)

تو اس میں کتنا بڑا مفسدہ ہے کہ ایک امرِ مکروہ اور بدعت کو سنت اعتقاد کیا جارہا ہے۔ حالاں کہ کسی مباح یا سنتِ زائدہ کو سنتِ مقصودہ اعتقاد کرنا اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اس مباح اور سنتِ زائدہ کو علی الوجوب ترک کر دیا جائے۔ تو مکروہ و بدعت میں ایسا اعتقاد تو بطریقِ اولیٰ ترک کا موجب ہو گا۔1

(۴) شیخ الشیوخ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اور صوفیاء کا عمل حلال و حرام ہونے میں سند نہیں ہے۔ کیا یہی کافی نہیں ہے کہ ہم ان کو معذور سمجھیں اور ان کو ملامت نہ کریں اور ان کو حق سبحانہٗ و تعالیٰ کے سپرد کر دیں۔ اس جگہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ (جیسے فقہاء) کا قول معتبر ہے نہ کہ حضرت ابو بکر شبلی رحمہ اللہ اور حضرت ابو الحسن نوری رحمہ اللہ (جیسے صوفیاء) کا عمل۔

اس زمانے کے کچے اور خام صوفیوں نے اپنے پیروں کے عمل کو بہانہ بنا کر رقص و سرود کو اپنا دین و ملت بنالیا ہے اور اسی کو طاعت و عبادت سمجھ لیا ہے۔

1 فقہی مضامین باب ۱۰ ص ۱۴۰۔ مطبوعہ نشریات اسلام کراچی۔ مروجہ مجالسِ ذکر و درود کی شرعی حیثیت ص ۲۰، ۲۱۔

الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّ لَعِبًا (الاعراف آیت ۵۱)

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے لہو و لعب کو اپنا دین بنالیا ہے۔[1]

(۵) علامہ سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

لہٰذا ہم تو بحمد للہ تعالیٰ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے اس بہترین اور سنہرے مشورے اور نصیحت پر عمل کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ اور حضرات صوفیاء کرام پر طعن سے بچتے ہوئے عدمِ ذکر بالجہر میں حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے فتویٰ و ارشاد کو حق اور صحیح سمجھتے ہیں۔ یار لوگ اپنے لیے جس رائے کو بہتر سمجھتے ہیں، اختیار کریں۔[2]

آپ نے لکھا ہے:

(۱۵) حضرت لاہوری رحمہ اللہ اس مجلسِ ذکر میں اپنے متوسلین کے علاوہ حضرات کی شرکت پر خوشی کا اظہار فرماتے تھے۔

الجواب: خود حضرت لاہوری رحمہ اللہ کے نزدیک یہ نہ فرض ہے، نہ واجب ہے، نہ سنت ہے۔ (خدام الدین ۱۰ فروری ۱۹۶۶ء)

آپ کے نزدیک یہ کیا ہے؟ ہم حضرت لاہوری رحمہ اللہ کے عمل کو کیا شمار کریں گے؟ اور مروجہ مجالس ذکر بالجہر جو بریلوی حضرات کراتے ہیں، وہ آپ کے نزدیک بدعت ہیں یا مستحب ہیں؟

آپ نے لکھا ہے:

---

1 مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی۔ ج ا مکتوب ۲۲۔

2 حکم الذکر بالجہر ص ۲۰۷

(۱۶) حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ اس مجلسِ ذکر میں اپنے متوسلین کے علاوہ حضرات کو باقاعدہ شرکت کی دعوت دیتے تھے۔

الجواب: خود حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ نہ فرض ہے، نہ واجب ہے، نہ سنت ہے۔ (خدام الدین لاہور ۱۰ فروری ۱۹۶۶ء)

اب آپ کی مروجہ مجالس ذکر بالجہر میں شرکت کس حیثیت سے ہوتی ہے؟

آپ نے لکھا ہے:

(۱۷) حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے دونوں شیوخ حضرت مولانا سید تاج محمود امروٹی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا خلیفہ غلام محمد دین پوری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں یہ مجالسِ ذکر روزانہ بعد از نماز مغرب ہوتی تھیں۔

الجواب: خود حضرت لاہوری کے نزدیک یہ مجالس ذکر نہ فرض ہیں، نہ واجب، نہ سنت۔ (خدام الدین لاہور ۱۰ فروری ۱۹۶۶ء)

(۲) حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

جب کسی فعل کے سنت و بدعت ہونے میں تردد ہو جائے تو ترکِ سنت فعلِ بدعت سے بہتر ہے۔ (البحر الرائق ج ۲، ص ۲۱)

اور رد المختار ج ۱، ص ۶۴۲ میں ہے

اِذَا تَرَدَّدَ الْحُكْمُ بَيْنَ سُنَّةٍ وَ بِدْعَةٍ كَانَ تَرْكُ السُّنَّةِ راجحاً علٰى فِعْلِ الْبِدْعَةِ۔

ترجمہ: جب کسی حکم میں تردد ہو جائے کہ یہ سنت ہے یا بدعت ہے، تو

سنت کا ترک کر دینا بہ نسبت بدعت کے راجح ہے۔

اس قاعدے سے ان تمام امور کا حکم معلوم ہو جاتا ہے جن کے سنت اور بدعت ہونے میں اختلاف ہو۔ بعض اسے سنت بتاتے ہوں اور بعض بدعت۔ (اختلاف امت اور صراط مستقیم ج۱، ص۱۲۰)

(۳) ہمارے ملک میں بریلوی حضرات جو اپنے آپ کو اہل سنت و جماعت اور حنفی کہلاتے ہیں۔ انہوں نے بھی ابتدا میں نمازوں کے بعد ذکر جہر اور جلسوں کے بعد کھڑے ہو کر درود و سلام بلند آواز سے اجتماعی شکل میں شروع مستحب اور مباح سمجھ کر ہی کیا۔ لیکن اب جب اس کا رواجِ عام ہو گیا تو اب وہ سنت سے کم نہیں سمجھتے، اس لیے نمازوں کے بعد اجتماعی شکل میں ذکر جہر نہ کرنے والوں اور جلسوں اور جمعہ کے اجتماعات میں نماز جمعہ کے بعد کھڑے ہو کر درود و سلام جہر سے نہ پڑھنے والوں کو سنی ہی نہیں سمجھتے بلکہ جو یہ عمل کرے، اس کو ہی وہ اہل سنت والجماعت سمجھتے ہیں۔

اسی طرح دیوبندی مکاتب فکر کے بعض مشائخ اور درویشوں نے بھی ابتدائی طور پر یہ عمل بریلوی حضرات کے دیکھا دیکھی مستحب اور مباح سمجھ کر ہی شروع کیا لیکن اب جو حضرات یہ کہتے ہیں کہ یہ اجتماعی ذکر کی مجالس نہ فرض ہیں، نہ واجب ہیں، نہ سنت ہیں۔ تو احادیث سے اور اقوال صوفیاء سے بظاہر تو مستحب اور مباح ثابت کرتے ہیں لیکن عملاً جو یہ عمل نہ کرے اس کو تنقید کا نشانہ بناتے ہیں۔ اور اپنا مخالف سمجھتے

ہیں۔ اور جو یہ کام کرے اس کو محبت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور اس کو اپنا ہم خیال سمجھتے ہیں۔

آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

آپ نے لکھا ہے:

(۱۸) حضرت لاہوری رحمہ اللہ کے خلفاء نے بھی باقاعدہ مجالسِ ذکر کا اہتمام رکھا۔

الجواب: خود حضرت لاہوری کے نزدیک بقول حضرت مولانا عبید اللہ انور رحمہ اللہ، یہ مجلس ذکر فرض، واجب یا سنت نہیں ہے۔[1]

(۲) اور بقول مولانا عبید اللہ انور رحمہ اللہ جو کہ حضرت لاہوری رحمہ اللہ کے فرزند تھے اور ان کے جانشین تھے: حضرت لاہوری رحمہ اللہ نے ایک مرتبہ مجلس ذکر موقوف کر دی تھی...... مجلس ذکر کو موقوف کرنے کا ارادہ محض اس لیے ظاہر فرمایا تھا کہ لوگ اس کو فرض، واجب یا سنت نہ سمجھنے لگ جائیں۔...... الخ

آپ نے لکھا ہے:

(۱۹) حضرت لاہوری رحمہ اللہ مجلسِ ذکر کو قرآن و سنت کے بیان کردہ طریقہ ذکر کے مطابق سمجھتے تھے۔

الجواب: حضرت مولانا عبید اللہ انور رحمہ اللہ کے بیان کے مطابق حضرت فرمایا کرتے تھے کہ یہ مجلس ذکر فرض، واجب یا سنت نہیں ہے، اور نہ ہم کسی

[1] ہفت روزہ خدام الدین۔ ۱۰ جولائی ۱۹۹۸ء۔

شخص پر اسے لازم قرار دیتے ہیں۔[1]

اب آپ خود بتائیں کہ مروجہ مجالس ذکر جو بریلوی حضرات کراتے ہیں ان میں اور جو مولانا عزیز الرحمٰن صاحب ہزاروی کراتے ہیں ان میں اور جو آپ کے متوسلین کراتے ہیں ان میں کیا فرق ہے؟ پھر اس کے مطابق یہ مجالس ذکر مستحب ہوں گی یا بدعت ہوں گی۔ مباح ہوں گی یا مکروہ ہوں گی۔ اپنے اپنے درجہ میں ہر مکتبہ فکر کے علماء اور صوفیاء اس کی درجہ بندی کر کے اپنے سالکین کا ایک ذہن بناتے ہیں۔ پھر جو ایسا نہ کرے اس کو تو اہل سنت ہی سے جدا ایک فرقہ شمار کرتے ہیں۔ اب اہل سنت کون ہے؟ اور اہل بدعت کون ہے؟

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فرماتے ہیں:

ہر مبتدع یعنی بدعتی اور ضال یعنی گمراہ کتاب و سنت ہی کو اپنے معتقدات کا مقتدا جانتا ہے اور اپنے ناقص فہم کے موافق اسی سے معانی غیر مطابقہ سمجھ لیتا ہے۔

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا۔

(اور اکثر کو ہدایت دیتا ہے اور اکثر کو گمراہ کرتا ہے۔)

اور یہ جو میں نے کہا ہے کہ علمائے اہل حق کے معانی مفہومہ معتبر ہے۔ اور ان کے خلاف معتبر نہیں ہے۔ وہ اس سبب سے کہا ہے کہ انہوں نے ان معانی کو آثار صحابہ و سلف صالحین رضوان اللہ علیہم

---

1 مجلس ذکر ۱۰ فروری ۱۹۶۶ء۔

اجمعین کے تتبع و اتباع سے اخذ کیا ہے اور ان کے نجوم ہدایت کے انوار سے اقتباس فرمایا ہے۔ اسی واسطے نجات ابدی انہی پر مخصوص ہے اور فلاح سرمدی انہی کے نصیب ہے۔

اولٰئِکَ حِزْبُ اللہ اَلَا اِنَّ حِزْبَ اللہ ہُمُ الْمُفْلِحُوْن۔

(یہی لوگ اللہ تعالیٰ کا گروہ ہیں، خبر دار یہی اللہ تعالیٰ کا گروہ خلاصی پانے والا ہے)(مکتوبات مجدد الف ثانی دفتر اول مکتوب ۲۸۶)

(۲)حضرت مجدد صاحب فرماتے ہیں:

جس طرح کتاب و سنت کے موافق اعتقاد کا درست کرنا ضروری ہے، اسی طرح ان کے موافق جیسے کہ علمائے مجتہدین نے کتاب و سنت سے استنباط فرمایا ہے اور احکام حلال و حرام و فرض واجب و مستحب و مکروہ و مشتبہ ان سے نکالے ہیں۔ ان کا علم و فضل بھی ضروری ہے۔ مقلد کو لائق نہیں کہ مجتہد کی رائے کے بر خلاف کتاب و سنت سے احکام اخذ کرے اور ان پر عمل کرے۔ اور عمل کرنے میں اس مجتہد کے مذہب سے جس کا وہ تابع ہے قول مختار کو اختیار کرے۔ اور رخصت سے اجتناب کر کے عزیمت پر عمل کرے اور جہاں تک ہو سکے مجتہدین کے اقوال جمع کرنے میں کوشش کرے تا کہ متفق علیہ قول پر عمل واقع ہو۔[1]

آپ نے لکھا ہے:

1 مکتوبات مجدد الف ثانی دفتر اول مکتوب ۲۸۶۔ ص ۵۹۷۔

(۲۰) حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے ہاں مجلسِ ذکر کے اس طریقہ کی باقاعدہ سند حضرت سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ تک بیان فرماتے تھے۔

الجواب: حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ خود فرمایا کرتے تھے کہ

یہ مجلس ذکر فرض، واجب یا سنت نہیں ہے۔ اور نہ ہم کسی شخص پر اسے لازم قرار دیتے ہیں۔

(۲) حضرت نے ایک مرتبہ مجلس ذکر موقوف کر دی تھی۔ اور اپنی بیماری اور بڑھاپے کا عذر پیش کیا تھا۔ حالاں کہ حضرت کا مزاج یہ تھا کہ انہوں نے کسی بھی حالت میں درسِ قرآن کا ناغہ نہیں کیا۔ مجلس ذکر کو موقوف کرنے کا ارادہ محض اس لیے ظاہر فرمایا تھا کہ لوگ اس کو فرض یا واجب نہ سمجھنے لگ جائیں۔[1]

اب آپ خود بتائیں کہ آپ کے نزدیک ان کا درجہ کیا ہے؟ جو آپ کے نزدیک ہو گا اور جس حیثیت سے آپ کے نزدیک اس کا درجہ ہو گا، اس کے مطابق مفتی حضرات سے پوچھ لیا جائے گا کہ اس حیثیت میں یہ مروجہ مجالس ذکر بدعت ہیں یا مستحب ہیں۔ بدعت حسنہ ہیں یا بدعت سیئہ مباح ہیں یا مکروہ ہیں؟

(۳) حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

بر تقدیر تعارض ادلۂ کراہت و ادلہ اباحت ترجیح جانب کراہت راہست کہ رعایت احتیاط دران است چناں چہ مقرر اہلِ اصول فقہ

---

[1] ہفت روزہ خدام الدین لاہور۔ ۱۰ جولائی ۱۹۹۸ء بحوالہ مجلس ذکر ۱۰ فروری ۱۹۶۶ء۔

خادم اہلسنت حافظ عبد الوحید الحنفی

است۔

ترجمہ: جب کراہت اور اباحت کی دلیلیں آپس میں متعارض ہوں تو ترجیح کراہت کو ہوگی۔ کیوں کہ احتیاط کا پہلو اسی میں ملحوظ رہ سکتا ہے۔ چناں چہ اصولِ فقہ والوں کے یہاں یہ طے شدہ بات ہے۔[1]

خاتمہ کلام

حضرت مولانا مفتی محمد رضوان صاحب تحریر فرماتے ہیں:

مذکورہ تمام تر تفصیل کے بعد ہماری بحث کا حاصل اور خلاصہ یہ ہے کہ قرآن و سنت اور فقہ کے دلائل و قواعد اور اکابر کی تصریحات کی روشنی میں مروجہ اجتماعی ذکر کی مجالس (جن میں ذکر کے لیے جمع ہونے کا اہتمام اور مخصوص ذکر کا التزام ہوتا ہے) جائز نہیں اور ان مجالس کے جواز کے متعلق جو دلائل پیش کیے جاتے ہیں وہ شرعی نقطۂ نظر سے مروجہ مجالس ذکر کے جواز کے لیے ناکافی ہیں۔ اور ہمارے فقہاء و اکابر نے ان دلائل کے شافی جواب بیان فرمادیے ہیں۔

اور بہرحال احتیاط و عافیت کا راستہ یہی ہے کہ ذکر اللہ کے فضائل بیان کرتے ہوئے لوگوں کو اپنے طور پر قیودات سے بچ کر ذکر اللہ کی ترغیب دی جائے۔ اور ہدایت تو اللہ کے خاص فضل پر ہی موقوف ہے۔[2]

---

[1] مکتوبات مجدد الف ثانی۔ دفتر اول مکتوب ۲۸۸۔

[2] اجتماعی ذکر کی مجلسوں کا شرعی حکم ص ۱۶۱۔ مؤلفہ مفتی محمد رضوان۔ مطبوعہ ادارہ غفران

اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ہر عاقل جان سکتا ہے، اگر کوئی جاہل قواعدِ شرعیہ سے اتنا ہی سمجھ لیوے کہ اس فعل کے بدعتِ سیئہ اور حسنہ ہونے میں اختلاف ہو تو ترک ہی مناسب اور احوط ہے۔ کیوں کہ یہ فعل مندرب ہے، واجب تو نہیں، یہی کافی ہے۔ متدین کو تو مگر جس کے دل میں بدعت مشرب ہو اس کا کیا علاج؟ چہ جائیکہ یہاں ادلہ اربعہ سے اس مروج کی ضلالت ثابت ہو چکی، بہرحال اس ہیئت کذائیہ میں سے طریقہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا حسب ارشاد ان احادیث کے لیے میزان ہے جس کا طریقہ اور قول وضعِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے موافق ہے، وہی حق ہے۔[1]

اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس ہیئت کذائیہ کے ساتھ مجالسِ ذکر کا منعقد نہ ہونا بلکہ ان پر نکیر کا ہونا بتلایا جا چکا ہے۔[2]

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی

راولپنڈی۔

[1] براہین قاطعہ ص ۱۷۱۔ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی۔

[2] اجتماعی ذکر کی مجلسوں کا شرعی حکم ص ۱۵۹۔ مؤلفہ مفتی محمد رضوان صاحب۔ مطبوعہ ادارہ غفران کوہاٹی بازار راولپنڈی۔

مجالس ذکر بالجہر کی شرعی حیثیت

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ (المولود ۲۰ اکتوبر ۱۹۱۴ء، المتوفیٰ ۲۶ جنوری ۲۰۰۴ء) فاضلِ دیوبند شاگرد رشید و خلیفہ مجاز حضرت مولانا حسین احمد مدنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مضمون بعنوان "ایک مرد حق پرست جو ہم سے جدا ہوا" حضرت مولانا عبداللطیف صاحب جہلمی (المولود ۶ ستمبر ۱۹۲۰ء مطابق ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ، المتوفیٰ ۲۷ اپریل ۱۹۹۸ء مطابق ۲۹ ذی الحجہ ۱۴۱۸ھ) کی حیات و خدمات پر تحریر فرمایا۔ جو کہ ماہنامہ حق چاریار حضرت جہلمی نمبر میں شمارہ جولائی تا نومبر ۱۹۹۸ء ج ۱۱، ش ۷ تا ۱۱۔ میں شائع ہوا۔ جس میں ص ۷۵ تا ص ۸۰ مجلس ذکر کے عنوان سے حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نے تحریر فرمایا:

"مولانا جہلمی رحمۃ اللہ علیہ مرحوم اپنے متوسلین کو ذکر وظیفہ کی تلقین و تاکید تو فرماتے تھے لیکن ملک میں مروجہ مجالس ذکر کے طریق پر آپ نے کبھی مجلس ذکر نہیں کرائی۔ میں نے ان سے حضرت شیخ لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس ذکر کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے کہا کہ:

میں صرف ایک مرتبہ شیر انوالہ آپ کی "مجلس ذکر" میں حاضر ہوا ہوں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کبھی بھی مجھے یہ نہیں فرمایا کہ مجلس میں کیوں نہیں حاضر ہوتے۔ نہ مجاز بنانے کے بعد کبھی حضرت نے مجلس ذکر

منعقد کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور جہلم میں حضرت کئی دفعہ تشریف لائے ہیں لیکن وہاں کبھی بھی حضرت لاہوری رحمہ اللہ نے مجلس ذکر نہیں کرائی۔

(حق چاریار لاہور حضرت جہلمی رحمہ اللہ نمبر، ج ۱۱ ش ۷، جولائی ۱۹۹۸ء)

(۲) اکابر اہل سنت دیوبند قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ، شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ قدس اسرارھم نے کبھی اجتماعی طور پر ذکر جہر کی مجالس منعقد نہیں کیں اور نہ ہی ان کے خلفاء نے ایسی مجالس کرائی ہیں۔

(۳) اور اکابر نے جو انفرادی طور پر ذکر جہر کی اجازت دی ہے وہ بغرضِ علاج ہے، خود جہر مقصود نہیں ہے۔ بہر حال مروجہ مجالس ذکر بوجہ تداعی عام وغیرہ کے بدعت ہیں، ان کو ترک کرنا چاہیے۔

(۴) اور جو مروجہ مجالس ذکر کا حال ہے اگر یہ حضرت کی زندگی میں ہوتا تو آپ مجلس ذکر سے دوسروں کو بھی روک دیتے۔ کیوں کہ مفاسد کی وجہ سے امر مستحب کو بھی بدعت قرار دیا جا سکتا ہے۔ اور اب تو مجلس ذکر گویا پیری مریدی کے لیے لازم سمجھی جاتی ہے۔ چناں چہ رسائل میں شائع ہوتا ہے فلاں حضرت صاحب نے فلاں فلاں جگہ مجلس ذکر کرائی اور فلاں فلاں جگہ مجلس ذکر کرائیں گے۔"[1]

(۵) آپ نے اپنے پہلے خط میں بھی لکھا تھا کہ:

---

[1] ماہنامہ حق چاریار لاہور۔ ج ۱۱، ش ۷۔ جولائی ۱۹۹۸ء۔

خادم اہلسنت عبدالوحید حنفی

جو صاحب احقر کے مضمون پر کچھ کلام کرنا چاہتے ہیں، ماہنامہ الارشاد اٹک کی ایک کاپی اس عریضہ کے ساتھ ارسال خدمت ہے۔

"مجالسِ ذکر اور ذکر بالجہر" پر احقر کے پیش کردہ مؤقف میں طائفہ منصورہ اہل السنّت والجماعت علمائے دیوبند کے مسلک اعتدال کی روشنی میں جو سقم ہے احقر بصد شکریہ اس کی اصلاح کرے گا۔......الخ

مزید آپ نے یہ بھی لکھا تھا کہ:

(۲) گزارش ہے کہ میرے مضمون متعلقہ "الارشاد" اٹک میں جو غلط استدلال پیش کیے گئے اور حوالہ جات میں جو خیانت ہے وہ واضح کی جائے تاکہ احقر اپنی تحریر کی اصلاح کرسکے۔......الخ

(۳) آپ کا مقالہ الحمدللہ کہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب فاضلِ دارالعلوم دیوبند شاگرد و خلیفہ حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمہ اللہ کی نظر سے گزرا اور آپ نے جو اس پر تبصرہ کیا، جس کا خلاصہ آپ کی تحریر کے مطابق یہ ہے کہ:

اس مقالہ میں حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب قدس سرّہٗ نے احقر کے ایک مضمون "مجالس ذکر ایک علمی اور تحقیقی جائزہ" از: ماہنامہ "الارشاد" اٹک۔ بابت رجب، شعبان ۱۴۱۸ھ / نومبر، دسمبر ۱۹۹۷ء ٹریکٹ نمبر ۶، ۷ پر گرفت فرماتے ہوئے "ذکر بالجہر" کو بدعت قرار دیا۔(خط بنام راقم الحروف از نثار احمد الحسینی)

اس بارے میں دوسرے بزرگوں کے ارشادات اور تحقیق پر مبنی

دلائل آپ کے سوالات کے ساتھ ساتھ جواب میں عرض کر دیے ہیں۔

(۶) حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس ذکر کی بیس صورتیں پیش کرنے کے بعد آپ نے لکھا ہے:

اب آپ کی خدمت میں گزارش ہے کہ:

آپ کے نزدیک حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں مجالسِ ذکر کا اہتمام جائز ہے یا ناجائز، بدعت ہے یا مستحب، باعث اجر و ثواب ہے یا لائق عذاب؟

الجواب: حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے خود فرمایا ہے کہ یہ نہ فرض ہے، نہ واجب، نہ سنت۔ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب نے یہی ارشاد فرمایا ہے:

حضرت لاہوری فرمایا کرتے تھے کہ یہ مجلس ذکر فرض، واجب یا سنت نہیں۔[1]

اس لیے بندہ کے نزدیک بھی یہ فرض، واجب یا سنت سمجھ کر نہیں منعقد کی جاتی تھیں۔ اور مستحب عمل کو جب تک فرض، واجب یا سنت کا درجہ نہ دیا جائے یا نہ سمجھا جائے، وہ لائق عذاب نہیں ہوتا۔ لیکن جب اس کو ضروری سمجھا جانے لگے تو ترک کر دینا بہتر ہوتا ہے۔ تاکہ مستحب اور بدعت میں فرق ہوتا رہے۔ جیسا کہ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک

---

[1] مجلس ذکر ۱۰ فروری ۱۹۶۶ء۔ ہفت روزہ خدام الدین ۱۰ جولائی ۱۹۹۸ء

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی

مرتبہ خود یہ ترک کر کے سمجھا دیا تھا، مولانا عبید اللہ انور صاحب فرماتے تھے:

"حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ مجلس ذکر موقوف کر دی تھی ...... مجلس ذکر کو موقوف کرنے کا ارادہ محض اس لیے ظاہر فرمایا تھا کہ لوگ اس کو فرض یا واجب نہ سمجھنے لگ جائیں۔"[1]

آپ کے سوال ۲، ۳، ۴، ۵ کا بھی یہی جواب ہے کہ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء بھی یہی سمجھتے تھے جو حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات تھیں۔ کہ وہ بھی فرض یا واجب یا سنت نہ سمجھتے تھے۔ اس لیے مجالس ذکر منعقد نہ کرنے والوں کو بھی وہ متبع سنت سمجھتے تھے۔ اب جبکہ اکثر اہل بدعت نے یہ اپنا شعار بنا لیا ہے، اس لیے موقوف کرنا ہی بہتر ہے۔

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی

اثر حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور مجالس ذکر

آپ نے اپنے مقالہ میں جو ماہنامہ الارشاد میں شائع ہوا، لکھا ہے:

مجالس ذکر کے بارے میں عام طور پر حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منسوب ایک روایت بیان کی جاتی ہے کہ انہوں نے چند آدمیوں کو مسجد میں ذکر کرتے ہوئے دیکھا تو انہیں بدعتی فرما کر مسجد سے نکال دیا کہ یہ جائز نہیں۔

[1] ہفت روزہ خدام الدین لاہور۔ بحوالہ مجلس ذکر ۱۰ فروری ۱۹۶۶ء۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ روایت محدثین، مفسرین اور فقہاء اہل سنت کے ہاں صحیح نہیں۔ اور اس کا ثبوت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نہیں ملتا۔[1]

اس روایت کا صحیح اور مستند ہونا

حالاں کہ "امام قاضی خان، امام بزاز، علامہ شامی اور علامہ حمودی رحمہم اللہ جیسے فقیہ حضرات، حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی مذکورہ روایت کو صحیح قرار دیتے ہیں۔ (دیکھیے: اجتماعی ذکر کی مجلسوں کا شرعی حکم۔ مؤلفہ مفتی محمد رضوان ص۱۹۔ بحوالہ فتاویٰ بزازیہ ج۳ص ۳۷۵۔ علیٰ ھامش الفتاویٰ الھندیہ۔ رد المختار ج۶ فصل فی البیع، غمز عیون البصائر ج۴۔ القول فی احکام المسجد)

لہٰذا بعض حضرات جو اس روایت کو غیر صحیح کہتے ہیں، یہ درست نہیں۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو "راہ سنت" ص۱۲۸۔ مؤلفہ علامہ سرفراز خان مرحوم رحمہ اللہ اور "رسائل الرشید" ص۳۵۵، ۲۵۲۔ مطبوعہ مکتبہ حلیمیہ کراچی)[2]

---

[1] مقالہ مجالس ذکر۔ ماہنامہ الارشاد۔ رجب، شعبان ۱۴۱۸ھ۔ نومبر، دسمبر ۱۹۹۷ء۔ ٹریکٹ نمبر ۶، ۷۔ مؤلفہ نثار احمد الحسینی

[2] اجتماعی ذکر کی مجلسوں کا شرعی حکم مؤلف مفتی محمد رضوان ص ۱۹

ذکر بالجہر کی شرعی حیثیت

اجتماعی ذکر جہر کی مروجہ مجلسوں کا شرعی حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے دین و فقہائے اہل السنت و الجماعت اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل بعض حضرات جو گدی نشینی اور تصوف اور پیری مریدی کی لائن پر زیادہ مشہور ہیں۔

(۱) وہ جگہ جگہ مساجد یا لوگوں کے گھروں میں اجتماعی ذکر جہر کی مجالس قائم کرتے ہیں۔ جہاں پیر صاحب یا اُن کے نمائندے ذکر جہر کرانے کے لیے تشریف لاتے ہیں۔

(۲) اور تداعی کے ذریعہ بذریعہ اشتہار بھی دعوت دی جاتی ہے۔ جن میں یہ تحریر ہوتا ہے کہ "فلاں تاریخ کو ...... فلاں پیر صاحب تشریف لا رہے ہیں...... جس میں مجالس ذکر، درود شریف ختمات...... ہوں گے۔ آپ کو بمع احباب شرکت کی پُر خلوص دعوت دی جاتی ہے۔"...... الخ

(۳) اس طرح لوگ جمع ہوتے ہیں اور باآواز بلند اجتماعی ذکر بالجہر کرتے ہیں۔ جس کی شکل یہ ہوتی ہے کہ پیر صاحب یا ان کے نمائندہ کے

ساتھ آواز ملا کر بلند آواز سے سب لوگ ذکر کرتے ہیں۔

جب ایک خاص ذکر مثلاً درود شریف ختم ہو جاتا ہے۔ تو دوسرا ذکر شروع کرایا جاتا ہے۔ اسی طرح ایک مخصوص تعداد میں ذکر جہر مکمل کیا جاتا ہے۔

ساتھ ہی اس مجلس ذکر میں شریک حضرات زور زور سے دائیں بائیں طرف ذکر کے ساتھ ملتے بھی ہیں اور اس کو ضرب لگانا کہتے ہیں۔

(۴) بعض شرکاء کو ذکر کے دوران جوش اور مستی بھی سوار ہو جاتی ہے۔ اور آواز غیر معمولی بلند ہو جاتی ہے۔

اجتماعی ذکر کی مجالس کی آواز دور دور تک سنائی دیتی ہے۔

یہ سلسلہ بعض اہل بدعت میں تو رائج تھا ہی جس کے لیے انہوں نے مختلف مقامات پر باقاعدہ ذکر و مراقبہ ہال مقرر و مختص کر رکھے ہیں۔ مگر اب بعض جگہ اہل السنت والجماعت میں بھی یہ سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔ یعنی بعض جگہ علمائے دیوبند سے عقیدت رکھنے والے اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ مہاجر مدنی اور بعض حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمہ اللہ اور بعض حضرت دین پوری رحمہ اللہ سے نسبت کا اظہار کر کے یہ مجالس قائم کر رہے ہیں۔ اور اب تو اس کے جواز پر کتابیں بھی تصنیف کی جا رہی ہیں۔ اور جب ان کو کہا جائے کہ اس طرح ذکر جہر نہ کرایا کریں۔ کیوں کہ مسلک اہل السنت والجماعت، فقہ حنفی

میں اس طرح ذکر جہر بدعت ہے۔ سوائے ان مقامات کے جہاں شریعت میں جہر کا حکم ہے۔ مثلاً

اذان، تکبیرات تشریق اور نماز میں رکوع و سجود وغیرہ کی تکبیریں وغیرہ۔[1]

جبکہ فتح القدیر میں ہے:

وَالْاَصْلُ فِي الْاَذْكَارِ الْاَخْفَاءُ وَالْجَهْرُ بِهَا بدعة

ترجمہ: اصل اذکار میں اخفاء ہے اور جہر سے ذکر کرنا بدعت ہے۔[2]

وضاحت طلب مسئلہ یہ ہے کہ علمائے حق کا اس بارے میں کیا موقف ہے؟ مدلل انداز میں واضح کیا جائے اور ساتھ ہی مساجد میں مجالس ذکر جہر کو مستحب قرار دینے والوں کے موقف پر بھی روشنی ڈالی جائے۔ تاکہ اہل السنت و الجماعت، مسلک احناف دیوبند سے نسبت رکھنے والے اہل بدعت کا شعار اپنانے کے بجائے سنت طریقہ کے مطابق اللہ تعالیٰ کا ذکر کرکے آخرت میں نجات پا سکیں۔ اور اللہ کی رضا حاصل کر سکیں۔

---

1 تفسیر مظہری ج۳، ص ۵۵

2 فتح القدیر، ج۱، ص ۴۳۰۔ طبع مصر

الجواب ومنہ الصّدق والصّواب

(۱) قولی و فعلی ذکر اللہ کا مسنون طریقہ

مولانا مفتی محمد رضوان صاحب لکھتے ہیں:

(۱) ذکر کے معنیٰ یاد کرنے کے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا ایک تو زبان و قول سے ہوتا ہے اور ایک اپنے عمل و فعل سے۔ اسی لیے محققین فرماتے ہیں کہ اللہ کا ذکر ایک تو زبانی و قولی طریقہ پر ہوتا ہے، دوسرے عملی و فعلی طریقہ پر۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ کا ذکر صرف زبانی ذکر کے ساتھ خاص نہیں بلکہ عملی و فعلی ذکر یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے حلال و حرام اور جائز و ناجائز وغیرہ احکام کی اتباع کرنا بھی ذکر الٰہی میں داخل ہے۔

(۲) اور بعض احادیث میں اس کو بھی ذکر اور اسی مناسبت سے اللہ تعالیٰ کے احکام کا مذاکرہ اور تعلیم و تعلم میں مشغول حضرات کو اہلِ ذکر اور ان مجالس کو مجالس ذکر کہا گیا ہے۔

اور اسی لیے جو شخص صرف زبانی ذکر پر اکتفا کرے اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پیروی نہ کرے وہ حقیقی ذکر کرنے والوں میں شامل نہیں۔ پس اول تو قولی و فعلی ذکر کے مذکورہ عام مفہوم کو نظر انداز کرکے ذکر کو صرف زبان کے ساتھ خاص نہیں سمجھنا چاہیے۔

دوسرے زبانی ذکر (جس کے متعلق سوال کیا گیا ہے) اس کے لیے بھی

کسی خاص ایسی ہیئت کو مخصوص کر لینا جو شریعت سے ثابت نہ ہو، درست نہیں۔ کیوں کہ یہ ذکر عبادتِ مطلقہ ہے۔ اور عبادتِ مطلقہ کو عبادتِ مقیدہ کا درجہ دینا غلط ہے۔[1]

(۲) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل السنت والجماعت کا طریقہ ذکر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی فرمائی تھی کہ:

اِنَّ بَنِي اِسْرَائِيلَ تَفَرَّقَتْ عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، وَتَفْتَرِقُ اُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ اِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً، قَالُوا: مَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم؟ قَالَ: مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِي۔[2]

"تحقیق بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں تقسیم ہوئے تھے۔ اور میری امت ۷۳ فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی۔ جن میں سوائے ایک فرقہ کے باقی سب دوزخ میں جائیں گے۔ اصحاب رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! وہ ایک فرقہ کون سا ہو گا؟ (جو جنت میں جائے گا)؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو میرے اور میرے اصحاب کے طریقہ پر ہوں گے۔ (ترمذی۔ مستدرک حاکم، ج۱، ص۱۴۹۔ مشکوٰۃ شریف)

(۳) امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ (المولود ۴۵۰ھ المتوفیٰ ۵۰۵ھ) اپنی کتاب احیاء

---

[1] اجتماعی ذکر کی مجلسوں کا شرعی حکم، ص ۱۲۔ مؤلفہ مفتی محمد رضوان

[2] رواہ ترمذی شریف ج ۲، باب افتراقِ امت، ص ۲۰۰

العلوم میں سرورِ کائنات ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں:

وَ لَا یَعْلَمُ تَفْصِیْلُ ذٰلِکَ اِلَّا بِالْاِقْتِدَاءِ بِالْفِرْقَة النَّاجِیَه وَ هُمُ الصَّحَابَةُ۔ فَاِنَّه عَلَیْهِ السَّلَامُ لَمَّا قَالَ النَّاجِیُ مِنْهَا وَاحِدَةٌ قَالُوا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَ مَنْ هُمْ قَالَ اَهْلُ السُّنَّةِ وَ الْجَمَاعَةِ فَقِیْلَ وَ مَنْ اَهْلُ السُّنَّةِ وَ الْجَمَاعَةِ قَالَ مَا اَنَا عَلَیْه وَ اَصْحَابِیْ۔[1]

اور اس کی تفصیل فرقہ ناجیہ کی پیروی کے بغیر معلوم نہیں ہو سکتی۔ اور فرقہ ناجیہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔ کیوں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ان میں نجات پانے والا فرقہ ایک ہی ہو گا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ کون لوگ ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا اہل السنت والجماعت

پھر عرض کیا گیا کہ اہل السنت والجماعت کون ہیں تو ارشاد فرمایا کہ جو میرے اور میرے اصحاب کے طریقہ پر ہیں۔

(۴) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ اہل سنت کون ہیں؟

اور اہل بدعت کون ہیں؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا

اَمَّا اَهْلُ السُّنَّةِ اَلْمُتَمَسِّکُوْنَ بِمَا سَنَّهُ اللّٰہُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ اِنْ

[1] احیاء العلوم ج۳، باب ورع و تقویٰ، ص۱۹۹

قَلُّوا وَ اَمَّا اَهْلُ الْبِدْعَةِ فَالْمُخَالِفُونَ لِاَمْرِ اللهِ وَلِكِتَابِهٖ وَرَسُوْلِهٖ الْعَامِلُوْنَ بِرَائِيهِمْ وَ اَهْوَاءِ هِمْ وَاِنْ كَثُرُوا وَ قَدْ مضى مِنهُمُ الفَوْجُ الاوّلُ وَ بَقِيَتْ اَفْوَاجًا۔[1]

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اہل سنت وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ طریقے پر چلتے ہیں، گو کہ وہ تعداد میں کم ہی کیوں نہ ہوں۔ اور اہل بدعت وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ، اس کی کتاب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف (طریقہ پر ہوں) اپنی رائے اور اپنی خواہش پر عمل کرتے ہوں۔ گو کہ ان کی تعداد زیادہ کیوں نہ ہو۔ ان کی پہلی فوج گزر چکی اور فوجیں ابھی باقی ہیں۔ اِن کا استقبال اللہ ہی کے سپرد ہے۔

(۵) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کس طرح ذکر کیا کرتے تھے

(ا) مفتی محمد رضوان صاحب اپنی کتاب اجتماعی ذکر کی مجلسوں کا شرعی حکم میں لکھتے ہیں:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور سلفِ صالحین، مساجد میں بھی زبانی ذکر و تسبیح کے ماہانہ یا ہفتہ وار پروگرام کے بجائے یومیہ نماز وغیرہ سے فارغ ہو کر مختلف اذکار و اوراد میں مشغول ہوتے تھے۔

اگر کچھ لوگوں نے تعلیم و تعلم اور درس و تدریس میں مشغولی اختیار کرنی

[1] مسند وکیع بن جراح، کنز العمال ج ۱۶، حدیث ۴۴۲۰۹

ہوتی، تو وہ ایک طرف ہو جاتے اور جن حضرات نے اپنے ذکر و اذکار کے معمولات پورے کرنے ہوتے وہ الگ ہو جاتے۔ تا کہ ایک کی وجہ سے دوسرے کو خلل نہ ہو اور ہر ایک اپنے اپنے معمول کو سہولت کے ساتھ پورا کر سکے۔

کوئی تلاوت میں مشغول ہوتا، کوئی تکبیر (یعنی اللہ اکبر پڑھنے) میں کوئی تسبیح (یعنی سبحان اللہ) میں کوئی تہلیل (یعنی لا الٰہ الا اللہ) میں اور کوئی تحمید (یعنی الحمد للہ پڑھنے) میں اور کوئی درود شریف میں اور کوئی توبہ استغفار اور دعا و نوافل میں۔ غرضیکہ کوئی دوسرے کے ذکر کا پابند نہیں تھا۔

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

(۲) اسی طرح گھروں میں بھی کسی پابندی و التزام کے بغیر ذکر و تسبیح کی مجالس قائم ہو جاتیں۔ یہاں بھی خاص ذکر و تسبیح کرنے کے لیے گھر سے باہر کے لوگوں کو مدعو نہیں کیا جاتا تھا۔ اور نہ ہی وہ کسی کو مقتداء بنا کر بیک زبان ایک ہی ذکر کرنے کے پابند تھے۔

(۳) غرضیکہ مذکورہ تمام صورتوں میں ایک وقت اور ایک جگہ کی حد تک تو اتفاقی اجتماع ہو جاتا تھا لیکن موجودہ دور کی مروجہ ذکر کی مجلسوں میں پائی جانے والی قیود (مثلاً خاص ذکر کے لیے تداعی اور سب کے لیے مخصوص ذکر کا التزام جیسی تخصیصات) نہیں تھیں۔[1]

---

[1] اجتماعی ذکر کی مجلسوں کا شرعی حکم، ص ۱۶۔ مرقات ج ۱، ص ۲۶۰۔ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ

(٦)ذکر جہر کو بھی بدعت جان کر اس سے منع کیا ہے

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ المتوفیٰ ۱۰۳۴ھ اپنے مکتوبات ج۱، مکتوب ۲۶۶ میں اپنے پیر زادوں یعنی خواجہ عبداللہ اور خواجہ عبیداللہ کی خدمت میں لکھتے ہیں:

> حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد اپنے بزرگ مخدوم زادوں کی جناب میں عرض کرتا ہے:........ اور طریق صوفیہ میں سے طریقہ نقشبندیہ کا اختیار کرنا بہت مناسب اور بہتر ہے۔ کیوں کہ ان بزرگوں نے سنت کی متابعت کو لازم پکڑا ہے اور بدعت سے اجتناب کیا ہے۔......
>
> بلکہ ذکر جہر کو بھی بدعت جان کر اس سے منع کیا ہے۔ اور وہ فائدے اور ثمرات جو اس پر مترتب ہوتے ہیں، ان کی طرف التفات نہیں کی۔
>
> ایک دن حضرت ایشاں خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں مجلس طعام میں حاضر تھا۔ شیخ کمال نے جو حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے مخلص دوستوں میں تھا کھانا شروع کرتے وقت حضرت ایشاں کے حضور میں بسم اللہ کو بلند کیا۔ حضور کو بہت ناخوش معلوم ہوا۔ اور یہاں تک کہ جھڑکا اور فرمایا کہ اس کو کہہ دو کہ ہماری مجلس طعام میں حاضر نہ ہوا کرے۔ اور میں نے حضرت ایشاں باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے کہ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ علماء بخارا کو جمع کر کے حضرت امیر کلال قدس سرہٗ کی خانقاہ میں لے گئے، تاکہ ان کو ذکر جہر سے منع کریں۔ علماء نے

حضرت امیر کلال علیہ الرحمہ کی خدمت میں عرض کیا کہ "ذکر جہر بدعت ہے، نہ کیا کریں"

انہوں نے جواب میں فرمایا کہ نہ کریں گے۔

جب اس طریقہ کے بزرگوار ذکر جہر سے منع کرنے میں اس قدر مبالغہ کرتے ہیں تو پھر سماع ورقص اور وجد کا کیا ذکر۔ وہ احوال و مواجید جو غیر شرع اسباب پر مترتب ہوں، فقیر کے نزدیک استدراج کی قسم سے ہیں۔ (مکتوبات مجدد الف ثانی ج ا، مکتوب ۲۶۶، ص ۶۴۶)

(۷) مروجہ اجتماعی ذکر کے مکروہ و ممنوع ہونے کا ثبوت

سوال میں مخصوص اجتماعی ذکر بالجہر کی مجالس کے بارے میں جو کیفیت بیان کی گئی ہے، جن میں ذکر کے لیے تداعی ہوتی ہے اور ایک ہی ذکر کا التزام ہوتا ہے۔ اور اس جیسی قیودات ہوتی ہیں۔ اور زیر بحث اور اختلاف کی بنیاد اسی قسم کی اجتماعی ذکر بالجہر کی یہی مجالس ہیں جو قرآن و حدیث، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور فقہائے عظام سلف صالحین سے ثابت نہیں۔ بلکہ فقہائے کرام اور اکابر عظام کی تصریحات کے مطابق مکروہ و ممنوع ہیں۔

(۱) کیوں کہ جس عمل کی کوئی خاص ہیئت اور طریقہ خیر القرون سے ثابت نہ ہو اس میں اپنی طرف سے کوئی خاص ترکیب و ترتیب تجویز

کر لینا اور اس طریقہ کو ثواب سمجھ لینا درست نہیں۔[1]

(۲) ذکر ایک مستحب اور نفلی درجے کا ایسا عمل ہے کہ نہ اس کے لیے جمع ہونے کی ضرورت ہے اور نہ اس غرض کے لیے لوگوں کو بلانا اور اکٹھا کرنا درست ہے۔ اس کے لیے لوگوں کو جمع کرنا اور اس کے لیے لوگوں کو تحریری یا زبانی طور پر مدعو کر کے اور دعوت دے کر خاص اس غرض کے لیے مجلسیں و محفلیں جمانا فقہائے کرام کی بیان فرمودہ "تداعی" کے مفہوم میں داخل ہے۔ اور تداعی کے ساتھ یہ عمل مکروہ ہے۔

(۳) ان مروجہ زیرِ بحث مجالس ذکر کے ممنوع و مکروہ ہونے کی بنیادی وجوہات تو یہی ہیں اور اس کے علاوہ دیگر وجوہات بھی مروجہ مجالس ذکر میں پائی جاتی ہیں۔[2]

(۴) حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے بھی لکھا ہے کہ حضرت خواجہ نقشبند اور علماء بخارا نے حضرت امیر کلال سے کہا: کہ "ذکر جہر بدعت ہے، نہ کیا کریں۔"[3]

[1] ملاحظہ ہو تحفۃ المسلمین ج ا ص ۶۱۔ مؤلفہ مولانا مفتی عاشق الٰہی بلند شہری ثم مدنی خلیفہ مجاز حضرت مولانا شیخ الحدیث محمد زکریا رحمہ اللہ کاندھلوی ثم مدنی۔

[2] اس کی اصل وجہ اس مروجہ طریقہ اور کیفیت کا محدث و مکروہ ہونا ہے۔

[3] مکتوبات مجدد الف ثانی ج ا، مکتوب ۲۶۶۔

جس پر حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بہت اچھا! "نہیں کریں گے"۔

(۵) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خاص ذکر و تسبیح کرنے کے لیے باہر کے لوگوں کو مدعو نہیں کیا اور وہ کسی کو مقتدا بنا کر بیک زبان ذکر بالجہر بھی نہیں کرتے تھے۔ اس لیے اہل السنت والجماعت ذکر بالجہر کی مجالس قائم کرنے سے روکتے ہیں۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری وابنِ مسعود رضی اللہ عنہما کی روایات سے ثبوت

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید

(۱) امام دارمی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ ہمیں حکم بن مبارک نے خبر دی، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں عمرو بن یحییٰ بن عمرو بن سلمۃ نے خبر دی، وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد یحییٰ بن عمرو سے سنا۔ انہوں نے اپنے والد عمر بن سلمۃ سے سنا کہ:

كُنَّا نَجْلِسُ عَلٰى بَابِ عَبْدِاللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَبْلَ صَلَاةِ الْغَدَاةِ، فَاِذَا خَرَجَ مَشَيْنَا مَعَهٗ اِلَى الْمَسْجِدِ، فَجَاءَ نَا اَبُوْ مُوسَى الْاَشْعَرِيُّ فَقَالَ: اَخَرَجَ اِلَيْكُمْ اَبُوْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بَعْدُ؟ قُلْنَا: لَا، فَجَلَسَ مَعَنَا حَتّٰى خَرَجَ، فَلَمَّا خَرَجَ قُمْنَا اِلَيْهِ جَمِيْعاً، فَقَالَ لَهٗ اَبُوْ مُوْسٰى: يَا اَبَا عَبْدِالرَّحْمٰنِ اِنِّيْ رَاَيْتُ فِي الْمَسْجِدِ آنِفاً اَمْراً اَنْكَرْتُهٗ، وَ

لَمْ اَرَ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ اِلَّا خَيْرًا۔ قَالَ: فَمَا هُوَ؟ فَقَالَ: اِنْ عِشْتَ فَسَتَرَاهُ۔ قَالَ: رَاَيْتُ فِي الْمَسْجِدِ قَوْمًا حِلَقًا جُلُوْسًا يَنْتَظِرُوْنَ الصَّلَاةَ، فِيْ كُلِّ حَلْقَةٍ رَجُلٌ، وَ فِيْ اَيْدِيهِمْ حَصًى فَيَقُوْلُ: كَبِّرُوْا مِائَةً، فَيُكَبِّرُوْنَ مِائَةً، فَيَقُوْلُ: هَلِّلُوْا مِائَةً، فَيُهَلِّلُوْنَ مِائَةً، وَ يَقُوْلُ: سَبِّحُوْا مِائَةً فَيُسَبِّحُوْنَ مِائَةً۔

قَالَ: فَمَا ذَا قُلْتَ لَهُمْ؟ قَالَ: مَا قُلْتُ لَهُمْ شَيْئًا انْتِظَارَ رَاْيِكَ اَوِ انْتِظَارَ اَمْرِكَ۔ قَالَ: اَفَلَا اَمَرْتَهُمْ اَنْ يَعُدُّوا سَيِّئَاتِهِمْ وَ ضَمِنْتَ لَهُمْ اَنْ لَّا يَضِيْعَ مِنْ حَسَنَاتِهِمْ۔ ثُمَّ مَضٰى وَ مَضَيْنَا مَعَهٗ حَتّٰى اَتٰى حَلْقَةً مِنْ تِلْكَ الْحِلَقِ، فَوَقَفَ عَلَيْهِمْ فَقَالَ: مَا هٰذَا الَّذِيْ اَرَاكُمْ تَصْنَعُوْنَ؟ قَالُوْا: يَا اَبَا عَبْدِالرَّحْمٰنِ حَصًى نَعُدُّ بِهِ التَّكْبِيْرَ وَ التَّهْلِيْلَ وَ التَّسْبِيْحَ۔ قَالَ: فَعُدُّوْا سَيِّئَاتِكُمْ فَاَنَا ضَامِنٌ اَنْ لَّا يَضِيْعَ مِنْ حَسَنَاتِكُمْ شَيْءٌ، وَيْحَكُمْ يَا اُمَّةَ مُحَمَّدٍ مَا اَسْرَعَ هَلَكَتَكُمْ، هٰؤُلَاءِ صَحَابَةُ نَبِيِّكُمْ ﷺ مُتَوَافِرُوْنَ وَ هٰذِهٖ ثِيَابُهٗ لَمْ تَبْلَ وَ آنِيَتُهٗ لَمْ تُكْسَرْ، وَ الَّذِيْ نَفْسِيْ فِيْ يَدِهٖ اِنَّكُمْ لَعَلٰى مِلَّةٍ هِيَ اَهْدٰى مِنْ مِلَّةِ مُحَمَّدٍ، اَوْ مُفْتَتِحِيْ بَابِ ضَلَالَةٍ۔

قَالُوْا: وَ اللّٰهِ يَا اَبَا عَبْدِالرَّحْمٰنِ مَا اَرَدْنَا اِلَّا الْخَيْرَ۔ قَالَ: وَ كَمْ مِنْ مُرِيْدٍ لِلْخَيْرِ لَنْ يُصِيْبَهٗ، اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ حَدَّثَنَا اَنَّ قَوْماً يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، وَ اَيْمُ اللّٰهِ مَا اَدْرِيْ لَعَلَّ اَكْثَرَهُمْ مِنْكُمْ۔ ثُمَّ تَوَلّٰى عَنْهُمْ، فَقَالَ عَمْرُو بْنُ سَلِمَةَ: رَاَيْنَا عَامَّةَ اُولٰئِكَ الْحِلَقِ يُطَاعِنُوْنَا يَوْمَ النَّهْرَوَانِ مَعَ الْخَوَارِجِ[1]

ترجمہ: ہم فجر کی نماز سے پہلے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے دروازے پر بیٹھتے تھے۔ جب حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ گھر سے تشریف لاتے تو ہم ان کے ساتھ (فجر کی نماز کے لیے) مسجد جایا کرتے تھے۔ اسی دوران ایک مرتبہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ہمارے پاس تشریف لائے اور انہوں نے فرمایا کہ کیا ابو عبد الرحمٰن (یعنی عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) ابھی گھر سے تشریف نہیں لائے؟ ہم نے کہا کہ نہیں، تو وہ ہمارے ساتھ بیٹھ گئے۔ پھر جب حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ گھر سے باہر تشریف لائے تو ہم سب کھڑے ہو گئے۔ پھر حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں نے ابھی مسجد میں ایک ایسی بات دیکھی ہے جو میں نے بری سمجھی (کیوں کہ یہ بات حضور رضی اللہ عنہ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں) اور الحمد للہ میری

---

1 سنن الدارمی، باب فی کراھیۃ اخذ الرای۔

نیت خیر اور بھلائی یعنی اصلاح کی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ کیا بات ہے؟

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ کی زندگی رہی تو آپ بھی جلد ہی دیکھ لیں گے۔ وہ یہ ہے کہ میں نے مسجد میں لوگوں کو نماز کے انتظار میں اس حال میں بیٹھے ہوئے دیکھا کہ انہوں نے حلقے بنا رکھے ہیں اور ان کے ہاتھوں میں کنکریاں ہیں۔ اور ان میں سے ایک شخص کہتا ہے کہ سو مرتبہ اللہ اکبر پڑھو تو لوگ سو مرتبہ اللہ اکبر کہتے ہیں، پھر وہ کہتا ہے کہ سو بار لا الہ الا اللہ کہو تو سو بار لا الہ الا اللہ کہتے ہیں، پھر وہ کہتا ہے کہ سو دفعہ سبحان اللہ کہو تو وہ سو دفعہ سبحان اللہ پڑھتے ہیں۔

اس پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ پھر آپ نے ان لوگوں کو کیا کہا؟

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں نے آپ کی رائے یا آپ کے حکم کے انتظار میں کچھ نہیں کہا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ نے انہیں یہ حکم کیوں نہیں دیا کہ وہ (موجودہ طرزِ عمل کے بجائے) اپنے گناہ شمار کریں اور آپ نے ان کو یہ ضمانت کیوں نہ دی کہ (اپنے گناہ شمار کرنے کی صورت میں) ان کی کوئی نیکی ضائع نہ ہو گی۔

اس کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مسجد میں ان لوگوں کے پاس

آئے اور وہاں کھڑے ہوئے۔ پھر ان سے پوچھا یہ میں تمہیں کیا کرتے دیکھ رہا ہوں؟ انہوں نے جواب دیا کہ کنکریاں ہیں جن پر تکبیر، تہلیل اور تسبیح شمار کر کے پڑھ رہے ہیں (اور ہم کوئی گناہ والا کام نہیں کر رہے) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم اپنے گناہوں کو شمار کرو اور میں ضمانت دیتا ہوں کہ اس صورت میں تمہاری کوئی نیکی ضائع نہ ہو گی۔ اے امتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم! تم پر افسوس کہ کتنی جلدی تمہاری بربادی ہو گئی کہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ صحابہ رضی اللہ عنہم کثیر تعداد میں موجود ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے ابھی بوسیدہ نہیں ہوئے اور آپ کے برتن ابھی نہیں ٹوٹے (اور تم اتنی جلدی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کرام کے طریقہ سے ہٹ گئے) قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے یا تو تم ایسے طریقے پر ہو جس میں (نعوذ باللہ تعالیٰ) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے سے زیادہ ہدایت ہے (کیوں کہ یہ طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ سے ہٹ کر ہے) یا پھر تم لوگ گمراہی کا دروازہ کھولنے والے ہو (کیوں کہ یہ عمل بدعت ہے اور ہر بدعت ضلالت ہے) انہوں نے کہا! اے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ! اللہ کی قسم، ہم نے تو فقط خیر کا ارادہ کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کتنے ہی خیر کا ارادہ کرنے والے ہیں جن کو ہرگز خیر حاصل نہیں ہوتی (لہٰذا تمہارا خیر کا ارادہ کرنے سے یہ بدعت والا کام ثواب کا شمار نہیں ہو گا) بے شک

رسول اللہ ﷺ نے ہم سے بیان کیا تھا کہ کچھ لوگ قرآن پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلق سے آگے نہیں جائے گا (اس لیے ان کے حق میں یہ قرآن پڑھنا جو کہ کارِ خیر ہے، ہدایت کا ذریعہ نہیں ہو گا) اور اللہ کی قسم میں نہیں جانتا شاید کہ ان کی اکثریت تم ہی لوگوں میں سے ہو۔ پھر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان لوگوں کے پاس سے چلے گئے۔ حضرت عمرو بن سلمہ (اس روایت کے روای) فرماتے ہیں کہ ہم نے دیکھا کہ ان حلقوں کی اکثریت خوارج کے ساتھ مل کر ہمارے خلاف جنگِ نہروان میں لڑ رہی تھی (اعاذنا اللہ منہ، ترجمہ ختم)

اس روایت کی سند بالکل صحیح ہے، اور اس کے صحیح ہونے میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں چناں چہ امام دارمی رحمہ اللہ اس کو حضرت حکم بن مبارک رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں، اور حضرت حکم بن مبارک کو محدثین نے ثقہ قرار دیا ہے۔[1]

---

[1] (البخاری فی الادب المفرد و الترمذی) الحکم بن المبارک الباھلی مولاھم ابو صالح الخاشتی۔ و یقال الخواشتی البلخی۔ روی عن مالک و ابی عوانہ و الولید بن مسلم و زیاد ابن الربیع و حماد بن زیاد و عباد بن عباد و عبداللہ بن ادریس و عیسی بن یونس و غیرھم۔ و عنہ زکریا بن یحیی و یحیی بن بشر البلخیان و عبداللہ الدارمی و اسحاق بن ابراھیم ابن جبلۃ و آخرون۔ قال ابو عبداللہ ن مندۃ احد الثقات و ذکرہ ابن حبان فی الثقات و قال خاشت ناحیۃ المصلی ببلخ قال البخاری مات سنۃ ۱۳ او نحوھا۔ لہ عند الترمذی حدیث واحد فی الملحمۃ الکبری و قلت: و قال ابن المسعانی خواشت من قری بلخ وھو حافظ ثقۃ وعدہ ابن عدی فی ترجمۃ احمد بن عبدالرحمن الوھبی فیمن یسرق الحدیث (تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۳۷۶)
الحکم بن المبارک الباھلی، مولاھم البلخی الخاشتی ابو صالح عن: مالک، و حماد بن زید، و شریک، و محمد بن

اور اس روایت کے دوسرے راوی عمرو بن یحییٰ بن عمرو بن سلمۃ ہیں۔[1]

اور عمرو بن یحییٰ ثقہ ہیں، ان کو امام بخاری رحمہ اللہ نے تاریخ کبیر میں بغیر

راشد المکحولی وعنہ: ابو محمد الدارمی، ویحیی بن بشر، ویحیی بن زکریا البلخیان، وثقہ ابن حبان واخرج لہ الترمذی والبخاری فی کتاب الادب وقد روی عبد بن حمید فی مسندہ عن الدارمی عنہ حدیثاً وقع لنا موافقہ بعلو من کتاب الدارمی۔ قال البخاری: مات سنۃ ثلاث عشرۃ او نحوھا (تاریخ الاسلام ووفیات المشاھیر و الاعلام، تالیف: شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الزہبی، تحت ترجمۃ الحکم بن المبارک الباھلی، مات الحکم بن مبارک مولی باھلۃ البلخی الخاستی ابو صالح سنۃ ثلاث عشرۃ ومائتین او نحوھا (التاریخ الصغیر للبخاری ج۲ ص۲۹۹)

[1] ملحوظ رہے کہ بعض نسخوں میں غلطی سے واؤ کے بغیر عمر بن یحییٰ چھپ گیا ہے۔ حالاں کہ صحیح عمرو بن یحییٰ ہے۔ کیوں کہ عمرو بن یحییٰ ہی کے اپنے والد "یحییٰ بن عمرو" اور ان کے اپنے والد "سلمۃ بن عمرو" سے سماعت ثابت ہے۔ اور اس روایت کے اخیر میں عمرو بن سلمۃ کی صراحت بھی ہے۔ نیز ابنِ ابی شیبۃ نے عمرو بن یحییٰ بن عمرو بن سلمۃ کے پورے نام کے حوالہ سے اس حدیث کا ایک حصہ اس طرح روایت فرمایا ہے:

حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ یَحْیَی بْنِ عَمْرِو بْنِ سَلَمَۃَ، عَنْ اَبِیہِ عَنْ جَدِّہِ قَالَ: کُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ بَابِ عَبْدِ اللہِ نَنْتَظِرُ اَنْ یَخْرُجَ اِلَیْنَا فَخَرَجَ، فَقَالَ: اِنَّ رَسُوْلَ اللہِ حَدَّثَنَا، اَنَّ قَوْمًا یَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ لَا یُجَاوِزُ تَرَاقِیَھُمْ، یَمْرُقُوْنَ مِنَ الْاِسْلَامِ کَمَا یَمْرُقُ السَّھْمُ مِنَ الرَّمِیَّۃِ، وَاَیْمُ اللہِ لَا اَدْرِیْ لَعَلَّ اَکْثَرَھُمْ مِنْکُمْ، قَالَ: فَقَالَ: عَمْرُو بْنُ سَلَمَۃَ: فَرَاَیْنَا عَامَّۃَ اُولٰئِکَ یُطَاعِنُوْنَا یَوْمَ النَّھْرَوَانِ مَعَ الْخَوَارِجِ (اَلْمُصَنَّفُ لِابْنِ اَبِیْ شَیْبَۃَ، کتاب الجمل باب ما ذکر فی الخوارج) وھذا اسناد صحیح، الا ان قولہ: "عمر بن یحیی" اظنہ خطا من النساخ، والصواب "عمرو بن یحیی" و ھو عمرو بن یحیی بن عمرو بن سلمۃ ابن الحارث الھمدانی۔ کذا ساقہ ابن ابی حاتم فی کتابہ "الجرح و التعدیل (۳/۱/۲۶۹) وذکر فی الرواۃ عنہ جمعا من الثقات منھم ابن عیینۃ، وروی عن ابی معین انہ قال فیہ: "صالح"۔ وھکذا ذکرہ علی الصواب فی الرواۃ عن ابیہ، فقال (۴/۲/۱۷۶): "یحیی بن عمرو بن سلمۃ الھمدانی، ویقال: الکندی۔ روی عن ابیہ روی عن شعبۃ والثوری والمسعودی و قیس بن الربیع وابنہ عمرو بن یحیی"۔ ولم یذکر فیہ جرحا ولا تعدیلا ویکفی فی تعدیلہ روایۃ شعبۃ عنہ، فانہ کان ینتقی الرجال الذین کانوا یروی عنھم، کما ھو مذکور فی ترجمۃ، ولا یبعد ان یکون فی "الثقات" لابن حبان، فقد اوردہ العجلی فی "ثقاتہ" و قال: "کوفی ثقۃ (عون الودود لتیسیر ما فی السلسلۃ الصحیحۃ من الفوائد والردود، کتاب العقیدۃ)

جرح کے ذکر فرمایا ہے۔[1]

جبکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی عادت جرح کرنے کی ہے۔[2]

اور ابن ابی حاتم نے ابنِ معین سے ان کا ثقہ ہونا نقل فرمایا ہے، نیز ابنِ حبان نے ان کو ثقات میں شمار کیا ہے۔[3]

اور تیسرے راوی یحییٰ بن وعمرو ہیں، ان کو بھی امام بخاری نے تاریخِ کبیر

---

[1] عمرو بن یحیی بن عمرو بن سلمۃ بن الحارظ الھمدانی الکوفی، سمع اباہ، سمع منہ سعید بن سلیمان و یقال: الکندی (التاریخ الکبیر للبخاری ج۶ ص ۳۸۲)

[2] چناں چہ علامہ ابنِ قیم عکرمہ بن ابراہیم کے ذیل میں فرماتے ہیں:
وَقَدْ اَعَلَّہُ الْبَیْھَقِیُّ بِاِنْقِطَاعِہٖ وَتَضْعِیْفِہٖ عِکْرِمَۃَ بْنِ اِبْرَاہِیْمَ۔ قَالَ اَبُو الْبَرَکَاتِ بْنُ تَیْمِیَّۃَ: وَیُمْکِنُ الْمُطَالَبَۃُ بِسَبَبِ الضَّعْفِ فَاِنَّ الْبُخَارِیَّ ذَکَرَہٗ فِیْ "تَارِیْخِہٖ" وَلَمْ یَطْعَنْ فِیْہِ وَعَادَتُہٗ ذِکْرُ الْجَرْحِ وَالْمَجْرُوْحِیْنَ وَقَدْ نَصَّ اَحْمَدُ وَابْنُ عَبَّاسٍ قَبْلَہٗ اَنَّ الْمُسَافِرَ اِذَا تَزَوَّجَ لَزِمَہُ الْاِتْمَامُ وَھٰذَا قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ وَمَالِکٍ وَاَصْحَابِہِمَا وَھٰذَا اَحْسَنُ مَا اُعْتُذِرَ بِہٖ عَنْ عُثْمَانَ۔ (زاد المعاد، مبحث فی قصر الصلاۃ)

اور علامہ ابنِ قیم کا مندرجہ بالا کلام نقل کرنے کے بعد صاحبِ اعلاء السنن فرماتے ہیں:
قلت اراد بھذا الکلام تحسین الحدیث، بان راویہ قد وثقہ البخاری بترک الطعن فیہ، وھو توثیق منہ فلا یقبل فیہ الجرح الا مفسراً ولم یوجد، وبان ابن عباس واحمد وابا حنیفۃ ومالکا اخذوا بہ واحتجاج المجتھد بحدیث تصحیح لہٗ فالحدیث حسن (اعلاء السنن، ج۷، ص ۳۲۷، ۳۲۸، باب اذا تزوج المسافر ببلد أو لہ فیہ زوجۃ فلیتم وان لم ینو الاقامۃ)

[3] عمرو بن یحیی بن عمرو بن سلمۃ بن الحارث الھمدانی سمع اباہ روی عنہ ابن ابی شیبۃ وابن نمیر وعبد اللہ بن عمرو ابراہیم بن موسی وعبد اللہ ابن سعید الاشج سمعت ابی یقول ذلک، نا عبد الرحمن قال ذکرہ ابی عن اسحاق ابن منصور عن یحیی بن معین انہ قال عمرو بن یحیی بن سلمۃ ثقہ۔ (الجرح والتعدیل لابنِ ابی حاتم، تحت رقم ۱۴۸۷)
عمرو بن یحیی بن عمرو بن سلمۃ بن الحارث الھمدانی من اھل الکوفۃ یروی عن ابیہ (ثقات ابنِ حبان ج۸ ص ۴۸۰)

میں بغیر جرح کے ذکر فرمایا ہے۔ اور امام عجلی نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے، ان سے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں۔[1]

اور چوتھے راوی عمرو بن سلمۃ ہیں، ان کو ابنِ حبان نے ثقہ فرمایا ہے، اور امام بخاری نے تاریخِ کبیر میں ان کا تذکرہ بغیر جرح کے فرمایا ہے، لہٰذا یہ بھی ثقہ ہیں۔[2]

---

[1] یحیی بن عمرو بن سلمۃ الھمدانی ویقال الکندی الکوفی عن ابیہ روی عنہ الثوری و شعبۃ و عاصم الاحول (التاریخ الکبیر للبخاری ج۸ ص ۲۹۲)

یحیی بن عمرو بن سلمۃ کوفی ثقہ وابوہ کوفی تابعی ثقہ (معرفۃ الثقات للعجلی ج۲ ص ۳۵۶، تحت رقم الترجمۃ ۱۹۹۰)

یحیی بن عمرو بن سلمۃ الھمدانی ویقال الکندی روی عن ابیہ روی عنہ شعبۃ والثوری والمسعودی و قیس بن الربیع وابنہ عمرو بن یحیی سمعت ابی یقول ذلک (الجرح والتعدیل لابنِ ابی حاتم ج۹ ص ۱۷۶)

یحیی بن عمرو بن سلمۃ الھمدانی عن ابیہ روی عنہ ابو حنیفۃ و الثوری و شعبۃ و المسعودی و آخرون (الایثار بمعرفۃ رواۃ الآثار لابنِ حجر حرف الیاء آخر الحروف، تحت رقم الترجمۃ ۲۶۷، ج۱ ص ۱۹۰)

یحیی بن عمرو بن سلمۃ الھمدانی، الکوفی۔ حدث (عن): ابیہ۔ روی عنہ: ابنہ عمرو، و مسعر بن کدام، و شعبۃ، و سفیان الثوری، و عبد الرحمن المسعودی، و قیس بن الربیع (غنیۃ الملتمس ایضاح الملتبس لابی بکر احمد بن علی بن ثابت الخطیب، المتوفی ۴۶۳ھ، ج۱ ص ۴۳۸)

[2] عمرو بن سلمۃ بن الحرب الھمدانی من اھل الکوفۃ سمع علی بن ابی طالب و عبد اللہ بن مسعود و سلیمان بن ربیعۃ روی عنہ ابنہ یحیی و الشعبی و یزید بن ابی زیاد و کان ممن حضر حرب الخوارج بالنھروان وورد المدائن اخبرنا احمد بن عمر بن روح النھروانی بھا حدثنا محمد بن ابراھیم بن سلمۃ الکھیلی الکوفی اخبرنا محمد بن عبد اللہ بن سلیمادن الحضرمی حدثنا عبد اللہ بن عمر بن ابان حدثنا عمرو بن یحیی بن عمرو بن سلمۃ الھمدانی قال سمعت ابی یحدث عن ابیہ و عمرو بن سلمۃ الھمدانی عن عبد اللہ ان رسول اللہ ﷺ حدثنا ان قوما یقرؤن القرآن لا یجاوز تراقیھم یمرقون من الاسلام کما یمرق السھم من الرمیۃ وایم اللہ ما ادری لعل اکثرھم منکم قال راینا عامۃ اصحاب تلک الحلق یطاعنوننا یوم النھروان مع الخوراج اخبرنا ابن الفضل

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے چند باتیں معلوم ہوئیں:

(الف) صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں اس طرح کا اجتماعی ذکر رائج نہ تھا جس میں سب ایک ذکر کا التزام کریں (اور ان ذکر کرنے والے لوگوں میں کوئی صحابی یا جلیل القدر تابعی شامل نہ تھا) اس لیے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اس عمل کو برا سمجھا اور حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے

اخبرنا علی بن ابراہیم المستملی حدثنا ابو احمد بن فارس حدثنا البخاری قال قال لی احمد حدثنا ابو نعیم قال مات عمرو بن حریث و عمرو بن سلمۃ سنۃ خمس و ثمانین و دفنا فی یوم (تاریخ بغداد للخطیب البغدادی، ج۱۲ص ۱۶۲، باب ذکر من اسمہ عمرو، تحت رقم الترجمۃ ۶۶۵۰)

عمرو بن سلمۃ بن الحارث الھمدانی، و یقال: الکندی الکوفی، والد یحیی بن عمرو بن سلمۃ...... و ذکرہ ابن حبان فی کتاب "الثقات"، و قال: مات سنۃ خمس و ثمانین، و دفن مع عمرو بن حریث فی یوم واحد، و ھو اخو عبداللہ بن سلمۃ۔ روی لہ البخاری فی "الادب" حدیثا واحدا عن عبداللہ بن مسعود "ما من مسلمین الا بینھما ستر من اللہ، فاذا قال احدھما لصاحبہ کلمۃ ھجر فقد خرق ستر اللہ، و اذا قال احدھما للآخر انت کافر، فقد کافر۔ (تھذیب الکمال ج۲۲ص ۴۹)

عمرو بن سلمۃ بن الحارث الھمدانی الکوفی، سمع سلمان بن ربیعۃ و علیا رضی اللہ عنہ، قال ابن ابی الاسود حدثنا عبدالواحد عن عاصم: سمع یحیی بن عمرو بن سلمۃ الکندی: عن ابیہ، و قال سعید بن سلیمان حدثنا عمرو بن یحیی بن سلمۃ: سمع اباہ عن ابیہ: سمع ابن مسعود رضی اللہ عنہ: حدثنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان قوما یقرءون القرآن لا یجاوز تراقیھم، قال احمد حدثنا ابو نعیم: مات عمرو ابن حریث و عمرو بن سلمۃ سنۃ خمس و ثمانین دفنا فی یوم، و قال ابو عوانۃ عن الشیبانی عن عامر: اخبرنی عمرو بن سلمۃ الکندی (التاریخ الکبیر ج۶ص ۳۳۷)

عمرو بن سلمۃ الھمدانی و ھو ابن سلمۃ بن الحارث الکوفی سمع سلمان بن ربیعۃ عن علی و روی عن ابن مسعود عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم سمعت ابی یقول ذلک قال ابو محمد روی عن عمرو بن سلمۃ ابنہ یحیی و ھو یحیی بن عمرو بن سلمۃ (سمعت ابی یقول اخطا البخاری فی عمرو بن سلمۃ حیث جمع بینھما و ھذا جرمی و ذاک ھمدانی کذا فیہ (الجرح والتعدیل لابنِ ابی حاتم ج۶ص ۲۳۵)

بھی اس عمل پر دیکھے بغیر ہی سُن کر سخت نکیر فرمائی، جو اس کے بدعت و محدث ہونے کی دلیل ہے۔[1]

(ب) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا نکیر فرمانا، اس اجتماعی ذکر کی ہیئت پر تھا۔ اسی لیے جواب میں ان لوگوں نے ذکر کرنا بتلایا اور حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے ان کے جواب کے باوجود ان کے اس عمل کو درست قرار نہیں دیا۔

(ج) اس زمانے میں صحابہ کرام کی کثیر جماعت موجود تھی اور وہ اس طرح ذکر نہیں کرتی تھی اور نہ ہی اس طرح کا ذکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ اسی لیے ان لوگوں کو تنبیہ کرتے وقت حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کی موجودگی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض آثار کی موجودگی کا حوالہ دیا اور ان کو ضلالت کا مرتکب فرمایا۔

(د) ان لوگوں نے کسی گناہ کا ارادہ نہیں کیا تھا بلکہ خیر و ثواب کا ارادہ کیا

---

[1] چناں چہ اہلِ حق اکابر کی متفقہ دستاویز براہینِ قاطعہ میں ہے:

پس حاصل یہ ہوا کہ جس کے جواز کی دلیل قرونِ ثلاثہ میں ہو، خواہ وہ جزئیہ بوجودِ خارجی ان قرون میں ہو یا نہ ہو، اور خواہ اس کی جنس کا وجود خارج میں ہوا ہو یا نہ ہوا ہو، وہ سب سنت ہے۔ اور وہ بوجود شرعی ان قرون میں موجود ہے اور جس کے جواز کی دلیل نہیں تو خواہ وہ ان قرون میں بوجودِ خارجی ہوا یا نہ ہوا، وہ سب بدعتِ ضلالہ ہے۔ اور یہ بھی سنو کہ اس زمانہ میں شیوع بلا نکیر دلیل جواز کی ہے اور نکیر ہونا اس پر دلیل عدمِ جواز کی ہے۔ علیٰ ھٰذا اس کی جنس پر نکیر ہونا دلیل اس کے عدمِ جواز کی اور قبول کرنا جنس کا دلیل اس کے جواز کی ہوتی ہے۔ (براہین قاطعہ ص ۳۲، مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)

تھا لیکن حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کے باجود اسے گناہ قرار دیا۔ کیوں کہ بدعت میں ارادہ نیکی کا ہی ہوتا ہے، مگر وہ اس کے باجود گناہ ہی رہتی ہے۔

پس اپنے مقصود و مفہوم میں صریح و صحیح روایت کے ہوتے ہوئے بعض حضرات کا تداعی کے ساتھ ایک ذکر کے التزام کی جہری مجالسِ ذکر کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و احادیث کی طرف منسوب کرنا کس قدر تعجب خیز امر ہے۔

(۲) محدثِ عظیم حافظ ابو نعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو البختری اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد ابو الزعراء سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ایک اور اسی طرح کا واقعہ روایت کیا ہے۔

چناں چہ وہ اس طرح روایت فرماتے ہیں:

اخبر رجل عبداللہ بن مسعود ان قوما یجلسون فی المسجد بعد المغرب فیهم رجل یقول: کبرو اللہ کذا و کذا، سبحوا اللہ کذا و کذا، و احمدو اللہ کذا و کذا۔ قال عبداللہ: فیقولون؟ قال: نعم، قال: فاذا رایتهم فعلوا ذلک فاتنی فاخبرنی بمجلسهم، فاتاهم و علیه برنس له، فجلس فلما سمع ما یقولون قام و کان رجلا حدیدا۔ فقال: انا عبداللہ بن

مسعود و الله الذی لا اله غیره لقد جئتم ببدعة ظلما، و لقد فضلتم اصحاب محمدﷺ علما، فقال معضد: و الله ما جئنا ببدعة ظلما، و لا فضلنا اصحاب محمد علما، فقال عمرو بن عتبة: یا ابا عبدالرحمن نستغفر الله، قال: علیکم بالطریق فالزموه، فوالله لئن فعلتم لقد سبقتم سبقا بعیدا، و لئن اخذتم یمینا و شمالا لتضلن ضلالا بعیدا۔ [1]

ترجمہ: حضور ﷺ کے عظیم صحابی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو ایک شخص نے اطلاع دی (ابو الزعراء کی روایت میں اس آنے والے شخص کا نام مسیّب بن نجیہ مذکور ہے) کہ کچھ لوگ مغرب کی نماز کے بعد مسجد میں بیٹھے ہیں اور ایک شخص ان میں سے (دوسروں کو مختلف قسم کے ذکر کی تلقین کرتے ہوئے) کہتا ہے کہ اتنی اور اتنی مرتبہ اللہ اکبر کہو، اور اتنی اور اتنی مرتبہ سبحان اللہ کہو، اور اتنی اور اتنی مرتبہ الحمد للہ کہو (اور دوسرے لوگ اس کے کہنے کے مطابق یہ مخصوص ذکر کرتے ہیں)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس اطلاع دینے والے شخص سے تعجب کے ساتھ پوچھا کہ کیا واقعی وہ لوگ اس طرح کرتے ہیں؟

---

[1] حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۲۵۸۔ تحت ترجمۃ سعید بن فیروز ابو البختری

اس شخص نے کہا کہ جی ہاں واقعی وہ لوگ ایسا کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے فرمایا کہ اب کی مرتبہ وہ ایسا کریں تو اس وقت تم ان کی اس مجلسِ ذکر کی مجھے آکر خبر کرنا۔

چناں چہ (اس شخص نے آکر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو خبر دی تو) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان لوگوں کے پاس جا کر بیٹھ گئے اور اس وقت آپ کے سر پر لمبی ٹوپی تھی۔ پھر جب ان کے مذکورہ طریقہ پر ذکر کرنے کو اپنے کانوں سے سن لیا تو غصہ کی حالت میں کھڑے ہو گئے۔ اور آپ مضبوط آدمی تھے۔

اور فرمایا کہ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہوں، اللہ وحدہٗ لاشریک کی قسم! یہ کام کر کے یا تو تم نے ایک سیاہ بدعت ایجاد کی ہے، یا پھر تم لوگ علم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے بھی آگے بڑھ گئے ہو؟

اس پر مجلس میں موجود معضد نامی شخص نے کہا کہ اللہ کی قسم! ہم نے کوئی سیاہ بدعت نہیں کی اور نہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر علم میں آگے بڑھے۔

عمرو بن عتبہ نامی شخص نے کہا کہ اے ابو عبدالرحمٰن (یعنی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) ہم اپنے اس عمل پر اللہ سے استغفار کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ لازم ہے (جبکہ تمہارا یہ طریقہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا نہیں ہے) اور اللہ کی

قسم! اگر تم صحابہ رضی اللہ عنہ کے طریقے کو اختیار کروگے تو بہت آگے بڑھ جاؤ گے۔ اور اگر تم اس طریقہ سے ذرا بھی دائیں بائیں ہوئے تو تم ضرور بالضرور دور دراز کی گمراہی میں جاپڑوگے۔(ترجمہ ختم)

فائدہ: اس روایت کی سند صحیح ہے۔[1]

چناں چہ حضرت ابو الزعراء جو اس واقعے کو حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، وہ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں۔ امام عجلی رحمہ اللہ اور ابنِ حبان رحمہ اللہ اور ابنِ سعد رحمہ اللہ نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے۔[2]

---

[1] حافظ ابو نعیم اصفہانی رحمہ اللہ، حضرت عطاء بن سائب کی سند سے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: رواہ زائدہ، و جعفر بن سلیمان، عن عطاء، و رواہ قیس بن ابی حازم، و ابو الزعراء، عن عبداللہ بن مسعود فسمی ابو الزعراء الرجل الذی اتاہ، فقال: جاء المسیب بن نجبۃ الی عبد اللہ۔
حدثناہ سلیمان، قال: حدثنا علی، قال: حدثنا ابو نعیم، قال: حدثنا سفیان، عن سلمۃ بن کھیل، عن ابی الزعراء، قال: جاء المسیب بن نجبۃ الی عبد اللہ، فقال: انی ترکت قوماً فی المسجد، فذکر نحوہ (حلیۃ الاولیاء حوالہ بالا)
اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ابو البختری کے علاوہ اس کو حضرت قیس بن ابی حازم اور ابو الزعراء نے بھی روایت کیا ہے، اور اگرچہ ابو البختری کی روایت میں انقطاع پایا جاتا ہے، لیکن قیس بن ابی حازم اور ابو الزعراء کی روایات اس انقطاع سے پاک ہیں۔
ابو البختری اور قیس بن ابی حازم کی روایات تو آگے آتی ہیں، اور ابو الزعراء کی سند پر کلام اوپر مذکور ہے۔

[2] عبداللہ بن ھانی ابو الزعراء من اصحاب عبد اللہ ثقہ (الثقات للعجلی، جز۲ ص ۶۵)
عبد اللہ بن ھان ابو الزعراء الاکبر الکوفی وثقہ العجلی من الثانیۃ (تقریب التھذیب ج ۱ ص ۵۴۳)
ابو الزعراء الاعدل الکبیر اسمہ عبد اللہ بن ھان الھمدانی من اھل الکوفۃ یروی عن بن مسعود روی عنہ سلمہ بن کھیل (ثقات ابن حبان ج ۵ ص ۱۴)

اور حضرت ابو الزعراء رحمہ اللہ سے اس کو روایت کرنے والے سلمہ بن کہیل رحمہ اللہ ہیں، یہ بھی ثقہ ہیں۔[1]

اور سلمہ بن کہیل رحمہ اللہ سے روایت کرنے والے سفیان بن عینیہ رحمہ اللہ اور ان سے روایت کرنے والے ابو نعیم رحمہ اللہ ہیں۔ یہ دونوں مشہور محدث اور حافظ الحدیث ہیں۔[2]

اور ابو نعیم رحمہ اللہ سے روایت کرنے والے علی بن عبد العزیز رحمہ اللہ ہیں جو کہ امام اور حافظ الحدیث ہیں اور ان کی حدیث حسن درجہ سے کم نہیں۔[3]

و الذی فی الطبقات لابن سعد ابو الزعراء الحضرمی و قیل الکندی روی عن علی و عبداللہ و کان ثقۃ و لہ احادیث و قال العجلی ثقۃ من کبار التابعین (تہذیب التہذیب ج٦ ص٥٦)

1 سلمۃ بن کہیل الحضرمی ابو یحیی الکوفی ثقہ من الرابعۃ (تقریب التہذیب ج١ ص٣٧٨)

2 سفیان بن عینیہ * (ع) ابن ابی عمران میمون مولی محمد بن مزاحم اخی الضحاک ابن مزاحم الامام الکبیر حافظ العصر، شیخ الاسلام، ابو محمد الھلالی الکوفی، ثم المکی (سیر اعلام النبلاء ج٨ ص٤٥٤)

ابو نعیم * (ع) الفضل بن دکین، الحافظ الکبیر، شیخ الاسلام (سیر اعلام النبلاء ج١٠ ص١٤٢)

3 علی بن عبد العزیز * ابن المرزبان ابن سابور: الامام، الحافظ، الصدوق، ابو الحسن البغوی، نزیل مکۃ۔ ولد سنۃ بضع و تسعین و مئۃ۔ و سمع: ابا نعیم، و عفان، و القعنبی، و مسلم بن ابراہیم، و موسی ابن اسماعیل، و ابا عبید، و احمد بن یونس، و علی بن الجعد، و عاصم بن علی، و طبقتھم۔ و جمع، و صنف "المسند" الکبیر، و اخذ القراءات عن ابی عبید، و غیرہ...... و کان حسن الحدیث۔ قال الدار قطنی: ثقۃ مامون۔ و قال ابن ابی حاتم: کتب الینا بحدیث ابی عبید، و کان صدوقا (سیر اعلام النبلاء ج١٣ ص٣٤٨)

علی بن عبد العزیز بن المرزبان بن سابور الحافظ الصدوق ابو الحسن البغوی شیخ الحرم و مصنف المسند۔ سمع ابا نعیم و عفان و القعنبی و مسلم بن ابراہیم و ابا عبید و خلائق...... و عاش بضعا و تسعین عاما، قال الدار قطنی: ثقۃ مامون۔

اور علی بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے سلیمان بن احمد رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں،

اور یہ مشہور محدث امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ کا نام ہے۔[1]

اور روایت میں جو واقعہ مذکور ہے، وہ پہلی روایت کے علاوہ ہے، جس کے قرائن یہ ہیں:

(الف) پہلی روایت میں حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کو اطلاع دینے والے مشہور صحابی حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ہیں۔ جبکہ دوسری روایت میں غیر معروف شخص ہیں یا مسیّب بن نجیہ نامی شخص ہیں۔

(ب) پہلی روایت میں فجر سے پہلے کا ذکر کرنے کا واقعہ مذکور ہے، جبکہ دوسری روایت میں مغرب کے بعد کی وضاحت ہے۔

(ج) پہلی روایت میں مختلف ذکر کے حلقوں کا ذکر ہے، جبکہ دوسری روایت میں مختلف حلقوں کے بجائے ایک ہی حلقہ اور ایک مجلس کا ذکر ہے۔

و قال ابن ابی حاتم: صدوق۔
و اما النسائی فمقتہ لکونہ کان یاخذ علی الحدیث، ولا شک انہ کان فقیرا مجاورا، قال ابن السنی: یلغنی انہ کان اذا عوتب علی ذلک قال یا قوم انا بین الاخشبین و اذا ذھب الحجاج نادی ابو قبیس تعیقعان یقول من بقی؟ فیقول: المجاورون، فیقول: اطبق۔ توفی سنۃ ست و ثمانین ومائتین۔ (تذکرۃ الحفاظ جز ۲ ص ۶۲۳)

[1] الطبرانی * ھو الامام، الحافظ، الثقۃ، الرحال الجوال، محدث الاسلام، علم المعمرین، ابو القاسم، سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی الشامی الطبرانی، صاحب المعاجم الثلاثۃ۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۱۶ ص ۱۱۹)

(د) پہلی روایت میں حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ اطلاع ملنے کے فوراً بعد ہی ان لوگوں کے پاس تنبیہ کے لیے گئے تھے، جبکہ دوسری روایت میں جب مجلسِ ذکر قائم ہونے کی اطلاع ملی، اس وقت گئے تھے۔

اس صحیح اور صریح روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک ذکر کے التزام کے عمل کو سیاہ و تاریک بدعت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقہ سے ہٹنا قرار دیا۔

پس جو لوگ مروجہ اجتماعی ذکر کو؛ جس میں تمام اہلِ مجلس ایک ذکر کا التزام کرتے ہیں، اور اس کے لیے تداعی کرتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے سنت قرار دیتے ہیں، یہ درست نہیں۔[1]

(۳) اور حضرت امام، عبد الرزاق رحمہ اللہ، سفیان بن عینیہ رحمہ اللہ سے اور وہ بیان بن بشر سے، اور وہ قیس بن ابی حازم سے، اس روایت کو مختصر انداز میں اس طرح روایت کرتے ہیں کہ:

ذكر لابن مسعود قاص يجلس بالليل و يقول للناس، قولوا كذا، قولوا كذا (فقال:) اذا رايتموه فاخبروني، فاخبروه، قال: فجاء عبدالله متقنعا، فقال: من عرفني، و من لم يعرفني فانا عبدالله بن

1 مفتی محمد رضوان، اجتماعی ذکر کا شرعی حکم ص ۱۸ تا ۳۲

مسعودؓ، تعلمون انکم لا ھدی من محمد و اصحابہ و انکم لمتعلقین بذنب ضلالۃ۔[1]

ترجمہ: حضرت ابنِ مسعودؓ کے سامنے ذکر کیا گیا کہ ایک قصہ گو رات کو بیٹھتا ہے اور لوگوں کو کہتا ہے کہ اس طرح کہو، اور اس طرح کہو(یعنی تکبیر، تہلیل، تمجید اور تسبیح کراتا ہے)

تو حضرت ابنِ مسعودؓ نے فرمایا کہ جب تم اسے دیکھو تو مجھے خبر کرو، تو لوگوں نے حضرت ابنِ مسعودؓ کو اس کی خبر کی۔

پس حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سر پر لمبی ٹوپی اوڑھ کر آئے اور فرمایا کہ جس نے مجھے پہچان لیا؛ فبہا، اور جس نے نہیں پہچانا تو میں عبداللہ بن مسعودؓ ہوں، تم یہ (عمل کرکے) سمجھتے ہو کہ محمد ﷺ اور ان کے اصحابؓ سے زیادہ ہدایت پر ہو، حالاں کہ بلاشبہ تم گمراہی کے گناہ میں پھنسے ہوئے ہو۔(ترجمہ ختم)

اس روایت میں بعض لوگوں نے قصہ گو کے ذکر سے یہ سمجھ لیا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس کو قصہ گوئی کی وجہ سے منع کیا تھا، اور اسی کو ضلالت کہا تھا۔ حالاں کہ منع کرنے کی اصل وجہ مخصوص طریقہ پر اجتماعی ذکر کرنا تھی۔[2]

---

[1] مصنف عبدالرزاق حدیث نمبر ۵۴۰۸، المعجم الکبیر للطبرانی حدیث نمبر ۸۶۳۱ عن عبدالرزاق۔

[2] حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب ؒ فرماتے ہیں:

اس روایت کی سند بھی درست ہے۔ چناں چہ اس کو روایت کرنے والے امام عبدالرزاق رحمہ اللہ تو مشہور حافظ الحدیث ہیں۔ اور سفیان بن

"اولاً تو اس روایت میں کہیں اشارۃً بھی اس کا ذکر نہیں کہ وہ بے ہودہ اور لایعنی قصہ گوئی کرتا تھا اور درمیان میں کبھی کبھی لوگوں سے ذکر اللہ بھی کروایا کرتا تھا، بلکہ یہ ثابت ہے کہ جو کچھ وہ کہتا جاتا تھا وہی کچھ جملہ اہلِ مجلس کہتے جاتے تھے۔

وثانیاً ہم نے مسند دارمی کی صحیح روایت سے یہ عرض کر دیا ہے کہ وہ سو سو مرتبہ اللہ اکبر، سو سو مرتبہ لا الٰہ الا اللہ اور سو سو مرتبہ سبحان اللہ وغیرہ ان کو پڑھواتا تھا اور وہ اس کے پیچھے پیچھے پڑھتے جاتے تھے اور ان کا اس اجتماعی رنگ میں ذکر کرنا ہی حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کو ناگوار گزرا اور اسی کو انہوں نے بدعتِ ضلالہ کہا اور بدعتِ عظمیٰ سے تعبیر کیا۔..........

ازراہِ انصاف یہ فرمائیں کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے قصہ گوئی کو بدعتِ عظمیٰ سے تعبیر کیا ہے یا سنگ ریزوں پر تکبیر و تہلیل اور تسبیح پڑھنے کو؟ اور یہ انکار عروضِ ہیئتِ جدیدہ کی وجہ سے تھا یا قصہ گوئی کی وجہ سے، اور ان لوگوں نے اپنا قصور سنگ ریزوں اور کنکریوں پر تکبیر و تہلیل اور تسبیح پڑھنا بیان کیا ہے یا قصہ گوئی سننا؟ اور حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے "**فعدوا سيئاتكم**" ارشاد فرما کر تکبیر و تسبیح وغیرہ شمار کرنے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس فعل کو بدعت کہا ہے یا اس سے قصہ گوئی کا کنکریوں پر شمار کرنا مراد ہے؟

الغرض.......... یہ تاویل سراسر مردود ہے، حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کا انکار صرف عروضِ ہیئتِ جدیدہ کی وجہ سے تھا۔ اسی کی طرف شیخ الاسلام ابن دقیق العید نے اشارہ کیا ہے اور اسی کو قاضی ابراہیم نے "**بصفة لم تكن في زمن الصحابة**" سے تعبیر کیا ہے اور یہ بتلایا ہے کہ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کا انکار مخصوص ہیئت اور خاص کیفیت کے ساتھ اور متعین صفت کے ساتھ ذکر اللہ پر جمع ہونے کی وجہ سے تھا اور اسی کو انہوں نے بدعتِ ظلماء اور بدعتِ عظمیٰ اور ضلالت فرمایا ہے۔

وثالثاً لفظِ قاص کے معنیٰ لغتِ عربی میں بیان کرنے والا ہے، عام اس سے کہ اچھی بات بیان کرے یا بری۔ ہاں عرف میں قاص قصہ گو کو کہتے ہیں، عام اس سے کہ وہ اچھے قصے بیان کرے یا برے۔ لفظِ قاص سے علی التعین قصہ گو مراد لینا اور قصہ گو سے بے اصل قصہ گو مراد لینا عجیب منطق ہے۔ (راہ سنت ص ۱۲۵ و ۱۲۶، باب چہارم۔ ملخصاً)

عینیہ رحمہ اللہ بھی مشہور محدث اور حافظ الحدیث ہیں، جن کا ذکر پیچھے گزر چکا ہے۔ اور دوسرے راوی حضرت بیان بن بشر احمسی رحمہ اللہ ہیں، یہ بھی حدیث کے بڑے امام اور ثقہ ہیں۔[1]

---

[1] بیان بن بشر الاحمسی البجلی، ابو بشر الکوفی المعلم ...... قال البخاری، عن علی ابن المدینی: لہ نحو سبعین حدیثا۔ و قال عبد اللہ بن احمد بن حنبل، عن ابیہ: ثقۃ من الثقات۔ و قال اسحاق بن منصور عن یحیی بن معین، وابو حاتم، والنسائی: ثقۃ۔ زاد ابو حاتم: وھو احلی من فراس۔ و قال احمد بن عبد اللہ العجلی: کوفی ثقۃ، و لیس بکثیر الحدیث، روی اقل من مئۃ حدیث۔ و قال یعقوب بن شیبۃ: کان ثقۃ ثبتا۔ روی لہ الجماعۃ (تہذیب الکمال، تحت ترجمہ رقم ۷۹۲)

بیان بن بشر *(ع) الامام، الثقۃ، المودب، ابو بشر الاحمسی الکوفی۔ عن انس بن مالک، و طارق بن شھاب، و قیس بن ابی حازم، والشعبی، وجماعۃ۔ روی عنہ زائدۃ، وسفیان بن عیینۃ، وابن فضیل، وعبیدۃ بن حمید، و علی ابن عاصم، و آخرون۔ لہ نحو من سبعین حدیثا۔ و ھو حجۃ بلا تردد۔ (سیر اعلام النبلاء ج ٦ ص ۱۲۴)

بیان بن بشر الاحمسی کنیتہ ابو بشر المعلم من اھل الکوفۃ یروی عن انس بن مالک روی عنہ الثوری و شعبۃ والناس (ثقات ابنِ حبان ج ۴ ص ۷۹)

بیان بن بشر الاحمسی بمھملتین ابو بشر الکوفی ثقۃ ثبت من الخامسۃ۔ (تقریب التھذیب ج ۱ ص ۱۴۱)

قال ابن المدینی لہ نحو سبعین حدیثا و قال احمد ثقۃ من الثقات و قال ابن معین وابو حاتم والنسائی ثقۃ۔ وزاد ابو حاتم و ھو اعلی من فراس و قال العجلی کوفی ثقۃ و لیس بکثیر الحدیث روی اقل من مائۃ حدیث و قال یعقوب بن شیبۃ کان ثقۃ ثبتا۔ قلت: و قال یعقوب بن سفیان ثقۃ و قال ابو ذر الھروی عن الدار قطنی ھو احد الثقات الاثبات و فرق ابو الفضل الھروی والخطیب فی المتفق والمفترق بینہ و بین بیان بن بشر المعلم یروی عن ہاشم بن البرید۔ زاد الخطیب لیس لھاشم روایۃ عن البجلی و ممایدل علی انھما اثنان ان المعلم طائی والاخر بجلی وذکرہ ابن حبان فی الثقات۔ (تھذیب التھذیب ج ۱ ص ۴۴۴)

بین بن بشر ابو بشر الکوفی الاحمسی المعلم، قال لی صدقۃ اخبرنا اسحاق الازرق عن شریک عن بیان: عن قیس عن المغیرۃ بن شعبۃ عن النبی ﷺ قال: ابردوا بالظھر! و قال لنا موسی عن ابی عوانۃ عن طارق عن قیس عن عمر قولہ، و قال وکیع عن ابن ابی خالد: عن قیس: کان یقال، و سمع انسا، روی عنہ الثوری

خزانہ اہلسنت حافظ عبد الوحید الحنفی

اور تیسرے راوی قیس بن ابی حازم رحمۃ اللہ علیہ ہیں جن کا اصل نام حصین بن عوف رحمۃ اللہ علیہ ہے اور یہ کوفہ کے مشہور محدث ہیں اور ان کے والد ابو حازم رضی اللہ عنہ صحابیٔ رسول ہیں۔[1]

اور ان کا حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت ہے۔[2]

وشعبۃ وابو عوانۃ (التاریخ الکبیر للبخاری ج ۲ ص ۱۴۳)

[1] قیس بن ابی حازم، و اسمہ حصین بن عوف، و یقال: عوف بن عبد الحارث و یقال: عبد عوف بن الحارث بن عوف بن حشیش بن ھلال بن الحارث بن رزاح بن کلفۃ، ویقال: کلیب بن عمرو بن لوی بن رھم، ویقال: دھر بن معاویۃ بن اسلم بن احمس بن الغوث بن انمار بن اراش بن عمرو ابن الغوث بن نبت بن مالک بن زید بن کھلان بن سبأ بن یشجب ابن یعرب بن قحطان البجلی الاحمسی، ابو عبد اللہ الکوفی۔ و بجیلۃ ھم بنو انمار بن اراش، امھم بجیلۃ بنت مصعب بن سعد العشیرۃ۔ ادرک الجاھلیۃ، وھاجر الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیبایعہ، فقبض و ھو فی الطریق، و قیل: انہ رآہ یخطب، ولم یثبت ذلک، وابوہ ابو حازم لہ صحبۃ۔ (تہذیب الکمال تحت ترجمۃ قیس بن ابی حازم)

قیس بن ابی حازم الامام ابو عبد اللہ الاحمسی البجلی الکوفی محدث الکوفۃ سار لیدرک النبی صلی اللہ علیہ وسلم و آلہ و لیبایعہ فتوفی نبی اللہ و قیس فی الطریق، سمع ابا بکر و عمر و عثمان و علیا و ان عبیدۃ و ابن مسعود رضی اللہ عنھم وعدۃ من الکبار، وکان عثمانیا، حدث عنہ بیان بن بشر و الاعمش و اسماعیل بن ابی خالد و مجالد و آخرون، وثقہ یحیی بن معین وغیرہ، و قال ابن المدینی قال لی یحیی بن سعید: ھو منکر الحدیث، ثم ذکر لہ حدیث کلاب الحواب، قلت: حدیثہ محتج بہ فی کل دواوین الاسلام۔ توفی سنۃ سبع وتسعین وقیل سنۃ ثمان رحمہ اللہ تعالی۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۶۱)

[2] چناں چہ بخاری شریف کی ایک حدیث اس طرح ہے، جس میں سماع کی تصریح ہے:

حَدَّثَنَا الحُمَيْدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ عَلَى غَيْرِ مَا حَدَّثَنَاهُ الزُّهْرِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ قَيْسَ بْنَ أَبِي حَازِمٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم: "لاَ حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ، رَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ مَالًا فَسُلِّطَ عَلَى هَلَكَتِهِ فِي الحَقِّ، وَرَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ الحِكْمَةَ فَهُوَ يَقْضِي بِهَا وَيُعَلِّمُهَا۔ (بخاری، کتاب العلم، باب الاغتباط فی العلم والحکمۃ)

(۴) اور امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو مسلم کشی رحمۃ اللہ علیہ سے اور وہ ابو عمر ضریر رحمۃ اللہ علیہ سے اور وہ حماد بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ سے اور وہ عطاء بن سائب رحمۃ اللہ علیہ سے اور وہ عبد الرحمٰن سلمی رحمۃ اللہ علیہ سے اس طرح روایت کرتے ہیں:

كَانَ عَمْرُو بْنُ عُتْبَةَ بْنِ فَرْقَدٍ السُّلَمِيَّ وَ مُعَضَّدٌ فِيْ اُنَاسٍ مِنْ اَصْحَابِهِمَا اِتَّخَذُوْا مَسْجِدًا يُّسَبِّحُوْنَ فِيْهِ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَ الْعِشَاءِ كَذَا، وَ يُهَلِّلُوْنَ كَذَا، وَ يَحْمَدُوْنَ كَذَا، فَاُخْبِرَ بِذَلِكَ عَبْدُاللهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ، فَقَالَ لِلَّذِيْ اَخْبَرَهُ: ''اِذَا جَلَسُوْا فَآذِنِّيْ''، فَلَمَّا جَلَسُوْا آذَنَهُ فَجَاءَ عَبْدُاللهِ عَلَيْهِ بُرْنُسٌ حَتّٰى دَخَلَ عَلَيْهِمْ فَكَشَفَ الْبُرْنُسَ عَنْ رَّاْسِهٖ، ثُمَّ قَالَ: ''اَنَا ابْنُ اُمِّ عَبْدٍ، وَ اللهِ لَقَدْ جِئْتُمْ بِبِدْعَةٍ ظَلْمَاءَ، اَوْ قَدْ فَضَلْتُمْ اَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم عِلْمًا، ''فَقَالَ مُعَضَّدٌ، وَ كَانَ رَجُلًا مُفَوَّهًا: وَ اللهِ مَا جِئْنَا بِبِدْعَةٍ ظَلْمَاءَ وَ لَا فَضَلْنَا اَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم، فَقَالَ عَبْدُاللهِ:'' لَئِنْ اتَّبَعْتُمُ الْقَوْمَ لَقَدْ سَبَقُوْكُمْ سَبْقًا مُبِيْنًا، وَلَئِنْ جُرْتُمْ يَمِيْنًا وَ شِمَالًا لَقَدْ ضَلَلْتُمْ ضَلَالًا بَعِيْدًا۔ (المعجم الکبیر للطبرانی حدیث نمبر ۸۵۵۴)

ترجمہ: عمر بن عتبہ بن فرقد سلمی اور معضد اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر ایک مسجد میں مغرب اور عشاء کے درمیان اجتماعی انداز میں لا الہ

الا اللہ اور الحمد للہ وغیرہ پڑھتے تھے۔

اس واقعہ کی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو خبر کی گئی تو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے خبر دینے والے کو کہا کہ جب وہ اس مرتبہ مذکورہ مجلسِ ذکر قائم کریں تو مجھے اطلاع دو، پس جب انہوں نے یہ مجلس قائم کی تو اس شخص نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی تو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سر پر لمبی ٹوپی پہن کر تشریف لائے اور ان کی مجلس میں داخل ہوئے۔ پھر آپ نے اپنے سر سے ٹوپی اتاری اور فرمایا کہ میں ام عبد کا بیٹا ہوں، قسم اللہ کی! بلاشبہ تم سیاہ بدعت کا ارتکاب کر رہے ہو، یا پھر تم (اپنے گمان میں) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے علم میں زیادہ فضیلت لے گئے ہو (کہ ان کو اس طرح کے عمل کی فضیلت کا نعوذ باللہ علم نہیں) تو اس پر معضد نے کہا جو کہ منہ پھٹ آدمی تھا کہ اللہ کی قسم! ہم نے سیاہ بدعت کا ارتکاب نہیں کیا اور نہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم پر فضیلت رکھتے ہیں۔

تو اس پر حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کرام کی اتباع کرو گے؛ تو تم واضح طور پر ہدایت میں آگے بڑھ جاؤ گے، اور اگر تم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقہ سے دائیں بائیں ہو گے تو تم دور دراز کی گمراہی میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ (ترجمہ ختم)

خادم اہلسنت عبد الرشید الحنفی

اس روایت کے تمام راوی ثقہ و معتبر ہیں۔

چناں چہ اس روایت کے پہلے راوی ابو مسلم کُشی رحمہ اللہ ہیں جو امام اور حافظ الحدیث اور ثقہ ہیں۔[1]

اس روایت کے دوسرے راوی ابو عمر ضریر رحمہ اللہ ہیں جو کہ صدوق اور صالح ہیں۔[2]

اور اس روایت کے تیسرے راوی حماد بن سلمۃ رحمہ اللہ ہیں جو کہ اعلیٰ درجہ

---

[1] الطبقة السادسة عشرة۔ الكجي * الشيخ، الامام، الحافظ، المعمر، شيخ العصر، ابو مسلم، ابراهيم بن عبد الله بن مسلم بن ماعز بن مهاجر، البصري الكجي، صاحب "السنن"۔ ولد سنة نيف و تسعين و مئة۔...... وثقه الدار قطني، و غيره۔ و كان سريا نبيلا متمولا، عالما بالحديث و طرفه، عالي الاسناد، قدم بغداد و ازد حموا عليه...... مات ببغداد في سابع المحرم، سنة اثنتين و تسعين و مئتين، فنقل الى البصرة، و دفن بها، و قد قارب المئة، رحمه الله (سير اعلام النبلاء ج۱۳ ص۴۲۵)

اخبرنا علي بن محمد بن عبد الله المعدل اخبرنا دعلج بن احمد قال سمعت موسى بن هارون يقول ابو مسلم الكشي ثقة اخبرني الازهري عن ابي الحسن الدار قطني قال ابو مسلم ابراهيم بن عبد الله بن مسلم البصري يعرف بالكجي صدوق ثقة حدثني محمد بن صلي الصوري قال سالت عبد الغني بن سعيد الحافظ عن ابي مسلم الكجي فقال ثقة نبيل اخبرنا محمد بن احمد بن رزق اخبرنا اسماعيل بن علي الخطبي قال و مات ابو مسلم ابراهيم بن عبد الله الكجي يوم الاحد لسبع خلون من المحرم سنة اثنتين و تسعين و مائتين و احدر به الى البصرة فدفن هناك۔ (تاريخ بغداد۔ الخطيب البغدادي ج۶، ص۱۲۳)

[2] حفص بن عمر، ابو عمر الضرير الاكبر البصري ...... قال ابو حاتم: صدوق، صالح الحديث، عامة حديثه يحفظه۔ و قال ابن حبان: كان من العلماء بالفرائض، والحساب، والشعر، و ايام الناس، والفقه، ولد وهو اعمى۔ و قال في موضع آخر: كان من علماء اهل البصرة مات سنة عشرين و مئتين۔ زاد غيره: لتسع بقين من شعبان بالبصرة وهو ابن نيف و سبعين سنة۔ (تهذيب الكمال ج۷ ص۴۸۵)

حفص بن عمر ابو عمر الضرير الاكبر البصري صدوق عالم قيل ولد اعمى من كبار العاشرة مات سنة عشرين و قد جاز السبعين (تقريب التهذيب ج۱ ص۲۲۸)

خادم اہل سنت حافظ عبد الوحید الحنفی

کے ثقہ ہیں۔[1]

اور اس روایت کے چوتھے راوی عطاء بن السائب رحمہ اللہ ہیں جو کہ امام، حافظ اور کوفہ کے محدث اور ثقہ ہیں۔[2]

---

[1] حماد بن سلمۃ بن دینار البصری، ابو سلمۃ بن ابی صخرۃ مولی ربیعۃ بن مالک بن حنظلۃ من بنی تمیم، ویقال: مولی قریش، ویقال: مولی حمیری بن کرامۃ، وھو ابن اخت حمید الطویل...... و قال اسحاق بن منصور، عن یحیی بن معین: حماد بن سلمۃ ثقۃ۔ و قال عباس الدوری، عن یحیی بن معین: حدیثہ فی اول امرہ و آخرہ واحد۔ و قال عنہ ایضا: من خالف حماد بن سلمۃ فی ثابت فالقول قول حماد۔ قیل: فسلیمان بن المغیرۃ عن ثابت قال: سلیمان ثبت، وحماد اعلم الناس بثابت۔ و قال ابو بکر بن ابی خیثمۃ، عن یحیی بن معین: اثبت الناس فی ثابت البنانی حماد بن سلمۃ۔ و قال جعفر بن ابی عثمان الطیالسی، عن یحیی بن معین: من سمع من حماد بن سلمۃ الاصناف ففیھا اختلاف، ومن سمع من حماد بن سلمۃ نسخا فھو صحیح۔ و قال عنہ ایضا: اذارایت انسانایقع فی عکرمۃ، وفی حماد بن سلمۃ فاتھمہ علی الاسلام۔ (تھذیب الکمال ج ۷ ص ۲۶۲)

[2] البتہ ان کو آخر میں اختلاط ہو گیا تھا، پس جن حضرات نے ان سے اختلاط سے قبل سماعت کی، ان کی مرویات تو معتبر ہیں۔ اور حضرت حماد بن سلمۃ رحمہ اللہ نے حضرت عطاء سے اختلاط سے قبل سماعت کی یا بعد میں، اس بارے میں دونوں قول ہیں۔ اور علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے قبل اور بعد دونوں میں سماعت کو ترجیح دی ہے۔ اس اعتبار سے مذکور روایت حسن ہے اور دیگر شواہد کے ہوتے ہوئے تو حسن ہونے میں شبہ ہی نہیں۔

و قال النسائی: ثقۃ فی حدیثہ القدیم الا انہ تغیر، وروایۃ حماد بن زید، وشعبۃ، وسفیان عنہ جیدۃ، الحمیدی عن سفیان قال: کنت سمعت من عطاء بن السائب قدیما۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۲ ص ۱۱۰)

و قال ابو حاتم: کان محلہ الصدق قدیما قبل ان یختلط، صالح مستقیم الحدیث ثم باخرۃ تغیر حفظہ، فی حدیثہ تخالیط کثیرۃ، وقدیم السماع من عطاء: سفیان، وشعبۃ۔ وفی حدیث البصریین الذین یحدثون عنہ تخالیط کثیرۃ لانہ قدم علیھم فی آخر عمرہ، وماروی عنہ ابن فضیل ففیہ غلط واضطرب، رفع اشیاء کان یرویھا عن التابعین فرفعھا الی الصحابۃ۔ (تھذیب الکمال ج ۲۰ ص ۸۴)

قال ابو صیری: ھذا اسناد رجالہ رجال الصحیح الا ان عطاء بن السائب اختلط باخرۃ، وحماد بن سلمۃ انما روی

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

اور آخری راوی حضرت ابو عبدالرحمٰن سلمی رحمہ اللہ ہیں جو کہ کوفہ کے عظیم قاری، امام اور معلم اور ثقہ ہیں۔ اور حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے ان کا لقاء و سماع دونوں ثابت ہیں۔[1]

عنہ بعد الاختلاط کما اوضحتہ فی تبیین حال المختلطین۔ لکن المتن لہ شاھد صحیح من حدیث ابی ھریرۃ، رواہ الامام احمد بن حنبل فی مسندہ، والبخاری، فی صحیحہ وغیرھما۔(اتحاف الخیرۃ المھرۃ بزوائد المسانید العشرۃ تحت حدیث رقم ۲۱۷۲)

قال الھیثمی: رواہ احمد بن والبزار وفیہ عطاء بن السائب وھو ثقۃ اختلط، ولکنہ من روایۃ حماد بن سلمۃ عن عطاء، و حماد سمع منہ قبل الاختلاط قالہ ابو داود فیما رواہ ابو عبید الاجری عنہ۔(مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۰۵۔ باب ما یستفتح بہ الصلاۃ)

رواہ احمد، ورجالہ ثقات، لان حماد بن سلمۃ روی عن عطاء بن السائب قبل الاختلاط۔(مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۱۲)

ورجالھما رجال الصحیح غیر عطاء بن السائب، وقد حدث عنہ حماد بن سلمۃ قبل الاختلاط۔(مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۹۷)

قال المنذری: و اسنادہ صحیح ان شاء اللہ فان عطاء بن السائب ثقۃ و قد حدث عنہ حماد بن سلمۃ قبل الاختلاط۔(الترغیب والترھیب ج ۲ ص ۲۹۱)

قال ابن حجر: واسنادہ صحیح فانہ من روایۃ عطاء بن السائب وقد سمع منہ حماد بن سلمۃ قبل الاختلاط اخرجہ ابوداؤد وابن ماجۃ من حدیث حماد۔(تلخیص الحبیر فی احادیث الرافعی الکبیر تحت حدیث رقم ۱۹۰)

قال ابن حجر: قلت: فیحصل لنا من مجموع کلامھم ان سفیان الثوری وشعبۃ وزھیر اوزائدۃ وحماد بن زید وایوب عنہ صحیح ومن عداھم یتوقف فیہ الا حماد بن سلمۃ فاختلف قولھم والظاھر انہ سمع منہ مرتین مرۃ مع ایوب کما یومی الیہ کلام الدار قطنی ومرۃ بعد ذلک لما دخل الیھم البصرۃ وسمع منہ جریر وذویہ واللہ اعلم۔(تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۱۸۵)

[1] ابو عبدالرحمن السلمی *(ع) مقرء الکوفۃ، الامام العلم، عبداللہ بن حبیب بن ربیعۃ الکوفی من اولاد الصحابۃ، مولدہ فی حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔(سیر اعلام النبلاء ج ۴ ص ۲۶۷)

عبدالرحمن السلمی الکوفی المقرء مشھور بکنیتہ و لابیہ صحبۃ ثقۃ ثبت من الثانیۃ مات بعد السبعین۔

(۵) اور امام عبد الرزاق رحمۃ اللہ علیہ نے اور ان کے واسطے سے امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے؛ جعفر بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ سے؛ اور انہوں نے عطاء بن سائب رحمۃ اللہ علیہ سے؛ اور انہوں نے ابو البختری رحمۃ اللہ علیہ سے اس طرح روایت کیا ہے:

بَلَغَ عَبْدَاللهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ قَوْمًا يَقْعُدُوْنَ مِنَ الْمَغْرِبِ اِلَى الْعِشَاءِ يُسَبِّحُوْنَ يَقُوْلُوْنَ: قُوْلُوْا كَذَا قُوْلُوْا كَذَا۔ قَالَ عَبْدُاللهِ: اِنْ قَعَدُوْا فَآذِنُوْنِيْ بِهِمْ، فَلَمَّا جَلَسُوْا آذَنُوْهُ فَانْطَلَقَ اِذَا آذَنُوْهُ فَدَخَلَ فَجَلَسَ مَعَهُمْ وَ عَلَيْهِ بُرْنُسٌ فَاَخَذُوْا فِيْ تَسْبِيْحِهِمْ فَحَسَرَ عَبْدُاللهِ عَنْ رَّاْسِهِ الْبُرْنُسَ وَ قَالَ: اَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ فَسَكَتَ الْقَوْمُ۔ فَقَالَ: لَقَدْ جِئْتُمْ بِبِدْعَةٍ ظَلْمَاءَ اَوْ لَقَدْ فَضَلْتُمْ اَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم عِلْمًا قَالَ فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ بَنِيْ تَمِيْمٍ مَا جِئْنَا بِبِدْعَةٍ ظَلْمَاءَ وَ مَا فَضَلْنَا اَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم عِلْمًا فَقَالَ عَمْرُو بْنُ عُتْبَةَ

(تقریب التہذیب ج۱ص۴۸۶)

حدثنا علی بن عبد العزیز، حدثنا ابو نعیم، حدثنا عبد السلام بن حرب، عن عطاء بن السائب، عن ابی عبد الرحمن السلمی، قال: سمعت عبد اللہ بن مسعود، یقول: ان اللہ عزوجل لم ینزل داء الا انزل لہ دواء الا الموت۔ (المعجم الکبیر حدیث نمبر ۸۸۷۶)

حدثنا سلیمان بن شعیب، قال: ثنا الخصیب، قال: ثنا ہمام، عن عطاء بن السائب، عن ابی عبد الرحمن السلمی، انہ صلی خلف علی رضی اللہ عنہ و ابن مسعود فکلاہما یسلم عن یمینہ و عن یسارہ: السلام علیکم و رحمۃ اللہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ (شرح معانی الآثار حدیث نمبر ۱۶۲۲)

بْنِ فَرْقَدٍ: اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ يَا ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَ اَتُوْبُ اِلَيْهِ قَالَ فَاَمَرَهُمْ اَنْ يَتَفَرَّقُوْا۔ [1]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو خبر ملی کہ کچھ لوگ مغرب سے عشاء تک بیٹھ کر تسبیحات پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس طرح سے کہو

---

[1] (المصنف عبدالرزاق۔ ج۳، ص۲۲۱، ۲۲۲۔ حدیث نمبر ۵۴۰۹، کتاب الجمعۃ۔ باب ذکر القصاص۔ مطبوعہ ادارۃ القرآن۔ کراچی۔ الطبع الثانیہ ۱۴۱۶ھ، ۱۹۹۶ء والمعجم الکبیر للطبرانی حدیث نمبر ۸۵۵۲)

بعض روایات کے آخر میں یہ بھی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کوفہ کی مسجد میں دو حلقے دیکھے تو آپ نے معلوم کیا کہ ان میں سے کون سا حلقہ پہلے سے تھا۔ پھر آپ نے دوسرے حلقے والوں کو پہلے حلقے والوں کے ساتھ شامل ہونے کا حکم فرمایا۔

اس روایت کے الفاظ سے بعض حضرات کو یہ غلط فہمی پیدا ہوئی کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ذکر کے الگ الگ حلقے قائم کرنے سے منع کیا ہے، نہ کہ اجتماعی طور پر ایک حلقہ قائم کرنے سے۔

حالاں کہ یہ سراسر غلط فہمی ہے۔ کیوں کہ مختلف سندوں سے مروی روایت میں ایک سے زیادہ حلقے کا ذکر نہیں مگر اس کے باوجود حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ اس پر نکیر فرما رہے ہیں۔ یہاں تک کہ انہیں متفرق ہونے کا حکم فرما رہے ہیں۔

جہاں تک الگ حلقے کو متحد کرنے کا معاملہ ہے تو اس میں ذکر کے حلقوں کا ذکر نہیں بلکہ ایک تفصیلی روایت میں اس کی وجہ بھی مذکور ہے۔ کہ آپ نے بغض و عداوت کے باعث الگ بیٹھنے والوں کو منع فرمایا۔ لہٰذا اس روایت سے اجتماعی ذکر کا جواز ثابت نہیں ہوتا۔

اس روایت کے الفاظ یہ ہیں:

حدثنا علی بن عبد العزیز حدثنا ابو نعیم حدثنا عبد السلام بن حرب، عن عطاء بن السائب عن ابی البختری و ربما قال: عامر، قال: دخل المسجد فاذا ھو بحلقتین، فقال للغلام: انطلق و انظر اھولاء جلوسا قبل ام ھولاء؟ فجاء، فقال: ھولاء فقال: انما یکفی المسجد محدث واحد فانما ھلک من کان قبلکم بالتباغی، حدثنا عثمان بن عمر الضبی حدثنا عبد اللہ بن رجاء انا زائدۃ عن عطاء بن السائب، عن ابی البختری قال: ذکر لعبد اللہ ان رجلا یجتمع الیہ۔ وذکر حدیث ابی نعیم۔ (المعجم الکبیر للطبرانی حدیث نمبر ۸۵۵۳)

اور اس طرح سے کہو۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب وہ بیٹھیں تو مجھے ان کی اطلاع کرو۔ پھر جب انہوں نے مجلس قائم کی تو لوگوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی، جونہی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی فوراً ان کے پاس گئے، اور ان کے ساتھ بیٹھ گئے اور آپ نے لمبی ٹوپی پہنی ہوئی تھی۔ ان لوگوں نے اپنی تسبیحات شروی کیں تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے سر سے ٹوپی اتاری اور فرمایا کہ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہوں۔ یہ سن کر لوگ خاموش ہو گئے (یعنی انہوں نے ذکر کرنا موقوف کر دیا) پھر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم سیاہ بدعت کا ارتکاب کر رہے ہو یا پھر تم (اپنے گمان میں) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے علم میں زیادہ فضیلت رکھتے ہو (کہ ان کو اس طرح کے عمل کی فضیلت کا نعوذ باللہ علم نہیں)

پھر بنی تمیم کے ایک آدمی نے کہا کہ ہم نے سیاہ بدعت کا ارتکاب نہیں کیا اور نہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ پر علم میں فضیلت رکھتے ہیں پھر عمرو بن عتبہ بن فرقد نے کہا کہ اے ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ میں اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں اور اپنے گناہ سے توبہ کرتا ہوں پھر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو الگ الگ کر دیا۔ (ترجمہ ختم)

اس روایت کی سند میں اگرچہ کچھ ضعف پایا جاتا ہے، مگر دوسری

روایات کے پیشِ نظر اس کے حسن درجہ میں داخل ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔[1]

اس روایت میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف سے اجتماعی ذکر کرنے والوں کو الگ کر دینے کا بھی ذکر ہے، جس سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ آپ اس طرح اجتماعی ذکر کرنے کو بدعت جانتے تھے اور اسی کو آپ نے سیاہ بدعت فرمایا۔

(۶) حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "کتاب الزہد" میں اپنی سند کے ساتھ محمد بن فضل رحمۃ اللہ علیہ سے اور انہوں نے عطاء بن سائب رحمۃ اللہ علیہ سے اور انہوں نے ابو البختری رحمۃ اللہ علیہ سے اس واقعہ کو نقل فرمایا ہے۔[2]

(۷) ابنِ وضاح قرطبی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۲۸۶ھ) نے اپنی سندِ صحیح کے ساتھ

---

[1] قلت و ابو البختری لم یسمع من ابن مسعود فالحدیث منقطع۔ و لکن عدم سماع ابی البختری من ابن مسعود لم یضرنا، لان مثل ھذا الانقطاع عندنا لیس بجرح وھذا الروایۃ منقولۃ الینا بطرق آخر ایضا لم یوجد الانقطاع فیھا۔ (محمد رضوان اجتماعی ذکر ص ۴۲)

[2] حدثنا عبد اللہ حدثنی احمد بن ابراھیم حدثنا محمد بن فضل عن عطاء بن السائب عن ابی البختری قال: اخبر رجل عبد اللہ بن مسعود، رحمہ اللہ ان قوما یجلسون فی المسجد بعد المغرب و فیھم رجل یقول: کبروا اللہ کذا و کذا و سبحوا اللہ کذا و کذا و احمدوا اللہ کذا و کذا فقال عبد اللہ: فیقولون؟ قال: نعم، فاذا رایتھم فعلوا ذلک فاتنی فاخبرنی بمجلسھم فاتاھم و علی برنس فجلس فلما سمع ما یقولون قام و کان رجلا حدیدا فقال: انا عبد اللہ بن مسعود و الذی لا الہ غیرہ لقد جئتم ببدعۃ ظلماء، او لقد فضلتم اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم علما؟ فقال معضد: و اللہ ما جئنا ببدعۃ ظلماء و لا فضلنا اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم علما۔ فقال عمرو بن عتبۃ: یا ابا عبد الرحمن نستغفر اللہ قال: علیکم بالطریق فالزموہ فو اللہ لئن فعلتم لقد سبقتم سبقا بعیدا و ان اخذتم یمینا و شمالا لتضلوا ضلالا بعیدا (الزہد لاحمد بن حنبل حدیث نمبر ۲۱۱۶)

عبدالواحد بن صبرۃ رحمہ اللہ کے واسطہ سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے جو روایت بیان فرمائی ہے، اس میں یہ الفاظ ہیں:

بَلَغَهٗ اَنَّهُمْ يَجْتَمِعُوْنَ فِيْ نَاحِيَةٍ مِّنْ مَّسْجِدِ الْكُوْفَةِ يُسَبِّحُوْنَ تَسْبِيْحًا مَعْلُوْمًا وَ يُهَلِّلُوْنَ وَ يُكَبِّرُوْنَ، قَالَ: فَلَبِسَ بُرْنُسًا، ثُمَّ انْطَلَقَ فَجَلَسَ اِلَيْهِمْ، فَلَمَّا عَرَفَ مَا يَقُوْلُوْنَ رَفَعَ الْبُرْنُسَ عَنْ رَأْسِهٖ ثُمَّ قَالَ: اَنَا اَبُوْ عَبْدُالرَّحْمٰنِ، ثُمَّ قَالَ: لَقَدْ فَضَلْتُمْ اَصْحَابَ مُحَمَّدٍ ﷺ عِلْمًا، اَوْ لَقَدْ جِئْتُمْ بِبِدْعَةٍ ظُلْمَاءَ، قَالَ: فَقَالَ عَمْرُو بْنُ عُتْبَةَ نَسْتَغْفِرُ اللهَ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ قَالَ رَجُلٌ مِنْ بَنِيْ تَمِيْمٍ: وَ اللهِ مَا فَضَلْنَا اَصْحَابَ مُحَمَّدٍ عِلْمًا، وَ لَا جِئْنَا بِبِدْعَةٍ ظُلْمَاءَ وَ لٰكِنَّا قَوْمٌ نَذْكُرُ رَبَّنَا، فَقَالَ: بَلٰى وَ الَّذِيْ نَفْسُ ابْنَ مَسْعُوْدٍ بِيَدِهٖ، لَقَدْ فَضَلْتُمْ اَصْحَابَ مُحَمَّدٍ عِلْمًا، اَوْ جِئْتُمْ بِبِدْعَةٍ ظُلْمَاءَ وَ الَّذِيْ نَفْسُ ابْنَ مَسْعُوْدٍ بِيَدِهٖ لَئِنْ اَخَذْتُمْ آثَارَ الْقَوْمِ لَيَسْبَقَنَّكُمْ سَبْقًا بَعِيْدًا، وَ لَئِنْ حُرْتُمْ يَمِيْنًا وَّ شِمَالًا لَتَضَلُّنَّ ضَلَالًا بَعِيْدًا۔[1]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو خبر پہنچی کہ کچھ لوگ کوفہ کی

---

[1] البدع لابن الوضاح القرطبی۔ المتوفی ۲۸۶ھ۔ باب مایکون بدعۃ۔

مسجد میں ایک طرف جمع ہو کر متعین تسبیحات پڑھتے ہیں اور لا الٰہ الا اللہ اور اللہ اکبر کا وِرد کرتے ہیں۔ تو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے لمبی ٹوپی پہنی، پھر آپ مسجد میں تشریف لے گئے اور ان کے قریب جا کر بیٹھ گئے۔ پھر جب آپ نے ان کے ذکر کرنے کے طریقہ کو پہچان لیا تو آپ نے اپنے سر سے ٹوپی اتاری۔ پھر فرمایا کہ میں ابو عبد الرحمٰن ہوں، پھر فرمایا کہ تم (اپنے گمان میں) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے علم میں زیادہ فضیلت رکھتے ہو (کہ ان کو اس طرح کے عمل کی فضیلت کا نعوذ باللہ علم نہیں) یا تم نے سیاہ بدعت کا ارتکاب کیا ہے۔

پھر عمرو بن عتبہ بن فرقد نے کہا کہ ہم اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے ہیں، اس نے یہ بات تین مرتبہ کہی، پھر بنی تمیم کے ایک آدمی نے کہا کہ اللہ کی قسم! نہ تو ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر علم میں فضیلت رکھتے ہیں اور نہ ہی ہم نے کوئی سیاہ بدعت کی ہے، بلکہ ہم تو جمع ہو کر اپنے رب کا ذکر کر رہے ہیں۔

تو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں! قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے قبضہ میں ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی جان ہے کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے علم میں اپنے آپ کو افضل سمجھتے ہو یا سیاہ بدعت کا ارتکاب کیا ہے اور قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے قبضہ میں ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی جان ہے کہ اگر تم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقشِ قدم پر چلو گے

تو تم بہت آگے بڑھ جاؤ گے، اور اگر تم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقہ سے دائیں بائیں ہو گئے تو تم دور دراز کی گمراہی میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ (ترجمہ ختم)

اس روایت سے بھی واضح طور پر معلوم ہوا کہ وہ لوگ اجتماعی طور پر ذکر کر رہے تھے، اس کے علاوہ اور کوئی گناہ نہیں کر رہے تھے، اسی پر حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے ان کو بدعت کا مرتکب قرار دیا۔

اور یہی وجہ ہے کہ جواب میں ان لوگوں نے کہا کہ "ہم تو جمع ہو کر اپنے رب کا ذکر کر رہے ہیں" مگر حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے ان کی اس بات کو تسلیم نہیں کیا، اور اس پر بدعت ہونے کا حکم لگایا۔

(۸) امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن اغر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں:

بَلَغَ ابْنَ مَسْعُوْدٍ، اَنَّ عُمَرَو بْنُ زَرَارَةَ مَعَ اَصْحَابٍ لَهٗ يُذَكِّرُهُمْ، فَاَتَاهُمْ عَبْدُاللهِ، فَقَالَ: "اَنْتُمْ اَهْدَى اَمْ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم؟ اِنَّكُمْ مُتَمَسِّكُوْنَ بِطَرَفِ ضَلَالَةٍ۔" (المعجم الکبیر حدیث نمبر ۸۵۵۹)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی کہ عمر بن ضرارۃ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر ان کو اجتماعی ذکر کراتا ہے تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور فرمایا کہ تم زیادہ ہدایت پر ہو یا

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم۔ بلاشبہ تم گمراہی کے حصے کو پکڑ رہے ہو۔

(ترجمہ ختم)

اس روایت میں اجتماعی طور پر ذکر کرنے اور اس پر حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کے تنبیہ کرنے کی صراحت ہے۔[1]

ان روایات کے مجموعہ سے معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اجتماعی ذکر پر نکیر کی روایات ان کے مختلف شاگردوں سے مختلف صحیح سندوں کے ساتھ مروی ہیں، اور ان کا کسی طرح انکار درست نہیں۔

اور چوں کہ ان تمام روایات میں حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم

---

1 بعض حضرات نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس روایت پر یہ اعتراض کیا ہے کہ حضرت ابو وائل سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ لوگ حضرت عبداللہ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں گمان کرتے ہیں کہ وہ ذکر سے روکتے تھے۔

حالاں کہ میں نے ان کے ساتھ کسی مجلس میں شرکت نہیں کی مگر وہ اس مجلس میں ذکر بالجہر کرتے تھے۔ جس سے معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی وہ روایت جس میں انہوں نے ذکر کرنے والوں کو منع کیا، درست نہیں ہے۔ اس کا جواب حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ نے یہ تحریر فرمایا ہے:

"اولاً اس لیے کہ اس (حضرت ابووائل کی روایت) کی سند اور پھر اس کی صحت اور اتصال درکار ہے۔ محض حدیث صحیح کہنے سے صحیح نہیں ہو جاتی یا کم از کم مستند علماء اس کو صحیح قرار دیتے ہوں۔ بخلاف ان کی نہی کی روایت کے جس کو وہ قدصح سے تعبیر کرتے ہیں۔ وثانیاً نہ تو اس روایت میں مسجد کی قید ہے اور نہ اجتماعی رنگ کا ذکر ہے۔ وثالثاً اگر ثابت بھی ہو تو یہ تعلیم پر محمول ہو گا۔ (حکم الذکر بالجہر ص ۱۴۴)

اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے طریقہ کا حوالہ دے کر ان لوگوں کو اس سے منحرف ہونے والا قرار دیا۔

جس کی وجہ سے حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث مرفوع حدیث کا حکم رکھتی ہے۔ اور اگر کوئی مرفوع تسلیم نہ کرے تب بھی یہ حکماً مرفوعاً ہے۔[1]

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کا صحابہ کرام اور فقہ و تصوف میں جو مقام ہے، وہ بالکل ظاہر ہے۔[2]

---

1 قول الصحابي المجتهد فيما لا نص فيه حجة عندنا يترك به القياس (مقدمة اعلاء السنن، قواعد فی علوم الحدیث ج۱۹ ص ۱۲۸، ۱۲۹)

و قول الصحابي اذا كان فقيها مقدم على القياس۔ (المبسوط للسرخسی ج ٦۔ کتاب الطلاق)

و الحاصل ان قول الصحابي حجة يجب تقليده عندنا اذا لم ينفه شيء آخر من السنة۔ (رد المختار ج ۲، باب الجمعة، و فتح القدیر ج ۲، باب صلاۃ الجمعة)

و قال الخطيب رحمہ اللہ فی الموقوفات على الصحابة جعلها كثير من الفقهاء بمنزلة المرفوعات الى النبی صلی اللہ علیہ وسلم في لزوم العمل بها و تقديمها على القياس و الحاقها بالسنن۔ انتهٰى۔ (مقدمة فتح الملهم ج ۱ ص ۱۱۵)

اقول فی قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان هذا الفعل لم يكن فی عهد النبی و الصحابة و هذا التعليل يوجب التقليد و العمل به خصوصاً و انكار ابن مسعود محمول علٰى صورة مخصوصة بالذكر فلا يعارض النصوص العام الذی يقتضی ثبوت الذكر مطلقاً كما هو مذكور فی الكتب۔ (محمد رضوان اجتماعی ذکر کی مجلسوں کا شرعی حکم، ص ۴٦)

2 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

رضيت لامتي ما رضي لها ابن ام عبد۔ (مستدرک حاکم حدیث نمبر ۵۳۸۷، و حدیث نمبر ۵۳۸۸)

ترجمہ: جس چیز کو عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پسند کریں، میں بھی اس چیز کو تمہارے لیے پسند کرتا ہوں۔

قال الحاكم: هذا اسناد صحيح على شرط الشيخين، ولم يخرجاه، وله علة من حديث سفيان الثوری، فاخبرنا محمد

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد متعدد محدثین نے صحیح سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے کہ:

اِتَّبِعُوْا وَلَا تَبْتَدِعُوْا فَقَدْ كُفِيْتُمْ۔ كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ۔[1]

ترجمہ: (اسلاف کی) پیروی کرو، اور بدعت ایجاد نہ کرو، یہ تمہاری نجات کے لیے کافی ہے۔ ہر بدعت گمراہی ہے۔(ترجمہ ختم)

سبحان اللہ، الحمد للہ اور اللہ اکبر وغیرہ جیسے عظیم الشان اذکار جو کہ سنت ہیں اور ان کے عظیم فضائل احادیث و روایات سے ثابت ہیں۔ اگر اپنے اپنے طور پر گھر میں یا مسجد میں ان کا ذکر اور وِرد کیا جائے تو عظیم ثواب کا باعث ہیں۔

بن موسی بن عمران الفقیہ، حدثنا ابراہیم بن ابی طالب، حدثنا ابو کریب، حدثنا وکیع، عن سفیان۔ (مستدرک حاکم حدیث نمبر ۵۳۸۷)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

رضیت لامتی مارضی لھا ابن ام عبد۔ وکرھت لامتی ماکرہ لھا ابن ام عبد۔ (مسند البزار حدیث ۱۹۸۶)

ترجمہ: جس چیز کو عبد اللہ بن مسعود پسند کریں، میں بھی اس چیز کو تمہارے لیے پسند کرتا ہوں اور جس چیز کو ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ میری امت کے لیے ناپسند کریں میں بھی اسے ناپسند کرتا ہوں۔ (ترجمہ ختم)

قال الہیثمی: وفی اسناد البزار محمد بن حمید الرازی وھو ثقۃ وفیہ خلاف وبقیۃ رجالہ وثقوا۔ (مجمع الزوائد ج۹ ص ۲۹۰۔ باب ماجاء فی عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ)

[1] (المعجم کبیر للطبرانی حدیث نمبر ۸۶۸۲، واللفظ لہ، سنن دارمی، باب فی کراہیۃ اخذ الرای، شعب الایمان، حدیث نمبر ۲۰۲۴۔ الابانۃ الکبری لابنِ بطۃ۔ حدیث نمبر ۱۸۲ و۱۸۳ و۲۰۵)

قال الھیثمی:

رواہ الطبرانی فی الکبیر ورجالہ رجال الصحیح۔ (مجمع الزوائد باب الاقتداء بالسلف)

لیکن یہی مسنون اور عظیم الشان فضائل کے حامل اذکار اور کلمات جب اجتماعی شکل میں کیے گئے کہ ایک شخص یہ کلمات مخصوص مقدار میں پڑھنے کی طرف متوجہ کرتا اور دوسرے لوگ اس کی تعمیل میں اجتماعی انداز میں ذکر کرتے تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس پر سخت تنبیہ فرمائی اور تاریک وسیاہ بدعت کے ایجاد کرنے یا حضور ﷺ کے صحابہ پر علم میں آگے بڑھنے والا فرمایا۔ جس سے معلوم ہوا کہ اس طرح اجتماعی ذکر بدعتِ اضافیہ میں شامل ہے۔ اور بدعتِ اضافیہ سے مراد وہ بدعت ہے جو کسی اضافہ (مثلاً تداعی وغیرہ) کی وجہ سے بدعت بنی ہو۔

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ روایت اپنے مقصود و مدعا میں واضح ہیں، لیکن بعض حضرات ان میں مختلف تاویلات فرماتے ہیں۔

مثلاً کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ روایت صحیح سند کے ساتھ ثابت نہیں۔ حالاں کہ ہم اس کا مختلف طریق سے صحیح السندس ہونا مفصلاً ذکر کر چکے ہیں۔

امام قاضی خان، امام بزاز، علامہ شامی اور علامہ حموی رحمہم اللہ جیسے فقیہ حضرات نے بھی حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی مذکورہ روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔[1]

---

[1] حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

علامہ قاضی، امام بزاز، علامہ شامی اور علامہ حموی رحمہم اللہ سب کے سب بزرگ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو وقد صح سے تعبیر کرتے ہیں اور اس کو صحیح کہتے ہیں۔ اور خود صاحب انوارِ ساطعہ وقد صح کے الفاظ سے اس کی تصحیح نقل کرتے ہیں۔ اگر امام سیوطی رحمہ اللہ کو اس کی سند معلوم نہیں ہو سکی، جیسا کہ سباحۃ الفکر ص ۶۸ میں نقل کیا گیا ہے کہ اس اثر کی سند اور اس کے مخرج کا پتہ ہونا چاہیے تا کہ اس کی صحت اور ضعف کا حال کھلے۔ تو اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ یہ روایت صحیح نہیں۔ اور صاحبِ روح البیان نے جو اس روایت کو بلاوجہ جھوٹ اور افترا کہا ہے۔ (تفسیر روح البیان ج ۲ ص ۲۴۳)

تو ان کا قول سرے سے قابلِ التفات ہی نہیں ہے۔ وہ تو موضوع اور جعلی حدیثوں کو صحیح اور صحیح احادیث کو ضعیف کہہ جاتے ہیں۔ پھر حدیث کی تصحیح اور تضعیف ان کا مقام ہی نہیں ہے۔ یہ مسلّم محدثین اور صاحبِ بصیرت فقہاء کا کام ہے۔ صاحبِ روح البیان تو ایک صوفی مزاج مفسر ہیں جنہوں نے رطب ویابس سبھی کچھ تفسیر میں جمع کر دیا ہے۔ (دیکھیے اکسیر ص ۸۲)

(ماخوذ از راہِ سنت ص ۱۲۸، باب چہارم)

وقد صح عن ابن مسعود انہ سمع قوماً اجتمعوا فی مسجد یھللون ویصلون علیہ علیہ الصلاۃ والسلام جھراً فراح الیھم وقال ماعھدنا ذلک علیٰ عھدہ علیہ الصلاۃ والسلام وما اراکم الا مبتدعین۔ (غمز عیون البصائر، القول فی احکام المسجد، رفع الصوت بالذکر فی المسجد ج ۴)

صح عن ابی مسعود انہٗ اخرج جماعۃ من المسجد یھللون ویصلون علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم جھراً وقال لھم "ما اراکم الا مبتدعین" (رد المختار شامی ج ۶۔ فصل فی البیع بعد باب الاستبراء وغیرہ)

وقد صح عن ابن مسعود انہٗ سمع قوماً اجتمعوا فی مسجد یھللون ویصلون علیہ الصلوٰۃ والسلام جھراً فراح الیھم فقال ماعھدنا ذالک علیٰ عھدہ علیہ السلام وما اراکم الا مبتدعین فمازال یذکر ذالک حتی اخرجھم عن المسجد۔ اھ (فتاویٰ بزازیہ ج ۳ ص ۳۷۵۔ علی ہامش الفتاویٰ الہندیۃ)

اور جو بعض فقہاء و محدثین سے اس روایت کا انکار منقول ہے وہ اخراج عن المسجد پر محمول کیا جا سکتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ صحیح روایات میں اخراج عن المسجد ثابت نہیں۔ اور جنہوں نے اخراج کو صحیح قرار دیا، ان کی مراد مطلق نکیر ہے۔ گویا کہ ان کی مراد اخراج بمعنٰی افتراق ہے۔ اور یا پھر ممکن ہے کہ منکرین حضرات کو یہ پوری روایت نہ پہنچ سکی ہو۔ اور انہوں نے مسجد میں مطلق ذکر کرنے والوں کو تنبیہ سے متعلق یہ روایت سمجھتے ہوئے اس کا انکار کیا ہو۔

خادم اہلسنت عبد الوحید الحنفی

لہٰذا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس روایت کے ثبوت کا انکار درست نہیں۔[1]

اسی طرح بعض حضرات نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایات کو جو دیگر احادیث وروایات کے خلاف قرار دیا ہے یا یہ کہا ہے کہ یہ منع کرنا اس وجہ سے تھا کہ وہ بہت بلند آواز سے ذکر کررہے تھے۔وغیرہ وغیرہ۔[2]

اور یہ بات بھی ظاہر ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے مسجد میں مطلق ذکر سے منع نہیں فرمایا بلکہ مخصوص ہیئت کے ساتھ ذکر سے منع کیا ہے۔فلا تعارض بینهما۔

[1] جیسا کہ ایک صاحبِ علم بزرگ تحریر فرماتے ہیں:

سنن دارمی کے علاوہ مصنف عبدالرزاق رحمہ اللہ، ج۳ ص۲۲۱ اور المعجم الکبیر ج۹ ص۱۳۳ اور تلبیس ابلیس علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ میں بھی مختلف طرق سے یہ اثر موجود ہے۔ لیکن کوئی طریق بھی ضعف سے خالی نہیں۔رہا متن تو اس کے متن کے اندر بھی خفیہ علت موجود ہے۔جو اس بات کی دلیل ہے کہ یا تو یہ اثر حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ پر جھوٹ وافتراء ہے یا حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کا انکار ایک خاص محل پر محمول ہے۔کیوں کہ قرآن وحدیث کی رو سے جہر متعدل اور مجالس ذکر کا جواز واستحباب ثابت ہے تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی قرآن و حدیث کی مخالفت کریں (ذکر اللہ کے فضائل ومسائل ص۳۰۵۔ درذیل: مجالسِ ذکر اور ان کے فوائد۔ تالیف: مفتی مختار الدین شاہ صاحب، کربوغہ شریف۔ ناشر دارالایمان ویسٹریج III راولپنڈی۔ تاریخ طبع محرم ۱۴۲۸ھ جنوری ۲۰۰۷ء)

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے صحیح سندوں سے ثبوت کے بعد جھوٹ وافتراء ہونے کی تو گنجائش نہیں۔ جہاں تک خاص محل پر محمول ہونے کا تعلق ہے، تو اس میں کوئی شبہ نہیں اور وہ محمل غیر مشروع و منکَر کا منضم ہونا ہے اور مجوث فیہ یہی مجالسِ ذکر ہیں۔کما سیجیء۔

رہا جہرِ متعدل اور نفسِ مجالسِ ذکر (جن میں کوئی منکَر شامل نہ ہو) اس کے جواز میں کوئی کلام نہیں۔

[2] ملاحظہ ہو: "ذکر اجتماعی وجہری، شریعت کے آئینہ میں" ص۱۲۳ تا ۱۲۹۔ مطبوعہ زمزم پبلشرز کراچی۔ تاریخِ اشاعت اپریل ۲۰۰۷ء۔

اولاً تو صحیح روایات کے مضمون کے تناظر میں اس قسم کی تاویلات راجح معلوم نہیں ہوتیں، دوسرے ان تاویلات کے باوجود بھی تداعی اور بہیئتِ اجتماعی مخصوص ذکر کے التزام پر مشتمل مروجہ اجتماعی ذکر کی مجلسوں کا جواز ثابت نہیں ہوتا۔ کیوں کہ ان امور کے مکروہ و بدعت ہونے کی فقہائے کرام و اکابرِ عظام صراحت فرما چکے ہیں۔ اور بعض حضرات کا یہ فرمانا کہ یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اپنی ذاتی رائے تھی، اور دوسرے لفظوں میں یہ ان کا تفرد تھا۔[1]

یہ بات بھی درست معلوم نہیں ہوتی، کیوں کہ انہوں نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا حوالہ دے کر یہ بتلا دیا کہ اس طرح کا اجتماعی ذکر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں رائج نہ تھا۔ جس کے بعد اس مضمون کے مرفوع ہونے میں بھی شبہ نہیں ہونا چاہیے۔ کما مر۔

پس اس کو ان کی ذاتی رائے اور تفرد قرار دینے کے کوئی معنی نہیں؟

اسی طرح بعض حضرات کا یہ فرمانا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا منع فرمانا احتیاط اور سدِباب کے طور پر تھا تاکہ لوگ اس کو مسجد کے اعمال میں سے اور خاص خاص تعداد کو اور طریقہ کو سنت سمجھ کر بدعت شروع نہ کر دیں۔[2]

[1] ملاحظہ ہو: "ذکر اجتماعی وجہری شریعت کے آئینہ میں" ص۱۵۶۔ مطبوعہ زمزم پبلشرز کراچی۔
[2] ملاحظہ ہو: "ذکر اجتماعی وجہری شریعت کے آئینہ میں" ص۱۴۷۔

خادم اہلسنت عبدالحمید الحنفی

یہ بھی قابلِ تامل ہے، پھر خیر القرون کے دور میں تو بدعت شروع ہونے کا ڈر ہو، اور آج قربِ قیامت کے پُر فتن دور میں وہ ڈر موجود نہ ہو، یہ کیوں کر ممکن ہے۔ جبکہ ہم دلائل سے واضح کر چکے ہیں کہ حضرت رضی اللہ عنہ نے تداعی کے ساتھ ایک ذکر کے التزام وغیرہ جیسی قیود و تخصیصات کی وجہ سے اور بالفاظِ دیگر احداث فی الدین کی وجہ سے منع فرمایا تھا۔

علامہ قاضی ابراہیم حنفی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کی تشریح کرتے ہوتے فرماتے ہیں:

یعنی یہ جو تم کرتے ہو یا تو تاریک بدعت ہے، یا تم نے وہ بات پائی ہے جو صحابہ رضی اللہ عنہم کے بھی ہاتھ نہ آئی تھی، خواہ بے خبری سے، خواہ سُستی سے۔ پس تم طریقِ عبادت کے علم میں صحابہ رضی اللہ عنہم سے غالب ہو نکلے، دوسری صورت ناممکن ہے، پس پہلی صورت یعنی اس کام کا بدعتِ سیئہ ہی ہونا متعین ہے۔ یہی بات ہر اس شخص کے بارے میں کہی جائے گی جو خالص عبادتِ بدنی کو اس طور سے ادا کرے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں نہ تھا۔ [1]

---

[1] (مجالس ُالابرار اردو ص ۱۶۵ مجلس نمبر ۱۸ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

ملا کاتب چلپی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۶۷ھ) کی یہ غلطی ہے کہ وہ مجالس الابرار کو ملا احمد رومی کی تالیف بتاتے ہیں، ایسی غلطیاں ان سے بکثرت صادر ہو جاتی ہیں (مثلاً دیکھیے فوائدِ بہیہ ص ۱۹ اور اس کا حاشیہ تعلیقاتِ سنیہ ۱۸۰) مجالس الابرار کی حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بڑی

اور حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"مجالسِ ذکر کے مجوّزین (یعنی جائز قرار دینے والوں) نے اس (روایت) کے تین جوابات دیے ہیں (۱) اس اثر کا کتبِ حدیث میں کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ (۲) یہ جوازِ جہر سے متعلقہ احادیثِ صحیحہ صریحہ کے خلاف ہے (۳) ان لوگوں نے کوئی بدعت شامل کر لی ہو گی۔ مثلاً اجتماع بالتداعی، امام واہتمام، باہم کوئی اور ارتباط، جہرِ مفرِط وغیرہا۔

پہلا جواب (یعنی اس روایت کو غیر ثابت قرار دینا۔ ناقل)

اس لیے صحیح نہیں کہ طبرانی نے متعدد اسانید سے (اور سننِ دارمی نے۔ ناقل) اس کی تخریج فرمائی ہے۔

علاوہ ازیں اکثر فقہائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے "وقد صح عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ" سے اس (روایت) کی تصحیح وتوثیق فرمائی ہے۔

دوسرے جواب (یعنی یہ کہ یہ روایت جہر کے جواز سے متعلق صحیح و صریح احادیث کے خلاف ہے۔ ناقل)

میں رد بلا سبب ہے۔ اس لیے تیسرا جواب ہی متعین ہے۔"[1]

تیسرے جواب کے صحیح ہونے کی تائید اس روایت کے الفاظ سے بھی

تعریف کی ہے، فرماتے ہیں کہ کتاب "معتبر است" (فتاویٰ عزیزی ج ۲ ص ۱۱۵) (ماخوذ از راہِ سنت ص ۶۱۔ باب اول)

[1] رسائل الرشید ص ۲۵۵، ۲۵۶۔ مطبوعہ مکتبۃ حلیمیہ کراچی۔

ہوتی ہے کہ جس پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس طریقہ پر نکیر کرتے ہوئے اس کو بدعت سے تعبیر فرمایا ہے۔ اور حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ قول نصِ صریح ہے کہ یہ کیفیت اور احداث ہیئتِ جدیدہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک میں نہ تھی۔[1]

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا مطلب اس سے صرف یہ تھا کہ اگرچہ تکبیر و تہلیل اور تسبیح و تحمید کی بہت کچھ فضیلتیں وارد ہوئی ہیں اور وہ محبوب ترین ذکر ہے لیکن اس کا یہ خاص طرز و طریقہ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا بتایا ہوا نہیں ہے۔ بلکہ یہ خود تمہارا ایجاد کردہ ہے۔ لہٰذا یہ بدعتِ ضلالت بھی ہے اور گمراہی بھی، بدعتِ عظمیٰ بھی ہے اور بدعتِ ظلماء بھی۔ اور بقول امام ابنِ دقیقُ العید رحمہ اللہ اس مخصوص کیفیت کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فضیلتِ ذکر کی عام دلیلوں کے نیچے داخل نہیں کیا۔[2]

---

[1] "راہِ سنت" مؤلفہ مولانا علامہ سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ، ص ۱۲۹

[2] راہِ سنت ص ۱۲۴۔ علامہ سرفراز خان صفدر

ابنِ دقیقُ العید رحمہ اللہ کی عبارت یہ ہے:

فھذا ابن مسعود انکر ھذا الفعل مع امکان ادراجه تحت عموم فضیلة الذکر۔ (احکام الاحکام شرح عمدۃ الاحکام لابن دقیق العید ج ۱ ص ۵۲، اعداد رکعات الرواتب)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے بھی حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کے اس واقعہ سے ذکر کے مخصوص طریقے متعین کر لینے کے ناجائز ہونے پر استدلال کیا ہے۔ چناں چہ انہوں نے زمانۂ فتن میں لوگوں کی تیس حالتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے دسویں حالت کے ذیل میں اس بات کو مفصل بیان فرمایا ہے۔ (ملاحظہ ہو ”ازالۃ الخفاء مترجم ج ۱ ص ۵۰۴۔ فصل پنجم مقصدِ اول)

پس گزشتہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ مروّجہ مجالسِ ذکر کی طرح کا اجتماعی ذکر کرنا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں رائج نہ تھا۔[1]

اس لیے ہر شخص کو اپنا ذکر الگ الگ اور جدا جدا کرنے میں ہی عافیت و سلامتی نظر آتی ہے، اور اس میں تداعی اور ایک ہی ذکر خواہ سرّی ہو یا جہری جیسی قیودات و تخصیصات وغیرہ کے التزام سے بچنے کی ضرورت ہے۔

فقہائے کرام واکابرِ امت سے ثبوت

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد شریعت کے مستحکم اُصولوں کے عین مطابق ہے اور اسی وجہ سے فقہائے کرام اور اکابرِ امت جو دین

---

1 مگر اس کے برعکس بعض حضرات تداعی اور مخصوص ذکر کے التزام بلکہ بصوتِ واحد جہر کے ساتھ مساجد میں مجالسِ ذکر کے انعقاد کو نہ صرف جائز بلکہ سنت و مستحب قرار دے رہے ہیں۔ اور ان کے انعقاد کی دوسروں کو ترغیب بھی دے رہے ہیں۔

کے محافظ ہیں، وہ حضرت عبداللہ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی مذکورہ روایت اور بدعت کی حقیقت کے پیشِ نظر ذکر میں اس طرح کی قیودات و تخصیصات پیدا کرنے پر کیسے خاموشی اختیار کر سکتے تھے، انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اتباع میں اپنی اس ذمہ داری کا تسلسل جاری رکھا۔[1]

آگے اسی قسم کی قیودات و تخصیصات پر مشتمل ذکر و درود کے متعلق چند اکابر اور فقہائے امت کی تصریحات پیشِ خدمت ہیں۔

حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت

(۱) حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے (جن کا علمی سلسلہ بالواسطہ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے) امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو جو وصیتیں فرمائیں، ان میں سے ایک وصیت یہ تھی:

"وَلَا تَحْضُرْ مَجَالِسَ الذِّكْرِ"

---

[1] جیسا کہ حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ براہینِ قاطعہ میں فرماتے ہیں:
"قرآن و حدیث و قولِ صحابی رضی اللہ عنہ سے اگرچہ جزیہ ہی ہو، فقہاء کلیہ نکال لیتے ہیں اور پھر اس کلیہ سے صدہا مسائلِ جزیہ جملہ ابواب فقہ کے ثابت کرتے ہیں۔ اس کا ہی نام تفقہ ہے۔ سب ادنیٰ اعلیٰ اہلِ علم اس کو جانتے ہیں، تمام بخاری وغیرہ کتب کے ابواب اس کے شاہد ہیں، ایسا ہی طیبی نے اس قول حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کلیہ پیدا کیا اور پھر وہ کلیہ سب ابواب میں مفیدِ حکم ہوا۔ عبادات و معاملات میں اور خلاصہ کلیہ کا یہ ہے کہ حکمِ شارع کا اپنے محل و مورد پر قصر کرے، اس کے درجہ سے تعدی نہ کرے، اگر کرے گا تو تغیر حکم شرع کا ہو جائے گا۔ اور تغیر حکمِ شرعی کو ہی بدعت کہتے ہیں۔" (براہینِ قاطعہ ص ۲۲۔ درذیل مولوی امیر باز خان کے جواب کے رد کارد)

ترجمہ: اور تم مجالسِ ذکر میں حاضر مت ہونا۔[1]

ظاہر ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے یہ وصیت اس قسم کی مجالسِ ذکر کے متعلق فرمائی ہے، جو بدعات و منکرات پر مشتمل ہوں۔ جیسا کہ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کے حوالے سے گزرا۔[2]

علامہ شاطبی رحمہ اللہ کا حوالہ

(۲) محیُ السنۃ قاطعُ البدعۃ علامہ ابو اسحاق شاطبی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

وَ تَعْيِيْنُ الْكَيْفِيَّاتِ وَ الْتِزَامُ الْهَيْئَاتِ الْمُعَيَّنَةِ اَوِ الْاَزْمِنَةِ الْمُعَيَّنَةِ مَعَ الدَّوَامِ وَ نَحْوِ ذَالِكَ، وَ هٰذَا هُوَ

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

---

[1] (الاشباہ والنظائر مع شرحہ الحموی ج ۴، تحت الفن السابع و مجموعہ وصایا امام اعظم رحمہ اللہ ص ۴۴۔ مرتبہ حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب بلند شہری رحمہ اللہ۔ مطبوعۃ ادارہ المعارف کراچی)

[2] علامہ حموی رحمہ اللہ نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی اس وصیت کے ثبوت کو تسلیم کیا ہے لیکن اس پر یہ اشکال پیش کیا ہے کہ حدیث میں حلقۂ ذکر کے ساتھ وابستہ ہونے اور حلقۂ ذکر کو ریاض الجنۃ فرمانے کی تصریح کی ہے۔ چناں چہ وہ فرماتے ہیں:

"قولہ ولا تحضر مجالس الذکر کذا فی النسخ ومثلہ فی مناقب الکردری وھو مشکل فقد ورد فی الحدیث علیکم بحلق الذکر فانھا ریاض الجنۃ وفی بعض النسخ ولا تحقر بالقاف وھو غیر مناسب للمعطرف فتامل۔ (الاشباہ و النظائر مع شرحہ الحموی ج ۴۔ تحت الفن السابع)

مگر اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ احادیث میں جن مجالس کو ریاضُ الجنۃ اور حلقۂ ذکر کہا گیا ہے اس کا مفہوم بہت عام ہے۔ اور آپ نے اُن خاص مجالسِ ذکر سے منع فرمایا ہے جو بدعات پر مشتمل ہوں اور یہی ہماری بحث کا موضوع ہیں، ورنہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ جیسے بحرُ العلوم سے صریح و صحیح احادیث کے خلاف وصیت کرنے کا کیوں کر تصور کیا جاسکتا ہے۔ (محمد رضوان)

الْاِبْتِدَاعُ وَالْبِدْعَةُ وَيُسَمّٰى فَاعِلُهٗ مُبْتَدِعًا۔[1]

ترجمہ: اور اپنی طرف سے دوام کے ساتھ کیفیات کو متعین کر لینا اور معیّن شکل وصورت اور طور طریق کا (اعتقادی یا عملی) التزام کر لینا یا معین زمانوں کا التزام کر لینا وغیرہ وغیرہ، یہی ابتداع اور بدعت ہے اور اس کے کرنے والے کو بدعتی قرار دیا جاتا ہے۔ (ترجمہ ختم)

اور آگے آتا ہے کہ اجتماعی طور پر ایک ذکر کا التزام کر لینا متعین کیفیات وہیئات کے التزام میں داخل ہے۔[2]

---

[1] الاعتصام الجزء الاول۔ الباب الاول فی تعریف البدع وبیان معناھا، ص ۲۵۔ مطبوعہ بیروت لبنان

[2] نیز آگے "بعض صوفیائے کرام کے مجالس ذکر قائم کرنے کے شبہ میں مدلل ومفصل جواب" کے عنوان کے تحت یہ تفصیل آتی ہے کہ التزام چاہے اعتقادی ہو یا عملی، بہرحال ناجائز ہے۔ اور اگر کسی محتاط کا اپنا عقیدہ درست ہو تب بھی ایہامِ جاہل کی وجہ سے اس کو علی الاعلان کرنا مکروہ ہے۔ علامہ شامی رحمہ اللہ نے بھی یہ قاعدہ بیان فرمایا ہے۔

حاصل معنی کلام ھذین الشیخین بیان وجہ الکراھۃ فی المداومۃ وھو انہ ان رای ذلک حتما یکرہ من حیث تغییر المشروع والا یکرہ من حیث ایھام الجاھل۔ (رد المختار، کتاب الصلاۃ، فصل فی القراءۃ)

وما یفعل عقیب الصلاۃ فمکروہ لان الجھال یعتقدونھا سنۃ او واجبۃ وکل مباح یودی الیہ فمکروہ انتھی۔ وحاصلہ ان ما لیس لھا سبب لا تکرہ مالم یود فعلھا الی اعتقاد الجھلۃ سنیتھا کالتی یفعلھا بعض الناس بعد الصلاۃ۔ (رد المختار کتاب الصلاۃ باب سجود التلاوۃ)

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

التزامِ اعتقادی کا ناجائز ہونا تو ظاہر ہے لیکن ظاہراً صحتِ اعتقاد کے ساتھ عملی التزام میں کوئی خرابی نظر نہیں آتی، اس کو فقہاء کیوں منع کرتے ہیں؟ سو واقعی فقہاء حکماء ہیں، اسرارِ شریعت کو خوب سمجھتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ التزامِ عملی سے رفتہ رفتہ اعتقاد پر بھی اثر ہونے لگتا ہے، خصوص عام لوگوں کے اعتقاد پر اور اگر بالفرض نہ بھی ہو تو اس میں صورتاً شریعت کے ساتھ معارضہ ہے جیسا کہ

(۳)اور مذکورہ عبارت کے کچھ بعد علامہ شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَ مِنْهَا اِلْتِزَامُ الْكَيْفِيَّاتِ وَ الْهَيْئَاتِ الْمُعَيَّنَةِ كَالذِّكْرِ بِهَيْئَةِ الْاِجْتِمَاعِ عَلٰى صَوْتٍ وَّاحِدٍ۔ [1]

ترجمہ: اور ان ہی بدعات میں سے ایک بدعت یہ ہے کہ مخصوص کیفیات اور معین ہیئات کا (اعتقاداً یا عملاً) التزام کر لینا جیسے کہ اجتماعی طریقے پر ایک ساتھ آواز ملا کر ذکر کرنا۔(ترجمہ ختم)

اس عبارت میں مخصوص کیفیات اور معین ہیئات کی مثال اجتماعی انداز میں ایک ذکر کے التزام کی پیش کی گئی ہے۔"

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی رضا نصیب کریں اور ہر قسم کے شرک و بدعت سے بچنے کی توفیق نصیب کریں اور مسلک اہل السنت و الجماعت پر موت تک قائم و دائم رکھیں اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی تقلید میں بدعات سے بچنے اور سنت و شریعت پر عمل کی نصیب کریں۔

آمین بجاہ النبی الکریم

التزامِ اعتقادی میں حقیقتاً معارضہ ہے۔ اس لیے وہ دونوں قسم کے التزام کو منع فرماتے ہیں۔ (خطباتِ حکیم الامت ج۵۔ مواعظِ میلادُ النبی ص۲۶۱ و ۲۶۲۔ وعظ الموردُ الفرسخی فی المولد البرزخی۔ مطبوعہ المکتبۃ الاشرفیہ لاہور۔ سنِ اشاعت ۱۹۹۲ء)

[1] الاعتصام الجزء الاول۔ الباب الاول فی تعریف البدع و بیان معناھا، ص۲۶۔ مطبوعہ بیروت لبنان۔

مکتوب بنام حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب ہزاروی

از چکوال

۷ جمادی الثانی ۱۴۳۷ھ

۱۶ مارچ ۲۰۱۶ء

بخدمت جناب حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب ہزاروی
حفظک الرحمٰن الی یوم المیزان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت وعافیت سے رکھیں۔ ہم سب کو اپنی رضا نصیب فرمائیں اور ہمیں اپنی رحمت و بخشش سے محروم نہ کریں۔ آمین۔

یہ عریضہ آپ کو صرف ایک پیر بھائی ہونے کی نسبت سے اس وقت ارسال کرنے کا اچانک دل میں خیال آیا۔ الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ نے بندہ کو اور آپ کو حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب سہارنپوری ثم مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت کی سعادت نصیب، کی حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے اجل خلفاء میں سے حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا محمد اسماعیل بدات صاحب کا مؤقف یہ ہے کہ مروجہ مجالس ذکر بالجہر جو کہ اجتماعی شکل میں منعقد کی جاتی ہیں، یہ طریقہ خلاف سنت ہے اور بدعت ہے۔

اس لیے مناسب یہ ہے کہ آپ ذکر بالجہر کی مجالس کا انعقاد نہ کیا

کریں۔ صرف انفرادی صورت میں اپنے عقیدت مندوں اور بیعت کرنے والوں کو ذکر اللہ کرنے کی تاکید اور ترغیب دیا کریں۔ تاکہ آگے چل کر یہ سلسلہ اہل بدعت کی مشابہت اختیار نہ کرسکے۔ امید ہے کہ یہ عاجزانہ درخواست قبول کرکے اہل بدعت کی حوصلہ شکنی کرکے عند اللہ ماجور ہوں گے۔

حضرت مجدد الف ثانی شیخ سرہندی رحمۃ اللہ علیہ (المولود شوال ۹۷۱ھ المتوفیٰ ۲۰ صفر ۱۰۳۴ھ) اپنے مکتوبات میں ایک واقعہ لکھتے ہیں کہ میں نے حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے کہ "حضرت خواجہ (بہاؤ الدین) نقشبند قدس سرہٗ علماء بخارا کو جمع کرکے حضرت امیر کلال قدس سرہٗ کی خانقاہ میں لے گئے تاکہ ان کو ذکر جہر سے منع کریں۔

علماء نے حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا کہ "ذکر جہر بدعت ہے، نہ کیا کریں" امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا کہ "بہت اچھا، نہ کریں گے"۔

جب اس طریقہ کے بزرگوار ذکر جہر سے منع کرنے میں اس قدر مبالغہ کرتے ہیں تو پھر سماع ورقص اور وجد کا کیا ذکر؟ وہ احوال و مواجید جو غیر شرع اسباب پر مترتب ہوں، فقیر کے نزدیک استدراج کی قسم سے ہیں۔[1]

اس عریضہ کی صورت میں بندہ ناچیز (عبدالوحید حنفی) بھی یہی

---

1 مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ، ج ۱، مکتوب ۲۶۶

خادم اہلسنت عبدالوحید حنفی

عرض کرنے کی جسارت کر رہا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحت بھی یہی ہے کہ ذکر جہر نہ کیا کریں۔ اور حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت بھی یہی ہے کہ:

وَلَا تَحْضُرِ الْمَجَالِسَ الذِّكْر

"اور تم مجالس ذکر میں حاضر مت ہونا۔"[1]

ظاہر ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ وصیت اسی قسم کی مجالس ذکر کے متعلق فرمائی ہے جو بدعات و منکرات پر مشتمل ہوں۔

الحمدللہ کہ ہم سنی حنفی ہیں، ہمارے لیے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحت پر عمل کرنے میں ان شاء اللہ خیر ہی خیر ہے۔ اس لیے آپ یہ درخواست منظور کرتے ہوئے اپنے الفاظ میں یہ لکھ دیں کہ:

"بہت اچھا! ذکر بالجہر کی مجالس تداعی و اجتماعی شکل میں نہ کریں گے۔"

تمنا مختصر سی ہے، مگر تمہید طولانی

والسلام

خادم اہلسنّت عبدالوحید الحنفی

مدنی جامع مسجد چکوال

[1] وصایا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ بنام امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ، ص ۴۴۔ مرتبہ مولانا عاشق الٰہی بلند شہری صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی

مولانا احمد رضا خان بریلوی کون تھے؟

دور حاضر میں بریلوی مسلک کے بانی مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی ہیں۔ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

مولانا احمد رضا خان صاحب دیوبند کے بالواسطہ شاگرد ہیں۔ وہ اس طرح کہ مولانا محمد یٰسین صاحب جنہوں نے بریلی میں مدرسہ اشاعت العلوم قائم کیا، یہ ان کے شاگرد ہیں۔ اور وہ حضرت شیخ الہند کے شاگرد ہیں، مگر اسے ظاہر نہیں کرتے۔ اور ابتداء ابتداء میں مولانا محمد یٰسین صاحب کو مولانا احمد رضا خان جو خط لکھتے تھے تو نہایت تعظیم سے لکھتے جیسے کوئی اپنے شیخ کو لکھ رہا ہو۔ بعد میں ان کے خیالات بدلے، کیا بات پیش آئی وہ اللہ ہی جانتا ہے۔ پھر تو کافر سے ورے کوئی چیز ہی نہیں تھی۔[1]

احمد رضا خان صاحب کا اہل سنت کے مخالف عقائد

قرآنِ مجید میں ہر جگہ حاضر ناظر ہونا اللہ تعالیٰ کی صفات میں ہے۔

(۱) رسول اللہ ﷺ کو حاضر ناظر ماننے کا عقیدہ

لیکن مولانا احمد رضا خان نے قرآن پاک کی آیت

---

1 خطبات حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب ج ۷، ص ۴۴۸

اِنَّآ اَرۡسَلۡنٰکَ شَاهِدًا (سورۃ فتح)

کا ترجمہ یہ کیا ہے۔ "بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر"

جبکہ فقہ حنفی کی کتاب بحر رائق میں ہے

اگر اس طرح نکاح کیا کہ دو گواہوں کی جگہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ (حاضر و ناظر ہونے کے عقیدہ کی بنا پر) گواہ بنا لیا تو گواہوں کی شرط پوری نہ ہونے کی وجہ سے نکاح نہ ہو گا۔ اور نبی ﷺ کے بارے علم غیب کا عقیدہ رکھنے کی وجہ سے وہ شخص کافر ہو جائے گا۔

انتہائی تعجب کا مقام ہے کہ جناب صوفی اقبال صاحب سے احمد رضا خان صاحب اور ان کے پیروکاروں کے یہ عقائد مخفی نہ تھے لیکن محمد بن علوی جیسے بدعتی پیر سے انہوں نے کیا تعلق جوڑا کہ ان کی فکر ہی بدل گئی۔ بلکہ دنیا ہی پلٹ گئی۔ اہل بدعت، اہل سنت بن گئے اور جو چیزیں اصل سے ہی بدعت اور ناجائز تھیں وہ بدعت نہ رہیں اور جائز ہو گئیں۔ فیا للعجب![1]

مولانا رضا خان کا اہل سنت کے مخالف دوسرا عقیدہ

(۲) اہل سنت و الجماعت کا عقیدہ ہے کہ علم غیب اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔

---

[1] ڈاکٹر مفتی عبد الواحد صاحب ماہنامہ حق چار یار ص ۲۹، جنوری ۱۹۹۵ء

لیکن اس کے بر عکس احمد رضا خان صاحب کا یہ عقیدہ ہے کہ علم غیب اور ہر ہر ذرہ کا علم رسول اللہ ﷺ کو بھی ہے۔ چناں چہ لکھتے ہیں:

"روزِ اوّل سے روز آخر تک سب ما کان و یکون انہیں یعنی رسول اللہ ﷺ کو بتایا" (انباء المصطفیٰ)

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو ہمیشہ ہمیش سے لے کر قیامت کے دن تک ذرے ذرے کے واقعات و حالات بتا دیے۔ یعنی اس مدت سے متعلق جتنا علم اللہ تعالیٰ کو ہے وہ سارا کا سارا اللہ تعالیٰ نے آپ کو دے دیا ہے۔

(۲) اسی عقیدہ کو احمد رضا خان صاحب نے اسی کتاب میں یہ بھی لکھا ہے:

"ہمارے حضور ﷺ...... کو اللہ تعالیٰ نے تمام موجودات جملہ ما کان و ما یکون الیٰ یوم القیامہ جمیع مندرجات لوح محفوظ کا علم دیا۔" (انباء المصطفیٰ)

(۳) اسی عقیدہ کو احمد رضا خان کے خاص شاگرد امجد علی نے اپنی کتاب بہارِ شریعت میں لکھا ہے کہ

"اللہ عزوجل نے انبیاء علیہم السلام کو اپنے غیوب پر اطلاع دی۔ زمین و آسمان کا ہر ذرہ ہر نبی کے پیشِ نظر ہے"

جب کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

حافظ عبدالوحید الحنفی

إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ ط وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ط وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ م بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ ط إِنَّ اللّٰهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ [1]

اللہ ہی کو قیامت کا علم ہے اور وہی مینہ برساتا ہے اور وہی (حاملہ کے) پیٹ کی چیزوں کو جانتا ہے۔ اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کو کیا کام کرے گا اور کوئی متنفس نہیں جانتا کہ کس سرزمین میں اسے موت آئے گی۔ بیشک خدا ہی جاننے والا اور خبردار ہے

یہ پانچ غیب کی باتیں وہ ہیں جن کے بارے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں تصریح کی ہے کہ ان کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی فرماتے ہیں:

عقیدہ کرنا کہ انبیاء علیہم السلام سب غیب جانتے تھے، شرک قبیح و جلی ہووے گا۔ معاذ اللہ۔ اللہ حق تعالیٰ سب مسلمانوں کو ایسے عقیدہ فاسد سے نجات دیوے آمین۔ پس ایسے عقیدہ والا مشرک ہوا۔ [2]

مولانا احمد رضا خان کا اہل سنت کے خلاف تیسرا عقیدہ

احمد رضا خان اپنی کتاب ''الامن و العلیٰ'' میں لکھتے ہیں:

احکام شریعت حضور سید عالم ﷺ کو سپرد ہیں۔ جو بات چاہیں ناجائز فرما

---

[1] پ ۲۱، سورہ لقمان، آیت ۳۴

[2] فتاویٰ رشیدیہ ص ٦٦

دیں، جس چیز یا جس شخص کو جس حکم سے چاہیں مستثنیٰ کر دیں۔[1]

(۲) احمد رضا خان اپنی کتاب برکات الامداد میں لکھتے ہیں:

حضور ﷺ ہر قسم کی حاجت روائی فرما سکتے ہیں۔ دینا و آخرت کی مرادیں سب حضور ﷺ کے اختیار میں ہیں۔ (برکات الامداد)

(۳) احمد رضا خان کے خاص شاگرد امجد علی لکھتے ہیں:

حضور اقدس ﷺ اللہ عزوجل کے نائب مطلق ہیں۔ تمام جہاں حضور ﷺ کے تحت تصرف کر دیا گیا۔ جو چاہیں کریں، جسے جو چاہیں دیں، جس سے جو چاہیں واپس لیں، تمام جہان میں ان کے حکم کا پھیرنے والا کوئی نہیں، تمام جہان ان کا محکوم ہے اور وہ اپنے رب کے سوا کسی کے محکوم نہیں۔

تمام آدمیوں کے مالک ہیں، جو انہیں مالک نہ جانے حلاوتِ سنت سے محروم رہے گا۔ تمام زمین ان کی ملک ہے، تمام جہان ان کی جاگیر ہے۔ ملکوت السمٰوٰتِ والارض حضور ﷺ کے زیرِ فرمان۔ جنت و نار کی کنجیاں دستِ اقدس میں دے دی گئیں۔ رزق و خیر اور ہر قسم کی عطائیں حضور ﷺ ہی کے دربار سے تقسیم ہوتی ہیں۔ دنیا و آخرت کی عطا کا ایک حصہ ہے۔ احکام تشریعہ حضور ﷺ کے قبضہ میں کر دیے گئے کہ

---

[1] الامن والعلیٰ

دارالسنۃ حافظ عبدالوحید الحنفی

جس پر جو چاہیں حرام فرمادیں، اور جس کے لیے جو چاہیں حلال کر دیں اور جو فرض چاہیں معاف فرمادیں۔(بہارِ شریعت،ح ا)

مولانا احمد رضا خان صاحب اور ان کے شاگرد خاص امجد علی صاحب کا عقیدہ آپ نے پڑھ لیا۔ یہ عقیدہ قرآن و حدیث کے سراسر خلاف ہے۔ دیکھیے قرآن پاک میں ہے:

قُلْ اِنِّیْ لَاۤ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّ لَا رَشَدًا

آپ کہہ دیجیے کہ بے شک میں اختیار نہیں رکھتا تمہارے کچھ نقصان کا نہ فائدہ کا۔

(احمد رضا خان صاحب وغیرہ کا) یہ عقیدہ سراسر قرآن و حدیث اور شریعت مقدسہ کی تعلیم، اہل سنت والجماعت کے عقائد و نظریات کے خلاف ہے اور ضلالت و گمراہی کی تعلیم ہے۔ حضور انور ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں، سید المرسلین اور خاتم النبیین ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے افضل و اعلم ہیں لیکن فرائض کو معاف کر دینا، حلال کو حرام کر دینا، جنت و دوزخ کی کنجیاں آپ کے ہاتھ میں ہونا یہ کوئی بات قرآن و سنت سے ثابت نہیں۔[1]

[1] کفایت المفتی ج ص ۸۵۔ تعلیم الاسلام۔ مفتی کفایت اللہ صاحب

اہل سنت کون ہیں؟

وہ فرقہ جو صحیح عقیدوں پر ہو اہل السنت و الجماعت کہلاتا ہے اور دوسرے بدعتی اور گمراہ فرقے کہلاتے ہیں۔ جس فرقے کے عقیدے صحیح ہوں وہ اہل السنت والجماعت ہے اور جس کے عقیدے صحیح نہ ہوں وہ اہل السنت و الجماعت نہیں ہے۔ بلکہ اہل بدعت ہے خواہ بذاتِ خود دعویٰ کرتا ہو کہ وہ اہل السنت والجماعت ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اہل السنت و الجماعت کا مطلب ہے نبی ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے طریقے والا۔

بریلوی مسلک کے بانی مولانا احمد رضا خان ۱۴ جون ۱۸۵۶ء کو بریلی شہر میں پیدا ہوئے۔ ۱۶ شعبان المعظم ۱۲۸۶ھ مطابق ۲۲ نومبر ۱۸۶۹ء کو احمد رضا خان نے پہلا فتویٰ تحریر کیا جبکہ ان کی عمر ۱۴ سال تھی۔ اس طرح بریلوی مسلک کی ابتداء اس تاریخ سے ہوتی ہے۔ اس سے قبل یہ مسلک موجود نہ تھا۔

چناں چہ مولانا احمد رضا خان نے مذکورہ عقائد جو صریح قرآن و حدیث کے خلاف تھے ان کا برملا اظہار اور پرچار اپنی تقاریر اور تصانیف میں کیا۔

علمائے حق اہل السنت والجماعت نے جواباً اہل السنت والجماعت کے

عقائد اپنی تصانیف میں تحریر کر کے محفوظ کیے۔ اس سلسلہ میں حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ہر ممکن کوشش کی کہ مولانا احمد رضا خان صاحب اپنے شرکیہ عقائد سے رجوع کر لیں۔ لیکن انہوں نے رجوع نہ کیا اور وفات سے ۲ گھنٹہ قبل اپنی وصیت میں یہ لکھا کہ

"حتیٰ الامکان اتباعِ شریعت نہ چھوڑو اور میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔"[1]

اب جو مولانا احمد رضا خان صاحب کے عقائد و نظریات رکھتا ہے، جس کا نمونہ آپ مطالعہ کر چکے ہیں، وہ بریلوی کہلاتا ہے۔ جبکہ یہ عقائد اہل السنت و الجماعت کے عقائد کے خلاف ہیں۔ اس لیے علمائے حق اہل السنت و الجماعت ان عقائد رکھنے والوں کو اہل بدعت میں شمار کرتے ہیں۔ البتہ عوام اہل السنت و الجماعت کو چوں کہ اِن عقائد کے غلط اور خلافِ شریعت ہونے کا عموماً علم نہیں ہوتا، اس لیے جب ان کے سامنے حقیقتِ حال بیان کی جاتی ہے اور شرعی دلائل سے، قرآن و

---

[1] وصایا شریف ص ۱۰، مؤلفہ احمد رضا خان بریلوی

حدیث سے سنت و بدعت اور توحید و شرک کا عقیدہ واضح کیا جاتا ہے تو عوام اہل سنت کی اکثریت اہلِ حق کی تحقیق کے مطابق بدعت کے عمل کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اور شرکیہ اقوال و افعال و اعمال سے توبہ کر لیے ہیں، اور متبع سنت و شریعت بن جاتے ہیں۔ جس کی بنا پر سوائے غالیوں کے اکثر بریلوی عوام بھی دن بدن سنت پر عمل پیرا ہو رہے ہیں۔ البتہ بریلوی علماء اور مشائخ مولانا احمد رضا خان کی وصیت پر عمل پیرا ہیں اور باوجود سمجھانے کے شرک و بدعت کے عمل کو چھوڑنے پر تیار نہیں ہوتے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کو بھی ضد چھوڑنے اور شریعت پر عمل کرنے کی سعادت نصیب کریں۔ آمین بجاہ النبی الکریم

عبدالوحید الحنفی
خادم اہلسنت

محمد بن علوی مالکی بریلوی کے افکار و نظریات

ماہنامہ جہانِ رضا لاہور فروری ۱۹۹۲ء میں محمد بن علوی مکی مالکی کے حالات میں یہ لکھا ہے کہ ان کے والد اور دادا دونوں بریلوی مسلک کے بانی مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کے بیٹے مصطفیٰ رضا خان کے خلیفہ تھے۔ محمد بن علوی مالکی صاحب عقائد میں مولانا احمد رضا خان صاحب کے عقائد کی طرح بریلوی عقیدہ رکھتے ہیں۔

(۲) محمد بن علوی مالکی احمد رضا خان صاحب کے شاگرد ضیاء الدین قادری بریلوی کے خلیفہ ہیں۔

(۳) محمد بن علوی مکی مالکی نے اپنے عقائد کا اظہار سب سے پہلے اپنی کتاب "الذخائر المحمدیہ ﷺ" اور "حول الاحتفال بذکری المولد النبوی الشریف" میں کیا۔ ان کتابوں میں موجود مشرکانہ اور گمراہ عقائد کی تردید میں جب مکہ مکرمہ کے ایک عالم اور قاضی عبداللہ بن سلیمان اور بعض دیگر علماء نے ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۹۸۳ء میں ایک کتاب لکھی۔ تو ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۹۸۵ء میں محمد بن علوی مالکی نے ان لوگوں کے جواب میں ایک کتاب "مفاہیم یجب ان تصحح" لکھی۔ جس کا ترجمہ حافظ صغیر احمد صاحب کے بیٹے مولانا انیس احمد صاحب نے "اصلاح مفاہیم" کے نام سے کیا، اور شائع بھی ہوا۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالحمید الحنفی

"اصلاح مفاہیم" بھی شرک وبدعات سے بھری ہوئی کتاب ہے۔

(۴) ۲۰ نومبر ۱۹۹۵ء میں پروفیسر طاہر القادری کے بلائے ہوئے عالمی مشائخ کنونشن ماڈل ٹاؤن لاہور میں جو کہ اہل بدعت بریلوی حضرات کا مجمع تھا، شریک ہوئے۔ اور وہاں تقریر کرتے ہوئے مولانا محمد بن علوی ملکی نے کہا کہ:

ہم لوگ عالم ارواح میں ایک دوسرے سے مانوس ہوتے ہیں، اس لیے یہاں بھی۔ (یعنی طاہر القادری کے کنونشن میں) یہ محبت دکھائی دے رہی ہے۔[1]

(۵) اور اسی کنونشن میں تقریر کرتے ہوئے محمد بن علوی مالکی نے کہا:

"ان (یعنی طاہر القادری) پر حضور ﷺ کا لطف وکرم اور نظر عنایت ہے، جو اللہ تعالیٰ کی جملہ نعمتوں کے قاسم ومختار ہیں۔"[2]

محمد بن علوی مکی مالکی بریلوی کے مشرکانہ عقائد

(۱) رسول اللہ ﷺ کو ہر چیز کا علم دیا گیا، یہاں تک کہ روح کا بھی اور مغیباتِ خمسہ کا بھی۔ (الذخائر المحمدیہ، ص ۲۰۵)

حالاں کہ یہ پانچ غیب کی باتیں وہ ہیں جن کے بارے میں خود قرآن مجید سورۃ لقمان کی آیت ۳۴ میں تصریح ہے کہ ان کا علم صرف اللہ

---

[1] ماہنامہ حق چاریار لاہور ص ۱۵، فروری ۱۹۹۶ء بحوالہ روزنامہ جنگ راولپنڈی ۲۵ نومبر ۱۹۹۵ء

[2] ماہنامہ حق چاریار ص ۱۶، فروری ۱۹۹۶ء۔ بحوالہ روزنامہ جنگ راولپنڈی، ۲۵ نومبر ۱۹۹۵ء

تعالیٰ کو ہے۔

(۲) محمد بن علوی مالکی کا عقیدہ یہ ہے کہ نبی کو علم غیب دیا گیا۔[1]

حالاں کہ غیب کا مطلب یہ ہے کہ ذات کو ایسی قوت ہو جائے کہ وہ کسی بھی واسطے کے بغیر یعنی حواس، عقل اور وحی کی تعلیم کے بغیر کسی شے کو معلوم کر سکے۔ اور یہ صرف رب العالمین کی صفت ہے۔

(۳) محمد بن علوی مکی مالکی کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی روح مبارکہ ہر جگہ حاضر وناظر ہے۔

اس لیے لکھتے ہیں:

روحانية المصطفیٰ ﷺ حاضرة فی کل مکان فھی تشھد اماکن الخیر و مجالس الفضل۔[2]

(یعنی) حضرت محمد ﷺ کی روحانیت (یعنی روح مبارکہ) ہر جگہ موجود ہے لہٰذا وہ خیر کی جگہوں اور نفل وذکر کی مجالس میں حاضر ہوتی ہے۔

محمد بن علوی کا یہ عقیدہ قرآن وحدیث کی تعلیمات کے برعکس ہے۔

یہ شان صرف اللہ تعالیٰ کی ہے کہ وہ ہر جگہ حاضر وناظر اپنی شان لَيْسَ كَمِثْلِهٖ کے ساتھ ہیں۔ لیکن محمد بن علوی مکی مالکی صاحب نے اخلاق الٰہی سے وہ صفات مراد لے لیں، جس میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ کیوں کہ

---

[1] مفاہیم یحب ان تصحح، ص ۸۳ و ۸۹

[2] الذخائر المحمدیہ، ص ۲۵۹

اللہ کی یہ خاص صفت ہے جس میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ اللہ کی خاص صفت تو یہ ہے:

وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ

تم جہاں بھی ہو، وہ تمہارے ساتھ ہے۔

نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ

ہم انسان کی شہ رگ سے بھی اس کے نزدیک ہیں۔

(۴) محمد بن علوی مکی مالکی کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کے تمام خزانے نبی ﷺ کو عطا فرما دیے اور اب آپ ﷺ ہی مخلوق میں رزق تقسیم کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

فكل الارزاق من كفه۔

تمام رزق رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں ہی سے ملتے ہیں۔[1]

جبکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اَللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ

اللہ ہی تو ہے جس نے تم کو پیدا کیا، پھر تم کو رزق دیا۔

(۵) محمد بن علوی مکی مالکی کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو لوگوں کے فقر، مرض، بلا وغیرہ کو دور کرنے کی قدرت دی ہوئی ہے۔ لکھتے ہیں:

---

[1] الذخائر المحمدیہ، ص ۱۱۰

حافظ عبد الوحید

انما هو باذن الله و امره و قدرة۔

(یعنی) آپ ﷺ یہ فریادرسی اللہ کے حکم اور اللہ کی دی ہوئی قدرت سے کرتے ہیں۔ (مفاہیم یجب ان تصحح، ص۱۹۱)

اس تفصیل کا حاصل یہ ہے کہ سید محمد بن علوی مکی مالکی بریلوی کے عقائد مشرکانہ ہیں۔ اور وہ اہل السنت و الجماعت میں شامل نہیں بلکہ اپنے مشرکانہ عقائد کی بناء پر اہل بدعت سے ہیں۔

(۶) محمد بن علوی مکی مالکی لکھتے ہیں:

ارواح کو اتنی آزادی حاصل ہے کہ وہ زندوں کی طرح بلکہ ان سے بھی بڑھ کر اپنے پکارنے والوں کو جواب دیں اور اپنے سے فریاد کرنے والوں کی فریادرسی کریں۔ (مفاہیم، ص۱۸۰)

پھر لکھتے ہیں:

انبیاء و اولیاء کا مساعدہ (یعنی مدد کرنا) یہ اس عالم تصرف کے قبیل سے نہیں ہے بلکہ ان کا اس طرح سے کرنا دعا کے ذریعہ سے مساعدہ کرنا ہے۔ (اصلاح مفاہیم ۱۸۷، ۱۸۸)

فرمایئے کیا انبیاء و اولیاء کی ارواح کو اس طرح کی آزادی حاصل ہے کہ وہ اس جہاں میں ہر جگہ پھرتی رہتی ہیں؟

پھر اگر کوئی آدمی ان کو مدد کے لیے پکارتا ہے یا ان سے کہتا ہے کہ میرے لیے دعا کرو، تو ضرور ہر اس شخص کی دعا و پکار کو سنتے ہیں۔ یہاں

یہ ملحوظ رہے کہ جناب محمد بن علوی مکی مالکی صاحب یہاں یہ نہیں فرما رہے کہ ان کی قبروں پر ان کو پکارا جائے۔ یہاں انہوں نے قبر کی کوئی قید نہیں لگائی۔ حالاں کہ حضور رحمت للعالمین ﷺ بھی ہر آدمی کی ہر آن ہر جگہ سے پکار بلکہ درود شریف بھی نہیں سنتے، فرشتے آپ ﷺ تک پہنچاتے ہیں۔

محمد بن علوی مکی مالکی کے ان الفاظ سے کہ:

"ارواح کو ایسی آزادی حاصل ہے جس سے ان کو ممکن ہے کہ اپنے پکارنے والوں اور مدد طلب کرنے والوں کو زندوں کی طرح بلکہ ان سے بڑھ کر جواب دے سکیں۔" (اصلاح مفاہیم،۱۸۰)

اس سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ ارواح کی آزادی صرف قبروں تک محدود نہیں بلکہ وہ زندوں کی طرح ہر جگہ جاسکتے ہیں اور ان ابتدائی سطروں میں "قبر" کا لفظ بھی نہیں ہے۔ اور اس سے چند سطروں کے بعد جو لفظ زائرین استعمال کیا ہے اس سے یہ کیوں کر ثابت ہوا کہ ان کے نزدیک سوائے قبروں کے، ارواح دوسری جگہ نہیں جاسکتیں۔

حیات برزخیہ، مکی مالکی کا عقیدہ

مولانا محمد بن علوی مکی مالکی نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے علامہ ابنِ قیم کی کتاب ارواح سے جو عبارت پیش کی ہے:

"ارواح المومنین فی برزخ من الارض تذھب حیث

شأت'' (کذا فی الروح لابنِ الروح لابنِ قیم: ۱۴۴)

زمین میں دفن ہو کر مسلمانوں کی روحیں حالت برزخ میں ہیں اور یہ اپنی مرضی کے مطابق جہاں چاہیں جاسکتی ہیں۔

مکی مالکی صاحب نے یہاں پوری عبارت نہیں لکھی۔ چناں چہ اس کے بعد یہ عبارت ہے:

برزخ اس آڑ کو کہتے ہیں جو دو چیزوں میں حائل ہو۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا مطلب ہے کہ روحیں اس زمین پر رہتی ہیں جو دینا اور آخرت کے درمیان ہے۔ اور وہاں آزاد ہیں، اُسی پوری زمین پر جہاں چاہتی ہیں آتی جاتی ہیں۔ یہ قول بھی قوی ہے۔ اس لیے آخرت میں بھی نہیں گئیں بلکہ دینا اور آخرت کے درمیان مومنوں کی روحیں وسیع برزخ میں ہیں۔ (کتاب الروح مترجم، ۱۳۱)

چوں کہ بعد کی عبارت سے یہ ثابت ہوتا تھا کہ روحیں اس دینا میں نہیں آتیں بلکہ برزخ میں چلتی پھرتی ہیں۔ اور مکی مالکی صاحب یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ روحیں اس دنیا میں آتی ہیں اور مجالس خیر میں تشریف لاتی ہیں۔

اس لیے انہوں نے مابعد کی عبارت کو نظر انداز کر دیا۔ فرمایئے! کیا یہ علمی خیانت نہیں ہے۔

(۲) مترجم ''حول الاحتفال بالمولد نبی الشریف'' نے

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے ارشاد کا ترجمہ غلط لکھا ہے۔ انہوں نے ''الارض'' کے لفظ سے بجائے برزخ کی زمین کے اس دینا کی زمین مراد لی اور ترجمہ یوں لکھ دیا کہ زمین میں دفن ہو کر مسلمانوں کی روحیں حالت برزخ میں ہیں۔ اور مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری نے بھی براہینِ قاطعہ میں مولانا عبدالسمیع صاحب رام پوری کے جواب میں برزخ من الارض سے مراد برزخ کی زمین لی ہے، نہ کہ اس دنیا کی۔ (ملاحظہ ہو ماہنامہ حق چار یار ماہِ جنوری، ص۳۶، ۱۹۹۵ء)

یہی اہل السنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔

محمد بن علوی مکی مالکی کٹر بریلوی ہیں

مولانا محمد بن علوی مکی مالکی موصوف کی تصانیف ''الاحتفال بالمولد النبوی الشریف'' اور زیرِ بحث کتاب ''اصلاح مفاہیم'' کے مطالعہ سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ موصوف بریلوی مسلک کے عالم ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حول الاحتفال کا ترجمہ بھی ''میلادِ مصطفیٰ'' کے نام سے ایک بریلوی عالم نے لکھا ہے۔ اور اس کتاب کی اشاعت بھی بریلوی مسلک والوں نے کی ہے۔ اسی طرح ان کی بعض دوسرے تصانیف کا ترجمہ بھی بریلوی علماء نے کیا ہے۔

(۲) لیکن بریلوی مسلک کے ماہنامہ ''جہانِ رضا'' فروری ۱۹۹۲ء کے

مطالعہ سے تو اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ آپ کٹر بریلوی عالم ہیں۔

چناں چہ اس شمارہ کے ص ۲۶ پر حسبِ ذیل عنوان سے مولانا مکی مالکی کے حالات بیان کیے گئے ہیں۔

"خانوادۂ بریلی کا ایک عرب مفکر فضیلۃ الشیخ پروفیسر ڈاکٹر محمد علوی الحسن المالکی مد ظلہ"

از جناب مفتی محمد خان صاحب قادری مد ظلہ العالی:

لکھتے ہیں:

آپ کا اسمِ گرامی محمد والد کا علوی اور دادا کا نام عباس ہے۔ مفتی اعظم ہند شاہ مصطفیٰ رضا خان رحمہ اللہ کے خلفاء سے تھے۔ اور آپ خلیفہ اعلیٰ حضرت، خطیب مدینہ مولانا ضیاء الدین مدنی قادری رحمہ اللہ کے خلیفہ ہیں۔

......الخ (ماہنامہ جہانِ رضا لاہور فروری ۱۹۹۲ء، ص ۲۶)

(۳) مکی مالکی خود لکھتے ہیں:

جن لوگوں سے میں نے سند حدیث حاصل کی ہے ان میں ایک معمر ترین بزرگ جن کی عمر سو سال سے زائد ہے، مولانا ضیاء الدین قادری ہیں۔ ان کی سند نہایت اعلیٰ و افضل ہے۔ انہوں نے جن بزرگوں سے روایت کی ہے ان میں ہندوستان کی مشہور شخصیت مولانا احمد رضا خان

صاحب بریلوی قدس سرہٗ ہے۔[1]

مندرجہ بالا حالات و واقعات سے واقف ہونے کے بعد تو یقین کرنا پڑتا ہے مولانا محمد بن علوی مکی مالکی صاحب فنافی البریلویت ہیں۔[2]

قول فیصل مولانا قاضی مظہر حسین صاحب لکھتے ہیں:

ہم دیوبندی بریلوی تنازع کو بڑھانا نہیں چاہتے۔ لیکن جب کوئی مسئلہ درپیش آئے تو اس کو ہم اکابر علمائے دیوبند کی تحقیق کے مطابق حل کریں گے۔ ہم ان حضرات اکابر علماء دیوبند کو حضرات خاندانِ ولی الٰہی کے بعد مذہب اہل السنت والجماعت کا ترجمان اور وارث تسلیم کرتے ہیں۔ اب آپ حضرات دو کشتیوں میں پاؤں نہ لٹکائیں، حق واضح ہے۔ ہم آپ حضرات کو اس وقت تک سابق دیوبندی قرار دیتے رہیں گے جب تک آپ مولانا محمد بن علوی مکی مالکی موصوف کی کتاب "مفاہیم" اور "حول الاحتفال بالمولود النبی الشریف" سے صاف طور پر براءت کا اعلان نہیں کرتے۔ وَمَا علینا الا البلاغ

خادم اہل سنت مظہر حسین غفرلہٗ

۲۶ شعبان ۱۴۱۵ھ[3]

---

[1] ماہنامہ جہانِ رضا لاہور فروری ۱۹۹۲ء، ص ۲۷

[2] ماہنامہ حق چاریار فروری ۱۹۹۵ء، مولانا قاضی مظہر حسین صاحب

[3] مطبوعہ ماہنامہ حق چاریار لاہور فروری ۱۹۹۵ء

مکتوب 1 راقم الحروف بنام مولانا حکیم مسعود الرحمٰن صاحب ٹیکسلا

از چکوال

۲۱ صفر المظفر ۱۴۴۰ھ ۱۳۱ اکتوبر ۲۰۱۷ء

بروز بدھ صبح ۸ بجے

جناب حضرت مولانا حکیم مسعود الرحمٰن صاحب مدظلہ

السلامُ علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہم سب اہل السنت والجماعت کو اپنی رضا نصیب کریں۔ آمین

گزشتہ دنوں آپ کی تصنیف "تحفظ عقائدِ مشائخ دیوبند" بسلسلہ دفاع حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت صوفی محمد اقبال مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ"

کسی ساتھی نے مطالعہ کے لیے عطا فرمائی۔

آپ کی ملاقات تو غالباً ۱۹۹۲ء میں حضرت صوفی محمد اقبال صاحب مرحوم رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ مدینہ شریف ان کے مکان پر ہوئی تھی۔ اور کم و بیش ۱۰ روز بندہ بھی حضرت صوفی محمد اقبال صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مکان پر حاضری دیتا رہا۔ بندہ بھی ان دنوں عمرہ پر گیا ہوا تھا اور اس طرح خانقاہ میں اور بھی بہت سے بزرگوں کی زیارت بھی ہوئی تھی۔ بندہ نے ۱۶ جنوری ۱۹۷۰ء مطابق ۶ ذیقعدہ ۱۳۸۹ھ بروز جمعۃ المبارک جامع مسجد زکریا راولپنڈی میں حاضر ہو کر شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب

سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی تھی۔ اور چونکہ حضرت صوفی محمد اقبال صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کے خادم تھے اور آپ کے خلفاء سے تھے اس لئے اُن سے عقیدت اور محبت تھی اس لئے دورانِ قیام مدینہ منورہ اُن کی خانقاہ میں حاضر ہوتا رہا اور مجلس "ذکر بالجہر" کی کیفیت اپنی آنکھوں سے دیکھتا رہا۔ اور حضرت صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوکر آپ کے ارشادات سنتا رہا، اللہ تعالیٰ اپنی رضا نصیب کریں اور ہر قسم کے فتنوں سے محفوظ رکھیں۔ آمین

(۲) آپ کی تصنیف "تحفظِ عقائدِ مشائخ دیوبند" کے مطالعہ سے خلاصہ یہ معلوم ہوا کہ جیسے کتاب "تحفظِ عقائدِ اہلِ سنت" کے مصنف مولانا عبد الرحیم چاریاری صاحب مدظلہٗ نے مختلف حضرات کی تحریرات سے اکابر علمائے دیوبند کا مسلک و طرزِ عمل بیان کیا ہے۔ اور دلائل سے ان کو ترجیح دی ہے۔

آپ نے بھی اپنی تصنیف "تحفظِ عقائدِ مشائخ دیوبند" میں اپنے اکابرین خصوصاً حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ اور آپ کے ملفوظات سے ہی حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک و مشرب اور طرزِ عمل کی کچھ اور تفصیلات پیش کی ہیں اور اپنے دلائل کو ترجیح دی ہے۔

(۳) آپ نے حضرت صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصیت نامہ سے جو اقتباس نقل کیا ہے بہت مفید ہے جس میں حضرت صوفی محمد اقبال صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے صاف صاف اپنا مسلک تحریر کر دیا ہے۔ آپ کی تحریر کے مطابق:

خادم اہلسنت عبدالوحید حنفی

"وصیت نامہ کا خلاصہ یہ ہے کہ ہمیں آپ بزرگوں کو اپنا محسن سمجھنا چاہیے۔

جن بزرگوں نے ۳۰، ۴۰ سال ایک ہی طرز پر کام کیا ہو اور بریلوی عوام کی شرک وکفر کی خوفناک باتیں ان کے سامنے آچکی ہوں وہ کیسے نرمی کو جلدی سے برداشت کرلیں گے۔"۔۔۔۔ تین سال پہلے کا مفصل وصیت نامہ اگر نہ ہو تو اس کی کاپی پیش کردیں گے۔ اس میں یہ بات بھی ہے کہ سب کے باوجود ہم یہ بھی دعویٰ نہیں کرتے کہ ہمارا طرزِ عمل کوئی وحی ہے۔ اگر ہم پر غلطی واضح ہوگی تو ہم توبہ کرلیں گے ابھی تو ہر طرح سے بہت فائدہ نظر آرہا ہے"۔

واللہ الموفق

محمد اقبال

۱۴ ربیع الثانی ۱۴۱۹ھ مطابق ۷ ۲ جون ۱۹۹۸ء

وصیت نامہ کا خلاصہ پیش کرتے ہوئے حضرت صوفی اقبال صاحب نے اپنے انتقال ۶ ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ مطابق ۲۰ جولائی ۱۹۹۹ء سے قبل جو یہ مکتوب بنام مفتی عبد الستار صاحب رحمہ اللہ تحریر کیا ہے اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حضرت صوفی محمد اقبال صاحب آخری سانس تک اسی موقف پر قائم رہے۔ "اہلِ بدعت" سے نرمی والا معاملہ شریعت کی روشنی میں دیکھنے کے ہم اہل السنت والجماعت مکلف ہیں۔ تقابل آرائ میں صرف یہ دیکھنا ہوتا ہے کہ اکابر کی آراؤں میں کونسی رائے شریعت

خادم اہلسنت حافظ عبد الوحید الحنفی

کے حکم کے مطابق ہے اور زیادہ بہتر ہے اُس رائے پر چل کر ان شاء اللہ رضائے الٰہی کو حاصل کر سکتے ہیں۔

جتنے بھی مذاہب اور فرقے ہیں شروع میں تو اکثر صراطِ مستقیم پر چل رہے تھے چلتے چلتے راستے میں شیطان کے وسوسہ سے کسی ایک کو کسی مسئلہ میں اختلافِ رائے ہوا پھر اگر اختلافِ رائے دور ہو گیا تو صراطِ مستقیم پر اکٹھے اور متفق ہو کر سب چلتے رہے۔ لیکن جو افراد اختلافِ رائے میں اپنی رائے پر اَڑ گئے اور پھر جدا جدا راستوں پر "اپنے آپ کو حق پر سمجھتے ہوئے" چل پڑے تو نتیجہ یہ ہوا کہ "صراطِ مستقیم" سے کٹ کر، جدا جدا راستوں پر چل کر، اپنے نظریہ کی بنا پر جدا جدا فرقے بن گئے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو فتنوں سے محفوظ رکھیں (آمین)

چنانچہ آپ نے اپنی اس تصنیف "تحفظِ عقائدِ مشائخ دیوبند" میں لکھا ہے:

اشکالات اور ان کی وضاحتیں

(حضرت صوفی محمد اقبال صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وصیت نامہ)

"رسالہ صاف صاف باتیں" کی وجہ تالیف یہ ہوئی کہ پاکستان میں حضرت اقدس (صوفی محمد اقبال صاحب رحمۃ اللہ علیہ) کے ایک متوسل و مجاز کی مسجد و خانقاہ کے متعلقین کی بعض خلافِ واقعہ باتیں کسی نے حضرت حکیم الامت (مولانا اشرف علی صاحب) تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلے کے مدینہ پاک میں موجود ایک بزرگ حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب مرحوم

کو بتائیں۔ حضرت ڈاکٹر صاحب کا حضرت (صوفی محمد اقبال صاحب) سے بہت قریبی تعلق تھا اور تقریباً ہر ہفتہ ملاقات کے لئے تشریف لایا کرتے تھے۔

تو حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب مرحوم نے ایسی ہی ایک ملاقات پر وہ باتیں حضرت (صوفی محمد اقبال صاحب رحمہ اللہ) کو بتا کر فرمایا کہ آپ ان کی وضاحت کر دیں جیسا کہ رسالہ (صاف صاف باتیں) کی ابتدائی سطور سے واضح ہے۔"

پھر حضرت اقدس صوفی محمد اقبال رحمہ اللہ نے اپنے متعلقین کو بطورِ وصیت و نصیحت کچھ باتیں ارشاد فرمائیں اور اپنے عقائد و نظریات اور طرزِ عمل کی وضاحت فرمائی اور اسی ضمن میں حضرت شیخ (مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ) سے اپنے انتہائی قریبی اور آپ کی اتباع و تقلید میں اپنا جامد مقلد ہونا تحریر فرمایا اور اس انتہائی واضح اور بہت آسان اور بے غبار وصیت نما تحریر کو بعض حضرات نے حضرت اقدس (مولانا صوفی محمد اقبال صاحب رحمہ اللہ) کے رجوع سے تعبیر فرمایا جو کہ ہمارے نزدیک بالکل خلافِ واقعہ بات ہے۔

حضرت اقدس (مولانا صوفی محمد اقبال صاحب رحمہ اللہ) کے عقائد و طرزِ عمل میں کسی دور میں بھی نہ تو کوئی خلل واقع ہوا نہ ہی کوئی تغیر جس سے رجوع کرنے کی نوبت آتی۔ لفظ برأت سے حضرت اقدس (مولانا صوفی محمد اقبال صاحب رحمہ اللہ) کا آئندہ یا موجودہ اپنے کسی متعلق و متوسل

کے کسی خلاف شرع کام سے برأت کا اظہار ہے۔ نہ کہ اپنے کسی سابقہ عمل سے جو عبارتِ رسالہ سے با آسانی سمجھ آسکتا ہے۔[1]

(۳) آپ نے لکھا ہے: ایک بار پھر قوّت کے ساتھ واضح اور دوٹوک الفاظ میں عرض ہے کہ اس ساری تحریر کا ہرگز یہ مقصد نہیں کہ اہلِ بدعت جو خرافات، بدعات اور غلط اعمال وافعال کرتے ہیں۔ ہم ان کی تائید کر رہے ہیں۔

نا ہی اہلِ حق حضرات علمائے دیوبند کے متبعین کو ان کی دعوت دے رہے ہیں کہ یہ بدعات وخرافات شروع کر دیں۔[2]

(۳) آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ: گذارش صرف یہ ہے کہ بعض رسومات و بدعات کے مرتکبین کو یقینی مشرک وبدعتی قرار دینے کی بجائے حسن ظن سے کام لیا جائے اور نرمی سے سمجھایا جائے لیکن جو شخص اس کے بعد بھی غلط عقیدہ پر مصر ہو کر ان اعمال کو کرتا ہو اس کو ضرور حسب خرابی عقیدہ مشرک فاسق بدعتی جو بھی کہا جائے وہ ہر لحاظ سے درست ہے۔[3]

تبصرہ آپ نے یہ بات درست کہی ہے۔ "تحفظ عقائدِ اہلِ سنت" کے مصنف مولانا عبد الرحیم صاحب اور دوسرے اکابر علمائے دیوبند کا

---

[1] تحفظ عقائد مشائخ دیوبند۔ مولانا حکیم مسعود الرحمٰن ص ۹۰

[2] ایضاً تحفظ عقائدِ مشائخ دیوبند ص ۹۲ مؤلفہ حکیم مسعود الرحمٰن خانقاہ اقبالیہ ٹیکسلا

[3] ایضاً تحفظ عقائدِ مشائخ دیوبند ص ۹۴

خادم اہلسنت عبد الوحید الحنفی

بھی یہی طرزِ عمل اور موقف ہے۔

(۴) پھر آپ نے حضرت صوفی محمد اقبال صاحب مرحوم رحمہ اللہ کا وصیت نامہ "صاف صاف باتیں" کے اقتباسات درج کر کے وضاحت کی ہے کہ حضرت صوفی صاحب کا یہ عقیدہ اور نظریہ تھا جس میں حضرت صوفی محمد اقبال صاحب رحمہ اللہ نے وصیت کرتے ہوئے کہا:

اہم امور

ہمارے موجودہ بہت آسان لیکن بہت اہم کام جس کو شیخ (محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ) نے مرض الموت میں اختیار کیا، میں کسی قسم کی بدعت اور شرک کا طرز اختیار نہ کرے اگر کسی نے ایسا کام کیا تو ہم اس سے برأت کا اظہار کرتے ہیں۔"[1]

(۲) کام کے پھیلاؤ کے شوق میں کوئی خلاف شرع طریقہ اختیار نہ کرے اس سے بھی ہم بری ہیں، اسی طرح ذکر و شغل کی مجلس کر کے اس کی آڑ میں لوگوں کا مال کھائے اور صفائی معاملات کی پرواہ نہ کرے ایسی مجالس سے بھی برأت کرتے ہیں۔

(۳) اور ان رسومات جو اولیاء اللہ کے ہاں رائج رہی ہیں۔ اگر کوئی صحیح عقیدہ کے ساتھ کرتا ہو تو اس کو بدعت شرک قرار نہیں دیتے لیکن خود صحیح عقیدہ کے ساتھ بھی ان رسومات کو نہیں کرتے"۔

(۴) بہر حال ہم جو سمجھے اس کو وحی نہیں کہتے ممکن ہے کہیں غلطی ہو

---

[1] رسالہ "صاف صاف باتیں"۔ وتحفظ عقائدِ مشائخ دیوبند ص ۹۸

جائے۔[1]

(۵) رجوع چنانچہ ایک مسئلہ میں وقت کی ضرورت کے لحاظ سے حضرت شیخ (محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ) کے طرزِ عمل میں تھوڑا تغیر کرنے کا خیال آیا۔

جس پر حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ایک دفعہ عمل کیا تھا اور بعض دوستوں نے اس خیال کی تائید بھی کی لیکن ایک دوست نے فرمایا کہ:

"اپنے اصول سے نہ ہٹو بلکہ حضرت شیخ (محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ) ہی کے طرزِ عمل کو اپنائے رکھو چنانچہ اسے چھوڑ دیا۔"[1]

(٦) اس لئے میں کہتا ہوں کہ ہمارا کوئی کام یا خیال حضرت شیخ (محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ) کے مزاج کے خلاف نہیں بلکہ ان کے خیالات کے عین مطابق ہے اور میں ان کا جامد مقلد ہوں۔ لاعلمی میں میرا کوئی خیال یا تحریر یا کوئی لفظ بھی ان کی تحقیق یا مزاج کے خلاف ہو تو وہ ناقابل التفات اور مردود ہے۔"[2]

تبصرہ

حضرت صوفی محمد اقبال صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کے مطابق وہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے جامد مقلد تھے۔

---

[1] رسالہ "صاف صاف باتیں" بحوالہ۔ تحفظ عقائدِ مشائخ دیوبند ص ۹۹

[2] "صاف صاف باتیں" بحوالہ۔ تحفظ عقائدِ مشائخ دیوبند ص ۱۰۰

دیکھنا یہ ہے کہ کیا وہ اس وصیت پر آخری سانس تک قائم و دائم رہے اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کے مطابق عمل پیرا رہے یا انہوں اپنا طرزِ عمل بدل دیا اور ایک نئے رواج کو اختیار کر کے اپنا راستہ بدل لیا۔ تحفظ عقائدِ اہلِ سنت میں مولانا عبد الرحیم صاحب نے اسی پر روشنی ڈالی ہے۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے خط کے ذریعہ "مجالس ذکر بالجہر" کے بارے میں وضاحت چاہی تو آپ نے جواب میں جو فرمایا اس کے مطابق اگر سالکین کو ذکر کرنے کی تاکید کی جائے تو اس میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔

سوال

مخدوم مکرم جناب حضرت شیخ الحدیث صاحب زید مجدکم

السلامُ علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ مندرجہ ذیل سوالات کی وضاحت فرما کر جواب سے تشفی بخشیں، شیخ التفسیر حضرت مولانا۔۔۔۔ صاحب ہر جمعرات کو مجلس ذکر منعقد فرمایا کرتے تھے جو اَب بھی ان کے جانشین و صاحبزادے و دیگر خلفاء منعقد فرماتے ہیں۔ اس میں افضل الذکر لَا اِلٰہ اِلا اللہ "ذکر بالجہر جماعتی طور پر ہوتا ہے۔" کتاب و سنت کی روشنی میں مطلع فرمایئے کہ آیا یہ درست اور جائز ہے؟ بعض حضرات اس کو بدعت بتلاتے ہیں۔

جواب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ

نے خط کے جواب میں لکھا:

مکرم محترم۔ مدفیوضکم بعد سلام مسنون،

گرامی نامہ پہنچا۔ اس ناکارہ کو یہ تو معلوم نہیں کہ حضرت شیخ التفسیر رحمہ اللہ کے یہاں حلقہ کے ذکر کی کیا صورت ہے۔

لیکن اجتماعی ذکر میں بظاہر تو کوئی اشکال نہیں ہے۔ ایک جگہ جمع ہو کر اپنے اپنے معمولات کا ذکر کرتے رہیں یہ کئی نوع سے موجب تاثیر ہے لیکن حلقہ کے متعلق اپنے اکابر سے کچھ پسندیدگی کے الفاظ سننے میں نہیں آئے۔

اپنے ذہن میں ہمیشہ اس کی وجہ یہ رہی ہے کہ اس صورت میں ذکر کی طرف توجہ تام کے بجائے عوارض کی طرف توجہ زیادہ ہوتی ہے۔

وہاں آپ کے یہاں علماء حقہ اور مشائخ معتبر کثرت سے موجود ہیں وہ صورتِ حال سے بھی واقف ہوں گے۔ بندہ کے خیال میں ان کی طرف مراجعت مناسب ہوگی۔" والسلام

محمد زکریا

۱۰ ربیع الثانی ۱۳۸۴ھ

مطابق ۱۰ اگست ۱۹۶۴ء[1]

---

[1] تربیت السالکین ص ۶۱۰ مکتوبات شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ مؤلفہ ڈاکٹر محمد اسمٰعیل میمن

تبصرہ

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس جواب سے وضاحت ہو گئی کہ "اجتماعی ذکر میں بظاہر تو کوئی اشکال نہیں ہے۔" ایک جگہ جمع ہو کر اپنے اپنے معمولات کا ذکر کرتے رہیں یہ کئی نوع سے موجب تاثیر ہے لیکن "حلقہ" کے متعلق اپنے اکابر سے کچھ پسندیدگی کے الفاظ سننے میں نہیں آئے۔"

اس سے واضح معلوم ہو گیا کہ شیخ الحدیث صاحب "مجالس ذکر" میں اجتماعی ذکر بالجہر کے حق میں نہیں تھے انفرادی ذکر کی ہی تعلیم دے رہے ہیں۔ اب جو حضرات اس کے برعکس تداعی کے ساتھ مجالس ذکر بالجہر منعقد کر کے ذکر بالجہر کراتے اور کرتے ہیں کیا وہ حضرت شیخ الحدیث کے جامد مقلد رہے یا غیر مقلد بن گئے اور حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم کے مطابق انفرادی ذکر کرنے کا کہتے ہیں، اور ذکر بالجہر کی مجالس منعقد کرنے سے جو روکتے ہیں ان کے متعلق یہ کہا جا رہا ہے کہ نعوذ باللہ وہ ذکر اللہ کے خلاف سازشیں کر رہے ہیں یہ باتیں غلط ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

(۲) حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کی مجالس کے بارے میں ایک دوسرے سوال کے جواب میں حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی کو جو تحریر فرمایا وہ سوال وجواب غور سے پڑھیں۔

(۱)سوال

ایک چیز یہاں پیش آئی وہ وہی ہے جس سے سہارنپور میں احقر جان چراتا رہا اور حضرت والا اس کا اہتمام فرمانا چاہتے تھے اور احقر اس سے گھبراتا تھا۔ یعنی یہاں جماعت کے امیر صاحب نے "اہتمام ذکر" کی تجویز کی ہے۔ اور تقریباً ۲۶ آدمیوں نے اس کے لئے نام پیش کئے ہیں۔ مغرب کے بعد یہ لوگ ذکر کریں گے۔ ان کی تین جماعتیں بنادی گئی ہیں ہر جماعت ہفتہ میں دو روز ذکر کرے گی۔ ایک جماعت بعد مغرب اور دو جماعتیں بعد عشاء اس طرح ۶ روز مرکز میں برابر ذکر ہوا کرے گا اور ساتویں روز اجتماع کا ہے۔ اس روز اخیر سب میں یکجائی ذکر کریں گے۔ الخ

محمود غفی عنہ

مدرسہ جامع العلوم ٹپکاپور کانپور

۱۵ فروری ۱۹۷۴

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

(۱)جواب

دل تو یہ چاہتا ہے کہ یہ سلسلہ کسی طرح جاری ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ شانہٗ مدد فرمائے۔ اور خدا کرے کہ آپ ہی کے ذریعہ سے یہ سلسلہ چلے۔

اس کا لحاظ ضروری ہے کہ بدعتی صورت پیدا نہ ہو، مثلاً یہ کہ ایک حلقہ میں ایک نشست یعنی بالکل اجتماعی صورت یہاں بھی نہ ہو۔ مدرسہ

قدیم میں جیسے متفرق لوگ کرتے رہتے ہیں۔ اس میں مضائقہ نہیں۔

(۲) سوال

بغیر بیعت کے ذکر جہر مناسب ہے یا نہیں، سوم کلمہ، درود شریف، استغفار میں تو غالباً مضائقہ نہ ہو گا؟

(۲) جواب

مناسب نہیں۔

جہر سے نہ ہو۔

والسلام

زکریا مظاہر علوم

۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۴ھ۔ جون ۱۹۷۴ء

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید حنفی

حقیقت حال

اس صورتِ حال میں حقیقت حال تو بس اتنی ہے کہ محتاط حنفی فقہاء اور علماء اور اکابر علمائے دیوبند یہ چاہتے ہیں کہ ذکر اللہ کثرت سے کیا جائے لیکن بدعتی طرز پر مجالس ذکر اللہ کے نام سے تداعی کے ساتھ اجتماعی ذکر بالجہر کی چونکہ فقہ حنفی میں اجازت نہیں اس لئے مشائخ اپنی خانقاہوں میں سالکین کو انفرادی طور پر ذکرِ خفی کرنے کی ترغیب اور تعلیم دیں۔ تاکہ خلافِ سنت کوئی نیا کام شمار نہ ہو اور اہلِ بدعت سے بھی مشابہت نہ ہو۔

اس کے برعکس حضرت صوفی محمد اقبال صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے عقیدت مند مجالس ذکر اللہ تداعی کے ساتھ منعقد کر کے اجتماعی شکل میں ذکر بالجہر کراتے تھے اور ان کے خلفاء اب یہ معمول بنا کر اپنا ایک حلقہ قائم کر چکے ہیں، جس کی شاخیں تیزی سے اندرونِ ملک اور بیرونِ ملک علماء کو سلسلہ کی اجازت دے کر، اجتماعی شکل میں ذکر بالجہر کراتے ہیں۔ پھر اپنے سلسلہ کے مشائخ سے جگہ جگہ خانقاہیں قائم کرا کر "مجالسِ ذکر اللہ" کے نام سے "ذکر بالجہر" کی تقریبات منعقد کرا کے، ذکر کو پھیلانے میں سرگرم ہیں اور اب وہ یہ طرز ختم کرنے کے لیے کسی بھی صورت میں تیار نہیں۔ اور جو اس سے منع کرتے ہیں، اُن کی مخالفت کرتے ہیں۔

صوفی محمد اقبال صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت

صوفی محمد اقبال صاحب رحمۃ اللہ علیہ (المتوفیٰ ۶ ربیع الاوّل ۱۴۲۰ھ مطابق ۲۰ جولائی ۱۹۹۹ء) نے اپنے وصیت نامہ "صاف صاف باتیں" میں لکھ دیا ہے کہ:

(۱) میرے اوپر دو اور دو چار کی طرح بالکل واضح ہے کہ میرا طرزِ عمل ان کے عین مطابق ہے اور جس کو اس کا اعتبار نہیں یا اس سے اختلاف ہے تو اس کی ہمیں کوئی تشویش نہیں۔

(۲) ممتاز عالم دین جو عوام الناس کی حالت سے اپنے شیخ کی بہ نسبت زیادہ واقف ہو تو عوام کے فساد عقیدہ کے اندیشے کی بنیاد پر اپنے شیخ کے طرز کے خلاف طرزِ عمل اختیار کر سکتا ہے۔

(۳) اور اسی طرح مباح امور میں بھی اپنے شیخ کے مزاج کا اتباع کرنا ضروری نہیں۔

لیکن دینی لحاظ سے اگر شیخ کے اعمال شرک وبدعت والے ہوں یا وہ کسی گناہ پر مصر ہو تو ایسے شیخ میں دین کی خرابی ہے۔ جس سے بیعت ہونا ہی جائز نہیں اور اگر کوئی ناواقفیت سے بیعت ہو گیا تو اسے یہ بیعت توڑ دینی ضروری ہے۔[1]

خادم اہلسنّت حافظ عبد الوحید الحنفی

تبصرہ

محتاط علمائے اہلِ سنت والجماعت یہی کہتے ہیں کہ:

عام طور پر ابھی شیخ محمد علوی مالکی کے عقائد و نظریات منظرِ عام پر نہیں آئے تھے کہ اس دوران شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۲ شعبان ۱۴۰۲ھ مطابق ۲۵ مئی ۱۹۸۲ء کو وفات پا گئے۔

ان کی وفات کے بعد حضرت صوفی محمد اقبال صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ محمد بن علوی مالکی صاحب سے بیعت کی خواہش کی۔ جس کی تصدیق رسالہ

---

[1] تحفظ عقائدِ مشائخ دیوبند بحوالہ "صاف صاف باتیں"۔ ص ۱۰۱

تحفظِ عقائدِ مشائخ دیوبند میں ص ۲ پر تفصیلی تبصرہ کے ساتھ آپ نے بھی کی ہے چونکہ آپ بھی اُن کے خلفاء میں سے ہیں اور خانقاہ اقبالیہ کوچہ سید احمد شہید کوہستان کالونی۔جی ٹی روڈ ٹیکسلا میں قیام پذیر ہیں۔

چناں چہ آپ لکھتے ہیں:

"واقعہ یوں ہے کہ جب حضرت (صوفی محمد اقبال صاحب رحمۃ اللہ علیہ) نے شیخ محمد بن علوی مالکی مرحوم سے بیعت ہونے کی بات فرمائی تو انہوں نے بہت پرزور انداز میں اس کی نفی کرتے ہوئے کہا کہ توبہ توبہ میں آپ کو بیعت کروں یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اور بہت تواضع کے الفاظ اور حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں تعریفی کلمات کہے۔ اس پر اس مجلس میں موجود حضرت شیخ (محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ) کے ایک مجاز نے شیخ محمد بن علوی مالکی مرحوم سے فرمایا کہ آپ ان کو یعنی حضرت اقدس (صوفی محمد اقبال صاحب رحمۃ اللہ علیہ) کو اپنے سلسلہ کی اجازت دے دیں یہ بھی تو دخول سلسلہ کی ایک صورت ہے۔

جس پر شیخ محمد بن علوی مالکی مرحوم نے بہت خوشی کے ساتھ وفورِ جذبات میں کہا: کیوں نہیں میری طرف سے ان کو کئی بار اجازت ہے اور بہت خوشی کا اظہار کیا۔ ---- یہ سب تفصیل ہم خدام نے حضرت اقدس (صوفی محمد اقبال صاحب رحمۃ اللہ علیہ) سے سُنی اور یہی اصل واقعہ ہے۔"

اس دخول سلسلہ کو حضرت اقدس (صوفی محمد اقبال صاحب رحمۃ اللہ علیہ) نے

بیعت سے تعبیر فرمایا۔ جیسے حضرت کی تحریر میں تفصیل گزر چکی ہے۔

(۲) حضرت صوفی محمد اقبال صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک مکتوب میں اس بیعت کے بارے میں لکھتے ہیں:

> حضرت شیخ (محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ) نے ہمارے لیے جو تصوف کا نصاب مقرر کیا ہے اس میں "اکمال الشیم" بھی ہے جو "الحکم" کی شرح ہے اور "الحکم" حضرت شیخ عطاء اللہ اسکندری شاذلی قدس سرہٗ کی کتاب ہے۔ ہمارے خیال میں سلسلہ کے دخول سے سلسلہ کے اولیاء سے ربط ہو جاتا ہے اور اُن کی "ارواح" متوجہ ہوتی ہیں۔

چنانچہ الحمد للہ سلسلہ شاذلیہ سے ربط کے بعد "الحکم" پہلے سے زیادہ سمجھ آنے لگی۔ اور زیادہ لطف آنے لگا جس کی مجھے ضرورت تھی۔

اس طرح کی بیعت بالفرض اگر مجھے ایسے بزرگ روزانہ نئے نئے ملتے رہیں تو میں روزانہ ہی ایک "بیعت کرنے کو تیار ہوں"۔ حتیٰ کہ حضرت مہدی علیہ السلام کا ظہور ہو پھر ان کے ساتھ توحید مطلب کا ویسا ہی معاملہ کر لوں گا جیسا حضرت شیخ (محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ) کے ساتھ ان کی زندگی میں تھا۔ بہر حال مختصر یہ کہ "یہ میرا مسلک ہے۔ آپ حضرات کی ہمدردی کا شکریہ"[1]

---

[1] تحفظ عقائدِ مشائخ دیوبند ص ۳۔ مصنفہ حکیم مسعود الرحمٰن ٹیکسلا

تبصرہ

یہ اجازت والا معاملہ بھی اس دور کا ہے جب شیخ محمد بن علوی مالکی کی کتاب اصلاح مفاہیم کا پاکستان میں حضرت صوفی محمد اقبال صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر (ترجمہ کرا کر اس کو شائع) کرایا گیا تھا۔ جب علمائے کرام نے اس پر اشکالات کا اظہار فرمایا تو حضرت اقدس صوفی محمد اقبال صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خدام کو اس کی تقسیم و اشاعت سے منع فرما دیا۔ چنانچہ ایک ہی بار طبع ہونے کے بعد نہ تو دوبارہ طبع کی گئی نہ ہی تقسیم کی گئی۔

اس صورت میں ان کے عقیدت مندوں کا یہ کہنا ہے حضرت صوفی محمد اقبال صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن علوی مالکی کے اُن نظریات کو تسلیم نہیں کیا جو نزاع کا سبب بنے۔ یہ الگ بات ہے کہ انہوں نے ملکی مالکی کی بیعت توڑنے کا اعلان نہیں کیا جب کہ وصیت نامہ میں انہوں نے صاف صاف لکھا ہے کہ:

> دینی لحاظ سے اگر شیخ کے اعمال شرک و بدعت والے ہوں یا وہ کسی گناہ پر مصر ہو تو ایسے شیخ میں دین کی خرابی ہے۔ جس سے بیعت ہونا ہی جائز نہیں اور اگر کوئی ناواقفیت سے بیعت ہو گیا تو اسے یہ بیعت توڑ دینی ضروری ہے۔[1]

---

[1] تحفظ عقائدِ مشائخ دیوبند ص ۱۰۱ مصنفہ حکیم مسعود الرحمٰن ٹیکسلا

آخری گذارش

یہ ہے کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ کے فرمان کے مطابق اس سلسلہ کے جن مشائخ نے تداعی کے ساتھ مجالس ذکر بالجہر کا اہتمام اپنی اپنی خانقاہوں میں کیا ہوا ہے۔ وہ ختم کر کے مرشدی حضرت شیخ محمد زکریا صاحب نے جس طرح لکھا ہے کہ:

"اس کا لحاظ ضروری ہے کہ بدعتی صورت پیدا نہ ہو، مثلاً یہ کہ ایک حلقہ میں ایک نشست یعنی بالکل اجتماعی صورت یہاں بھی نہ ہو۔"

"ذکر جہر سے نہ ہو۔"[1]

(۲) حضرت شیخ مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے بھی لکھا ہے کہ:

حضرت خواجہ باقی اللہ رحمہ اللہ سے سنا ہے کہ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند علماء بخارا کو جمع کر کے حضرت امیر کلال قدس سرہٗ کی خانقاہ میں لے گئے تاکہ ان کو ذکر جہر سے منع کریں۔

علماء نے حضرت امیر کلال رحمہ اللہ کی خدمت میں عرض کیا کہ "ذکرِ جہر بدعت ہے نہ کیا کریں"۔

امیر کلال رحمہ اللہ نے جواب میں فرمایا کہ "بہت اچھا نہ کریں گے"۔[2]

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب سہارنپوری رحمہ اللہ کے خلفاء بھی یہی فرمادیں کہ ٹھیک ہے حضرت خواجہ نقشبند رحمہ اللہ کے فرمان

---

[1] تربیت السالکین مکتوبات حضرت شیخ الحدیث محمد زکریا صاحب

[2] مکتوبات مجدد ج ۱

کے مطابق بہت اچھا "ذکر بالجہر نہ کریں گے"۔

اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ کے فرمان کے مطابق اہتمامِ ذکر میں "اس کا لحاظ ضروری ہے کہ بدعتی صورت پیدا نہ ہو۔ اور ایک نشست یعنی بالکل اجتماعی صورت بھی نہ ہو گی اور ذکر جہر سے نہ ہو گا۔"

یہ صورت عین حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمہ اللہ کے فرمان کے مطابق ہے۔ اس سے اختلاف بھی دونوں کی آراء میں دور ہو جائے گا اور بدعات اور رسومات سے بھی جو ہمارے سلسلوں میں داخل ہونے کی کوشش کر رہی ہیں وہ داخل آئندہ ہونا بند ہو جائیں گی اگر یہ صورت مفید ہو تو اپنی رائے سے مطلع فرمائیں۔

امید ہے کہ اپنے جواب سے محروم نہیں کریں گے۔ والسلام

خادم اہل سنت

عبد الوحید الحنفی چکوال

۲۱ صفر المظفر ۱۴۴۰ھ مطابق ۳۱ اکتوبر ۲۰۱۸ء

جوابی مکتوب مولانا حکیم مسعود الرحمٰن صاحب بنام راقم الحروف

بسم اللہ و الحمد للہ و الصلوٰۃ و السلام علی رسول اللہ

محترم و مکرم جناب حضرت مولانا عبد الوحید حنفی صاحب زید مجدکم

السلامُ علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ‘

اللہ پاک کے فضل و کرم سے امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے، جناب کا گرامی نامہ (مع کتاب) بروز منگل ۲۷ صفر المظفر کو عصر کے بعد خانقاہ میں موصول ہوا، پڑھ کر خوشی ہوئی کہ آنجناب نے بندہ کی مختصر کتاب یا رسالہ پر تفصیلی تبصرہ کی زحمت فرمائی (اگرچہ کافی تاخیر سے) جزاک اللہ جناب نے بنیادی طور پر دو امور کی وضاحت کے بارے میں توجہ دلائی، ایک شیخ محمد بن علوی مالکی مرحوم سے بیعت یا تعلق کا معاملہ اور دوسرا مجالس ذکر جہر اور ان کے لئے تداعی، بندہ نے اپنی تحریر (تحفظ عقائد مشائخ دیوبند) میں اپنی طرف سے ان دونوں امور کی ممکن حد تک وضاحت کر دی تھی دوبارہ عرض ہے کہ جیسا کہ بندہ نے لکھا تھا کہ ایک تو ہاتھ میں ہاتھ دے کر بیعت ہوئی نہیں، شیخ مالکی مرحوم نے سلسلہ شاذلیہ میں خلافت دی جس کو حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے بیعت سے تعبیر فرمایا، اور بیعت کی مختلف قسمیں ذکر کرنے کے بعد اس خلافت یا بیعت کی نوعیت بھی بہت واضح الفاظ میں بیان فرمائی کہ صرف سلسلہ شاذلیہ سے ربط اور وہ بھی اپنے شیخ رحمۃ اللہ کے حکم کی تعمیل میں

اکمال الشیم کے زیادہ بہتر سمجھنے کے لئے، اور پھر آگے مزید تحریر فرمایا کہ ایسی حصول برکت یا اپنے حقیقی شیخ رحمۃ اللہ کے حکم کی تعمیل میں ہر روز نئی بیعت کے لئے تیار ہوں، یہاں تک کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام کا اگر ظہور ہو تو ان سے پھر حقیقی شیخ کی حیثیت سے بیعت کر کے توحید مطلب کا اپنے پہلے شیخ حقیقی یعنی حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی طرح والا تعلق قائم کرلوں گا۔ حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی تحریر جو بندہ نے نقل کی اس کو دوبارہ بغور مطالعہ فرمائیں اور بندہ نے اس کے بعد جو مختصر تحریر لکھی اس کے بعد تو بندہ کے نزدیک کوئی اشکال نہیں رہتا۔

اور شیخ مالکی مرحوم کے عقائد و نظریات سے متعلق بھی بندہ نے وضاحت کر دی تھی اپنی تحریر میں۔ نہ ہی اس اجازت و خلافت کے بعد حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا طرزِ عمل بدلا نہ کوئی نیا رواج اختیار کر کے اپنا راستہ بدلا۔ بندہ نے اپنی تحریر میں یہ سوال بھی پوچھا تھا کہ اگر اس خلافت کے بعد خدانخواستہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے طرزِ عمل یا اتباع میں حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے کوئی تبدیلی ہوئی تو اس کی کوئی مثال بتائی جائے؟ بندہ اپنی کتاب مختلف جگہ نشان زدہ کر کے دوبارہ جناب کی خدمت میں پیش کر رہا ہے۔ آنجناب سے گذارش ہے کہ بندہ کی تحریر دوبارہ بنظر غایر مطالعہ فرمائیں ان شاء اللہ مکمل وضاحت ہو جائے گی۔

دوسرا مجالس ذکر اور تداعی:

اس عنوان پر بھی بندہ نے اپنی بساط کے مطابق بہت تفصیل سے

عرض کیا تھا کہ نفس جہر کے حدیث پاک سے ثبوت کے بعد موانع (نائم، مصلی، قاری) کی عدم موجودگی کے بعد بطور تدبیر و بغرض علاج انفرادی واجتماعی ذکر جہر کی ممانعت کی وجہ نہیں اور حصول ایمان وتزکیہ کا ابتدائی درجہ جو فرض عین ہے اس کے لئے تداعی کیسے ناجائز ہو سکتی ہے؟ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کی تحریر بھی بندہ نے اس فرضیت کے بارے میں نقل کی تھی علماء احناف نے صرف نوافل کی جماعت کے لئے تداعی کو منع فرمایا اور اس کی وجوہات میں سے ایک وجہ یہ بیان فرمائی کہ نفل نماز فرض کے مشابہ ہو جائے جس سے فرض کی اہمیت میں کمی آنے کا اندیشہ ہو۔ یہ بھی عرض کیا تھا کہ اہل حق حضرات علماء دیوبند کے اکابرین رحمہم اللہ سے لے کر آج تک علماء دیوبند کی دین اسلام کے مختلف شعبوں میں کام کرنے والی جماعتیں، جمعیتیں تنظیمیں مختلف مقاصد کے لئے تداعی کی کئی صورتیں اختیار کرتی ہیں اور اُن کو کوئی بدعت نہیں کہتا نہ اس پہ نکیر ہوتی ہے۔ شاید ہی کوئی مہینہ یا ہفتہ خالی گزرتا ہو جس میں علماء دیوبند کی کسی جماعت تنظیم کی جانب سے کسی اجتماع (محفل حمد و نعت، محفل حسن قرأت، سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم سیرت صحابہ رضی اللہ عنہم، مدارس کے مختلف اجتماعات حتیٰ کہ ۱۹۷۴ء سے اب تک یوم ختم نبوت) جیسے اجتماعات کے لئے ملکی اور بین الاقوامی سطح پر تداعی کی ممکن حد تک تمام صورتیں اختیار نہ کی جاتی ہوں؟ تو جب یہ سب جائز ہیں اور ان کی انتہائی وسیع پیمانے پر تداعی کے باوجود کسی جانب سے کبھی

خادم اہلسنت عبدالوحید

نکیر نہیں کی گئی تو حصول ایمان جو تصوف کا مقصدِ اصلی اور فرض عین ہے اس کے لئے تداعی کیسے ناجائز قرار دی جاسکتی ہے؟ اور بندہ نے یہ بھی لکھا تھا کہ مجالس ذکر کے جو فضائل وترغیبات احادیث صحیحہ صریحہ میں وارد ہیں ان کا حصول بغیر تداعی کیسے ممکن ہے؟

جب کہ ذکر اللہ مامور بہ ہے اور قرآن پاک اور احادیث مبارکہ میں ذکر اللہ کی کثرت کا حکم انتہائی واضح موجود ہے اور مجالس ذکر اللہ کے فضائل وترغیبات مختلف انداز سے احادیث صحیحہ میں بکثرت موجود ہیں اور مجالس ذکر میں شمولیت کا حکم متعدد احادیث میں آیا ہے تو ان فضائل کا حصول اور ان احکامات کی تعمیل بغیر تداعی کے کیسے ممکن ہے؟

حضرت شیخ رحمہ اللہ کی جو تحریرات مجالس ذکر کے بارے میں آنجناب نے نقل فرمائیں وہ محترم جناب مولانا عبد الرحیم چاریاری صاحب نے بھی اپنی کتاب میں نقل فرمائیں تھیں بندہ نے اس کے جواب میں حضرت شیخ رحمہ اللہ کی آپ بیتی شریف کی مختلف عبارتیں نقل کیں جس میں حضرت شیخ رحمہ اللہ کی طرف سے مجالس ذکر کی انتہائی پسندیدگی اور ان کے لئے کوشش پر اپنی خوشی کا اظہار بہت واضح تھا، الحمد للہ بندہ حضرت شیخ رحمہ اللہ کے فیصل آباد رمضان میں آخری عشرے کے مسنون اعتکاف میں شامل تھا اور وہاں ہی حضرت شیخ رحمہ اللہ سے بیعت کی سعادت بھی نصیب ہوئی، وہاں کئی سو کے مجمع میں بعد نمازِ ظہر روزانہ ایک ہی جگہ یعنی مسجد میں مجلس ذکر بالجہر ہوتی تھی سب اپنا اپنا ذکر جہر کرتے تھے جس کا

بہت تفصیلی بیان شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بینات میں شائع شدہ اپنے مضمون میں فرمایا تھا جو کئی دیگر دینی رسائل میں شائع ہو چکا، اسی طرح حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال مبارک سے قبل آخری رمضان المبارک کے اجتماعی اعتکاف (ساؤتھ افریقہ) میں پورا ماہِ مبارک بعد ظہر ایک ہی نشست یعنی مسجد میں سینکڑوں حضرات اپنا اپنا ذکر بالجہر کرتے تھے، اور آخری عشرہ میں تو معتکفین کی تعداد دو ہزار سے بھی زائد ہو گئی تھی۔ اور اس کے بعد وصال تک مدینہ پاک میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں مدرسہ علوم شرعیہ میں فجر بعد مجلس ذکر بالجہر پورے اہتمام کے ساتھ ہوتی تھی جس کے عینی شاہدین شرکاء حضرات میں بڑے بڑے حضرات مفتیان کرام اور علماء بھی تھے جن میں سے الحمد للہ کئی حضرات اس وقت حیات ہیں (حجاز مقدس، پاکستان، ہندوستان، انگلینڈ و افریقہ وغیرہ)۔ اور حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد آپ کے صاحبزادہ و جانشین حضرت مولانا محمد طلحہ دامت برکاتہم اور آپ کے نواسۂ گرامی قدر حضرت مولانا محمد شاہد سہارنپوری دامت برکاتہم کے ہاں آج تک سہارنپور کے قیام مبارک کے دوران کچا گھر (مکان حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ) اور مدرسہ مظاہر العلوم میں فجر کے بعد مستقل مجلس ذکر بالجہر کا اہتمام آج تک جاری ہے اور اسی طرح حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء کرام دامت برکاتہم کے ہاں بھی مستقلاً مجلس ذکر بالجہر کا اہتمام (روزانہ، ہفتہ وار، ماہانہ) پاکستان، ہندوستان، امریکہ، کینیڈا، انگلینڈ

وغیرہ مختلف ممالک میں جاری ہے جو اہلِ علم اور باخبر حضرات سے مخفی نہیں۔ اسی طرح جمادی الثانی ۱۴۳۵ھ میں پاکستان کے جید علماء کرام اور مشائخ عظام مدارس دینیہ کے مہتمم و سرپرست حضرات اور اہل حق خانقاہوں کے مسند نشین حضرات مشائخ پر مشتمل ایک عظیم قافلہ دارالعلوم دیوبند گیا۔ واپسی پر مختلف حضرات نے اپنے تاثرات وجذبات مختلف دینی جرائد میں شائع فرمائے۔ اس میں دارالعلوم کی مشہور ''مسجد چھتہ'' میں فجر کے بعد ایک ہی حال میں سب اکابرین نے ذکر بالجہر کی مجلس میں شرکت فرمائی اور مہتمم دارالعلوم حضرت مولانا نعمانی صاحب اور حضرت مولانا ارشد مدنی دامت برکاتہما کی اس روزانہ کی مجلس میں اکثر شرکت کا ذکر بھی سب حضرات نے اپنی تحریرات میں فرمایا۔ آواز ملا کر ذکر جہر ہمارے حضرت رحمۃ اللہ کی حیات مبارکہ میں آپ کی مجالس میں کبھی نہیں ہوا، نہ آپ کے متعلقین کے ہاں ہوا، اور جو حضرات سلسلہ عالیہ قادریہ راشدیہ میں مجاز ہیں وہ اپنے مشائخ کے تلقین کردہ طریقہ کے مطابق اگر آواز ملا کر ذکر کرتے ہیں تو ظاہر ہے کہ اس کو بطور تدبیر و علاج ہونے کی وجہ سے غلط نہیں قرار دیا جا سکتا، جیسا کہ دینِ اسلام کے مختلف شعبوں میں وقت کی ضرورت کے لحاظ سے شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے کتنے اسباب و ذرائع نئے اختیار کیے گئے اور کیے جا رہے ہیں جو احداث للدین ہیں اور جائز ہیں، اسی طرح اجتماعی ذکر، آواز ملا کر اہلِ حق حضرات مشائخ نے اگر بطور تدبیر و علاج شروع

کرایا تھا تو وہ بھی غلط نہیں ہو سکتا۔ اس بارے میں بھی بندہ کی تحریر میں امکانی حد تک وضاحت کر دی گئی تھی، اگرچہ ہمارے حضرت کے سلسلہ میں آواز ملا کر ذکر نہ کبھی ہوا اور نہ اب ہو رہا ہے اور حضرات نقشبندیہ میں بھی پہلے جہر مروج رہا اور بعد میں خفی شروع ہوا اور ان کا اس کو بدعت کہنا اختلاف ذوق و مشرب کی وجہ سے ہے۔ جیسا کہ احناف و شوافع اور دوسرے مسالک کے درمیان متعدد مسائل میں اس طرز کا اختلاف موجود ہے جو اہل علم پر مخفی نہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت و خلافت سے قبل اپنے والد ماجد حضرت مخدوم عبد الاحد رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلہ چشتیہ قادریہ سہروردیہ میں مجاز تھے اور ذکر جہر بطریق چشتیہ کرتے تھے اور ان کے والد ماجد تو وصال تک ان تینوں سلاسل میں مجاز رہے اور ذکر کرتے رہے۔ بندہ کے خیال میں تحفظ عقائد کی کتاب اور اس مزید توضیح کے بعد کوئی اشکال نہیں رہتا۔ آخر میں یہ ضروری وضاحت عرضِ خدمت ہے کہ آنجناب کا یہ فرمان ”کہ سب حضرات اپنے متعلقین کو خانقاہوں میں انفرادی ذکر خفی کی ترغیب و تعلیم دیں“ یہ سلسلہ عالیہ چشتیہ اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی بنیادی تعلیمات اور طریق علاج سے آنجناب کی توجہ عالی نہ ہونے کی وجہ سے ہے، جیسا کہ بدنی علاج کی علاج بالمثل اور علاج بالضد وغیرہ قسمیں ہیں، آنجناب کا فرمان علاج بالمثل والے زیر علاج مریض کو علاج بالضد یا بالعکس کے حکم دینے کے مترادف ہے۔ اور ہمارے حضرت

اقدس کا سلسلہ بھی چشتی ہے اور اکابر چشتیہ سلسلہ میں سلوک ذکر جہر کرتے اور سکھاتے رہے ہیں۔ حضرت گنگوہی، حضرت نانوتوی، حضرت شیخ الہند، حضرت مدنی، حضرت تھانوی، حضرت سہارنپوری، حضرت شیخ اور ہمارے حضرت صوفی محمد اقبال رحمہم اللہ اجمعین یہی ذکر جہر کرتے رہے ہیں۔

امید ہے آنجناب کتاب "تحفظ عقائد مشائخ دیوبند" کے نشان زدہ مقامات اور بندہ کی مزید معروضات کے بعد اپنے تحریر فرمودہ معاملات کے بارے میں حضرت اقدس صوفی محمد اقبال صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور سلسلہ عالیہ چشتیہ کے اہل حق مشائخ کے معمولات و مجالس ذکر اور تداعی کے متعلق مؤقف کے صحیح اور صواب اور اہل حق اہل سنت والجماعت کے عقائد و نظریات کے عین مطابق ہونے کے متعلق واضح ہو گئے ہوں گے۔ والسلام

مسعود الرحمٰن

۲۹ صفر المظفر ۱۴۴۰ھ بروز جمعرات بعد عصر

۸ نومبر ۲۰۱۸ء

جوابی مکتوب بنام مولانا حکیم مسعود الرحمٰن صاحب۔ مکتوب ۲

از چکوال

۳ربیع الاول ۱۴۴۰ھ ۱۲نومبر ۲۰۱۸ء

بروز پیر صبح ۸ بجے

جناب محترم ومکرم حضرت مولانا حکیم مسعود الرحمٰن صاحب مدظلہ

خانقاہ اقبالیہ ٹیکسلا ضلع راولپنڈی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

امید ہے آپ بخیریت ہوں گے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی حفظ وامان میں رکھے اور صحت وعافیت سے اس دنیا سے سلامتی ایمان کے ساتھ سفر آخرت نصیب کریں اور اپنی رضا کے ساتھ اپنے دربار عالیہ میں حاضری کی سعادت نصیب کریں۔ آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ۔

(۱) آپ کا مکتوب گرامی یکم ربیع الاول ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۰ نومبر ۲۰۱۸ء بروز ہفتہ موصول ہوا۔ پڑھ کر صورت حال معلوم ہوئی۔ جزاک اللہ احسن الجزآ۔ بندہ نے جو عریضہ آپ کو لکھا تھا آپ نے درست فرمایا کہ بنیادی طور پر دو امور کی وضاحت کے بارے میں ہی توجہ دلانا مقصود تھا۔

ماشاء اللہ آپ نے اپنے مکتوب میں وضاحت فرما کر اپنا موٴقف تحریر فرمایا اس سے آپ کا موٴقف اور آپ کا نظریہ معلوم ہو گیا۔

(۲) چونکہ اعمال کا دارو مدار تو نیت پر ہوتا ہے اور نیت کا دارو مدار شریعت کی رو سے "سنت" کے مطابق عمل کرنے سے عند اللہ عمل کی قبولیت پر ہوتا ہے۔ اس لئے دعا یہی ہے کہ ہمارے تمام اعمال آخری سانس تک "سنت و شریعت" کے مطابق ہوں تاکہ عند اللہ قبول ہوں اور تمام اعمال رسومات اور بدعات سے محفوظ ہوں تاکہ رضائے الٰہی حاصل ہو اور آخرت میں مغفرت ہو۔

(۳) تمام عبادات اور تمام ریاضتوں کا اصل مقصد تو اپنی اپنی نجات کے لئے عمل ہمت و کوشش ہے وہ ہر شخص کر کے یا تو مقام رضا پر پہنچ کر رضائے الٰہی حاصل کر کے دنیا سے کوچ کر رہا ہے یا راستہ میں کسی مقام پر راہِ مستقیم سے شیطانی دھوکہ میں دھوکہ کھا کر الگ "ایک فرقہ" بنا کر راہِ اہلِ سنت سے بھٹک کر اور راہِ حق سے پھسل کر ناکام و نامراد جا رہا ہے۔

دعا ہے کہ ہم سب کو اللہ تعالیٰ آخری سانس تک راہِ "اہل السنت و الجماعت" پر قائم و دائم رکھیں اور صراطِ مستقیم پر چلنے چلانے کی سعادت سے محروم نہ کریں۔ آمین

سنجیدگی کے ساتھ خط و کتابت اور تبادلہ خیال ہو تو اس سے علم میں اضافہ ہی ہوتا ہے اور بات سمجھنے اور سمجھانے میں کئی پہلو نئے سامنے آتے ہیں جو پہلے پوشیدہ ہوتے ہیں۔

شریعت و سنت کی روشنی میں دیکھا جائے تو پھر فتنوں سے اللہ کے

خادم اہلسنت عبدالوحید

فضل و کرم سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اور صراطِ مستقیم پر چل کر اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کر کے نجات یافتہ "جماعت" سے وابستہ رہتا ہے۔

قرآن مجید میں جو تعلیم دی گئی ہے وہ ہمارے لئے ایک اہم سبق ہے۔

(۵) صراطِ مستقیم پر چلنے کی دعا اور صراطِ مستقیم کی نشاندہی

سورۃ الفاتحہ میں ہم ہر روز کئی بار یہ دعا کرتے ہیں:

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ

بتلا دیجیے ہم کو رستہ سیدھا۔ رستہ ان لوگوں کا جن پر آپ نے انعام فرمایا ہے۔

غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝

نہ رستہ ان لوگوں کا جن پر آپ کا غضب کیا گیا اور نہ ان لوگوں کا جو رستہ سے گم ہو گئے۔

جن لوگوں پر انعام کیا گیا

سورۃ النساء میں ان کی نشاندہی کر دی گئی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَّ لَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ ۚ وَ حَسُنَ

اُولٰٓئِكَ رَفِيۡقًا [سورۃ النساء آیت ۶۸۔۶۹]

اور ہم انہیں ہدایت دیتے ہیں سیدھے راستے کی۔ اور جو اطاعت کرے اللہ کی اور رسول کی تو یہی لوگ ساتھ ان لوگوں کے ہوں گے کہ انعام کیا اللہ نے ان پر یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین اور اچھے ہیں یہ لوگ ساتھی۔

انعام یافتہ لوگ

مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تفسیر میں لکھتے ہیں:

انعام سے دینی انعام مراد ہے۔ انعام والے چار گروہ ہیں:

(۱) انبیاء (۲) صدیقین (۳) شہداء (۴) صالحین۔

غضب کے مستحق لوگ وہ لوگ ہیں جو تحقیقات کے باوجود راہِ ہدایت کو چھوڑ دیں۔

گمراہ وہ لوگ ہیں جو صراطِ مستقیم کی تحقیقات نہ کرنا چاہیں۔

ان میں سے مغضوب زیادہ ناراضی کے مستحق ہیں جو دیدہ دانستہ حق کی مخالفت میں سرگرم ہیں۔[1]

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ صراطِ مستقیم کی نشاندہی کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

---

[1] تفسیر فاتحہ بیان القرآن مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ

صراطِ مستقیم

وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ○ [سورۃ النساء آیت ۱۵۳]

اور حکم کیا کہ یہ میری سیدھی راہ ہے۔ سو اسی پر چلو اور دوسرے رستوں پر مت چلو۔ کیونکہ وہ تمہیں اللہ کے رستہ سے دور کر دیں گے۔ اس نے تمہیں یہ حکم دے دیا تا کہ تم بچتے رہو۔

تفسیر

اس آیت کے تحت علامہ جیون رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قرأت حفص میں اَنَّ مشدّد ہے۔ مفتوح ہے اور لام مقدر ہے کہ یہ فَاتَّبِعُوْہ کی علّت ہے۔

هٰذا کا مشار الیہ توحید، نبوت اور دیگر احکام ہیں جن کا تذکرہ سورۃ میں پہلے ہو چکا ہے۔

یعنی مذکورہ بالا تمام اشیاء و احکام اور عقائد میری سیدھی راہ ہیں، اسی پر چلو اور رسوم بدعیہ ادیان متقدمہ اور عقائد باطلہ کی غلط رائیں اختیار نہ کرو۔ جو مذاہب و عقائد، دین اسلام کے منافی ہیں۔ ان سے دور ہو ورنہ وہ تمہیں وحی و برہان کی سیدھی راہ سے دور لے جائیں گے۔

آیت کا مضمون یہی ہے اور واضح ہے۔

اس لحاظ سے بظاہر آیت میں مشہور فرقوں کا کوئی ذکر نہیں لیکن صاحب تفسیر مدارک لکھتے ہیں کہ:

نبی علیہ السلام نے ایک سیدھی لکیر۔۔۔۔۔۔ کھینچی اور فرمایا:

یہ ہدایت کا راستہ اور صراط مستقیم ہے اسی پر چلو۔

پھر اس سیدھی لکیر کے دونوں جانب چھ چھ لکیریں ادھر ادھر جانے والی کھینچیں۔ پھر فرمایا:

یہ متعدد راہیں ہیں اور ان میں سے ہر ایک پر ایک شیطان ہے۔ جو اپنی طرف بلاتا ہے۔ لہٰذا ان راہوں سے دور رہو پھر آپ ﷺ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔

پھر ان بارہ (۱۲) میں سے ہر ایک چھ (۶) چھ (۶) راستے بن جاتے ہیں۔

اور مجموعہ ۷۲ ہو جاتا ہے۔ ھٰذا کلمہ دے کر کئی مفسرین نے بھی یہی لکھا ہے۔

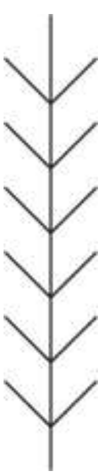

رسول اللہ ﷺ کے لکیریں کھینچتے وقت اس آیت کی تلاوت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک راہ اور متعدد راہوں سے یہ مراد ہے کہ آپ ﷺ کی امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔ جن میں سے بہتّر (۷۲) ہلاک اور تباہ ہوں گے اور ایک نجات پائے گا۔[1]

---

[1] احکام القرآن مفسر علامہ جیون رحمۃ اللہ علیہ ص ۴۷۲

حدیث رسول اللہ ﷺ

علامہ عبد الکریم شہرستانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۵۴۸ھ) نے ایک حدیث روایت کی ہے:

وَ اَخْبَرَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَتَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰی ثَلٰثٍ وَّ سَبْعِیْنَ فِرْقَةً النَّاجِیَةُ مِنْهَا وَاحِدَةٌ وَ الْبَاقُوْنَ هُلْکٰی. قِیْلَ وَ مَنَ النَّاجِیَةُ۔ قَالَ اَهْلُ السُّنَّتِ وَ الْجَمَاعَتِ۔ قِیْلَ وَ مَا السُّنَّةِ وَ الْجَمَاعَة۔ قَالَ مَا اَنَا عَلَیْهِ الْیَوْمَ وَ اَصْحَابِیْ

[الملل والنحل ج ا ص ۹ علامہ عبد الکریم شہرستانی رحمۃ اللہ علیہ]

اور نبی کریم ﷺ نے خبر دی کہ عنقریب میری امت میں ۷۳ فرقے بنیں گے ان میں سے نجات ایک فرقہ پائے گا اور باقی ہلاک ہوں گے۔ آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ نجات پانے والا فرقہ کون ہو گا۔ تو ارشاد فرمایا: اہل السنت و الجماعت۔ پھر دریافت کیا کہ اہل السنت و الجماعت کون ہیں؟ تو ارشاد فرمایا جو لوگ اسی طریقہ پر ہوں جس پر آج میں اور میرے اصحاب ہیں۔"

گمراہ فرقے اور لوگ

حدیث رسول اللہ ﷺ میں کی گئی پیشن گوئی کے مطابق ۷۳ فرقوں میں نجات پانے والے فرقہ کا نام خود آنحضرت ﷺ نے اہل السنت و الجماعت ارشاد فرمایا۔ جو کہ سنتِ رسول اللہ ﷺ اور جماعت رسول

اللہ ﷺ کے پیرو ہوں گے۔ اور اسی فرقہ کو صراطِ مستقیم پر چلنے والا قرار دیا۔

گمراہ لوگ جو جماعت صحابہ سے کٹ گئے

عہد رسالتِ مآب ﷺ میں جو مومنین تھے وہ سب کے سب آنحضرت ﷺ کی اتباع کرتے تھے اور سنت رسول اللہ ﷺ پر چلتے تھے اور سب کی سب جماعتِ صحابہ رضی اللہ عنہم اعمال و افعال میں "اتباعِ سنت" کر کے صراطِ مستقیم پر رواں دواں تھی۔ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں "مومنین" کی یہی شان اور پہچان تھی کہ وہ "اہل السنت" تھے "جماعت" کی صورت میں دنیا پر حکمران تھے حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کے آخری چند ماہ میں ایک گروہ پیدا ہوا جنہوں نے گمراہی کا دروازہ کھولا اور الگ ایک فرقہ اور نظریہ گھڑا اور امت محمدیہ میں تفریق کا دروازہ کھولا۔ جن کو اہلِ تاریخ نے بلوائی گروہ کا نام دیا ہے۔ جس کے فتنہ میں خلیفہِ سوم حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ اس سازشی فرقہ کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ خلیفہ چہارم کے دورِ خلافت میں ہی ایک اور دوسرا فرقہ جماعتِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے الگ ہو گیا جس کو خوارج کا نام دیا گیا۔ جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لشکر سے الگ ہوئے جب خوارج نے اہل السنت و الجماعت سے کٹ کر اپنا الگ نظریہ اور خود ساختہ عقیدہ پھیلانا شروع کیا

تواس پر بصریٰ کے مقام پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے سوال ہوا جس کا جواب امتِ مسلمہ کو صراطِ مستقیم کی نشاندہی کرتا ہے اور ہمارے لئے وہ ایک رہنما اصول بتاتا ہے:

جن لوگوں نے اس اصول کے مطابق اپنے عقائد و مقاصد اور اعمال وافعال کو اختیار کیا وہ فتنوں سے بچ گئے اور جنہوں نے اس اصول کو نظر انداز کیا وہ فتنوں میں صراطِ مستقیم سے پھسل کر گمراہ ہو گئے اور گمراہ فرقوں کے راستوں پر چل کر ہلاک ہو گئے۔

اب قیامت تک جو لوگ بھی عقائد و نظریات میں اور اعمال وافعال میں اہل السنت والجماعت کے عقائد و نظریات اور اعمال و افعال سے جدا اپنا عقیدہ یا نظریہ، اعمال و افعال اپنائیں گے وہ ۷۲ فرقوں میں سے کسی ایک فرقہ کی شاخ ہی کہلائیں گے اور اہلِ بدعت میں شمار ہو کر دوزخ میں جائیں گے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ارشاد کہ اہل السنت والجماعت کون ہیں

خلیفہ چہارم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں اہل السنت والجماعت میں قِصاص حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے مطالبہ پر اجتہادی اختلاف ہو گیا اس موقع پر قرآن مجید نے ہماری رہنمائی کی ہے کہ اگر مومنین میں کسی بات پر اختلاف ہو جائے یا آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں

صلح (ملاپ) کرادو۔

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا[1]

اگر دو فریق مومنوں کے آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرادو۔

دوسری جگہ ضابطہ، قتل و قتال میں جو قرآن میں بیان کیا گیا ہے اس میں ہے:

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ[2]

اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو وہ لوگ باہم قتل و قتال نہ کرتے لیکن اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں وہی کرتے ہیں۔

مختلف فرقوں کا بننا بطور آزمائش ہوتا ہے

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ○ (سورۃ المائدہ آیت ۴۸)

اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی امت کر دیتا مگر جو "دین اس نے تم کو دیا ہے" اس میں وہ تمہاری آزمائش کرنا چاہتا ہے۔ سو نیک کاموں میں جلدی کرو تم سب کو اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ پھر جن باتوں میں

---

[1] پ ۲۶ الحجرات

[2] البقرۃ آیت ۲۵۳

تم اختلاف کرتے تھے وہ تم کو بتادے گا۔

دورِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں ”مومنین“ کے درمیان آخر صلح ہوگئی اور جنگ بندی ہوگئی اسی موقع پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک گشتی چٹھی بھی لکھی، جس میں لکھا تھا:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی گشتی چٹھی

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں جب اہل السنت و الجماعت کے درمیان قصاص حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے مطالبہ پر دو دھڑے بن گئے تو آپ نے ایک دستخطی چٹھی لکھ کر مختلف شہروں میں وہ مشتہر کی۔ اس میں جنگ صفین کا واقعہ یوں درج تھا کہ:

ہمارے معاملے کی ابتداء یوں ہے کہ ہماری اور اہل شام کی آپس میں جنگ چھڑ گئی اور یہ ظاہر ہے کہ:

اَنَّ رَبَّنَا وَاحِدٌ وَّ نَبِیُّنَا وَاحِدٌ وَّ دَعْوَتَنَا فِی الْاِسْلَامِ وَاحِدَةٌ وَ لَا نَسْتَزِیْدُهُمْ فِی الْاِیْمَانِ بِاللّٰهِ وَ التصدیق بِرَسُوْلِهٖ وَ لَا یَسْتَزِیْدُوْنَنَا الْاَمْرُ وَاحِدٌ اِلَّا مَا اخْتَلَفْنَا فِیْهِ مِنْ دَمِ عُثْمَانَ وَ نَحْنُ مِنْهُ بَرَاۗءٌ[1]

ہم دونوں فریق کا خدا ایک اور رسول ایک ہے۔ اور ہمارا اسلام میں بھی

[1] مکتوب ۵۸ نہج البلاغۃ عربی مع اردو ص ۷۹۱ مطبوعہ لاہور

دعویٰ ایک ہی رہا ہے۔ ہم ان سے دربار اعتقادات توحید و رسالت کچھ زیادتی نہیں چاہتے اور نہ اس بارہ میں وہ ہم سے کچھ زیادتی کے طالب ہیں۔ بات ایک اختلاف کی ہے کہ اختلاف صرف خون عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق تھا حال یہ ہے کہ ہم اس الزام سے بری ہیں۔"

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بصریٰ کے مقام پر ایک شخص ابنِ کوا نے سوال کیا:

يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَام اَخْبِرْنِيْ مِنْ اَهْلُ الْجَمَاعَةِ وَ مِنْ اَهْلِ الْفِرقَةِ وَ مِنْ اَهْلِ الْبِدْعَةِ وَ مِنْ اَهْلُ السُّنَّةِ۔

فَقَال: وَ يْحَكَ اَمَّا اِذْ سَأَلْتَنِيْ فَافْهَمْ عَنِّي وَ لَا عَلَيْكَ اَنْ تَسْئَلَ عَنْهَا اَحَداً بَعْدِيْ۔

اَمَّا اَهْلُ الْجَمَاعَتِ فَاَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِيْ وَ اَنْ قَلُّوْا وَ ذٰلِكَ الْحَقُّ عَنْ اَمْرِ اللهِ تَعَالٰى عَزَّ وَ جَلَّ وَ عَنْ اَمْرِ رَسُوْلِهٖ۔

وَ اَهْلُ الْفِرْقَةِ الْمُخَالِفُوْنَ لِيْ وَ لِمَنِ اتَّبَعَنِيْ وَ اِنْ كَثُرُوْا۔ وَ اَمَّا اَهْلُ السُّنَّةِ فَالْمُتَمَسِّكُوْنَ بِمَا سُنَّةَ اللهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اِنْ قَلُّوا وَ اَمَّا اَهْلُ الْبِدْعَةِ فَالْمُخَالِفُوْنَ لِاَمْرِ اللهِ وَ لِكِتَابِهٖ وَ لِرَسُوْلِهٖ اَلْعَامِلُوْنَ بِرَأْيِهِمْ وَ اَهْوَاءِ هِمْ وَ

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

اِنْ کَثَرُوْا۔[1]

ترجمہ: اے امیر المؤمنین! آپ مجھے بتائیں کہ اہلِ جماعت۔ اہل فرقہ۔ اہل سنت اور اہل بدعت کون ہیں۔

تو آپ نے فرمایا تعجب ہے تجھ پر اور جب تو نے مجھ سے یہ بات پوچھی ہے تو مجھ سے سمجھ لے اور اس کے بعد تجھ پر لازم نہیں کہ میرے بعد یہ بات تو کسی اور سے دریافت کرے۔ اہل جماعت تو میں ہوں اور میرے پیروکار اگرچہ وہ کم ہوں اور یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے امر کے تحت حق ہے۔

اور اہلِ فرقہ وہ لوگ ہیں جو میری مخالفت کرنے والے ہیں اور میری اتباع کرنے والوں کے بھی مخالف ہیں اگرچہ وہ زیادہ ہوں۔

اور اہل سنت وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے طریقے (حکم) اور رسول اللہ ﷺ کی سنت (طریقہ) کو مضبوطی سے پکڑنے والے ہیں۔ جو ان کے لئے مقرر کیا گیا ہے اگرچہ وہ تھوڑے ہوں۔

اور اہلِ بدعت وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کی کتاب (قرآن) اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کی مخالفت کرنے والے ہیں اور صرف اپنی رائے اور خواہشات پر عمل کرنے والے ہیں اگرچہ وہ زیادہ ہوں۔

[1] احتجاج طبرسی ج ا ص ۲۴۶ مطبوعہ نجف اشرف فرمان علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

نتیجہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد سے اہل السنت و الجماعت کی مدح و تعریف ہوئی ہے اور اہلِ فرقہ اور اہلِ بدعت کی مذمت واضح ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ میں اہل السنت والجماعت کی نشانی بتائی ہے کہ:

وہ کتاب و سنت کی اتباع کرتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کے حکم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ سنت کو مضبوطی سے پکڑنے والے ہیں۔

جماعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اُس وقت امیر المؤمنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ خلافت پر فائز تھے اس لئے وہ خود بھی اور ان کی اتباع کرنے والے بھی اہل السنت والجماعت تھے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دور میں فرقہ بندی

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں بعض لوگ یعنی خوارج اہل السنت والجماعت سے علیحدگی اختیار کر کے اہلِ فرقہ اور اہلِ بدعت کے ساتھ شامل ہو گئے تھے تو اہلِ حق کی نشانی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے یہ بتائی کہ وہ اہل السنت والجماعت ہیں۔

اہلِ سنت کے معنی

قرآن مجید میں ہے:

سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا وَ لَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا

تَحۡوِیۡلًا ۝ (پ۱۵۔ سورۂ بنی اسرائیل۔ آیت ۷۷)

یہ سُنت ہے ان لوگوں کی جن کو آپ ﷺ سے پہلے ہم نے رسول بنا کر بھیجا اور آپ ہماری سنت میں ہر گز تبدیلی نہ پائیں گے۔

حاصل کلام

قرآن مجید میں اللہ کے فرمان اس آیت میں سُنَّۃَ مَنۡ قَدۡ اَرۡسَلۡنَا سے سُنَّتِ انبیاء اور لَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا سے سُنَّۃَ اللہ کا ثبوت ہو گیا۔

عربی لغت لسان العرب میں لفظ سُنَّۃ کی تفصیل میں لکھتے ہیں:

لغت میں "سنت" کا اصل معنیٰ طریقہ اور سیرت ہے۔

لیکن جب شریعت میں مطلقاً سُنت بولا جاتا ہے تو اس سے مراد قولاً و فعلاً وہ احکام ہوتے ہیں جو قرآن مجید میں صراحتاً مذکور نہیں ہیں۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے ان کا حکم دیا ہے۔ یا ان سے منع کیا ہے یا ان کی دعوت دی ہے۔

الجماعت سے مراد

قرآن میں مومنوں کو حکم دیا گیا ہے کہ:

وَ اعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰہِ جَمِیۡعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوۡا[1]

---

[1] سورۂ آلِ عمران۔ آیت ۱۰۳

اور مضبوط پکڑے رہو اللہ تعالیٰ کے سلسلہ کو اس طور پر کہ باہم سب متفق بھی رہو اور باہم نااتفاقی مت کرو۔

قرآن مجید میں اوّلین مخاطب جماعت رسول اللہ ﷺ ہے۔ الجماعت سے مراد جماعت رسول ﷺ ہے۔ جماعتِ رسول ﷺ کو عہد رسالت مآب ﷺ میں تعارف کے طور پر "جماعت" ہی کہا جاتا تھا۔ آپ ﷺ نے جماعتِ رسول کی شان میں یہاں تک فرمادیا ہے کہ:

وَ عَنْ اِبْنِ عُمَر قَالَ قَالَ رَسُوْل اللہ ﷺ اِنَّ اللہ لَا یَجمع اُمَّتِیْ او قال اُمَّۃِ محمد ﷺ عَلٰی ضَلَالَۃٍ وَ یَدُ اللہ عَلَی الْجَمَاعَۃُ وَمَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّار[1]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک میری امت یا فرمایا کہ اُمّتِ محمدیہ ﷺ گمراہی پر کبھی اکٹھی نہیں ہو گی اور اللہ کا ہاتھ الجماعت کے اوپر ہے اور جو اس سے علیحدہ ہوا دوزخ میں گرادیا جائے گا۔

اسوۂ رسول ﷺ اور جماعتِ رسول ﷺ کی اتباع میں ہی راہِ مستقیم پر چلنا نصیب ہوتا ہے۔ علامہ اقبال شاعرِ مشرق نے کیا خوب کہا ہے:

اک اسوۂ رسول ﷺ ہے وہ راہِ مستقیم
ہوتے ہیں جس کے سامنے سب راستے فنا

---

[1] رواہ الترمذی و مشکوٰۃ شریف

جو بھی خلافِ پیغمبر ہے کفر ہے
ہے طاعتِ رسول ﷺ میں ایمان کی بقا
راضی کرو رسول ﷺ کو سُنّت کے ضبط سے
اس کی رضا میں پاؤ گے اللہ کی رضا

اہلِ بدعت کا فتنہ

اہلِ بدعت کا فتنہ بھی کوفہ ہی سے نمودار ہوا اور آگے چل کر یہی خارجی بنے جن سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جہاد کیا اور اہل السنت و الجماعت کے لشکر سے وہ جدا ہوئے تھے۔ بظاہر وہ بڑے نیک اور صالح اور عبادت گذار مجالس ذکر قائم کرنے والے تھے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا اہلِ بدعت سے مکالمہ

حضرت امام دارمی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ ہمیں حکم بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں عمرو بن یحییٰ بن عمرو بن سلمۃ رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد یحییٰ بن عمرو سے سنا۔ انہوں نے اپنے والد عمر بن سلمۃ سے سنا کہ:

ہم فجر کی نماز سے پہلے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے دروازے پر بیٹھتے تھے۔ جب حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ گھر سے تشریف لاتے تو ہم ان کے ساتھ مسجد جایا کرتے۔ اسی دوران ایک مرتبہ حضرت ابو

موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ہمارے پاس تشریف لائے اور انہوں نے فرمایا کہ کیا ابو عبد الرحمٰن (یعنی عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) گھر سے تشریف نہیں لائے؟

ہم نے کہا کہ نہیں۔ تو وہ ہمارے ساتھ بیٹھ گئے۔ پھر جب حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ گھر سے باہر تشریف لائے تو ہم سب کھڑے ہو گئے۔ پھر حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں نے ابھی مسجد میں ایک ایسی بات دیکھی ہے جو میں نے بُری سمجھی اور الحمد للہ میری نیت خیر اور بھلائی یعنی اصلاح کی ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ کیا بات ہے؟ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ کی زندگی رہی تو آپ بھی جلد ہی دیکھ لیں گے۔ وہ یہ ہے کہ:

"میں نے مسجد میں لوگوں کو نماز کے انتظار میں اس حال میں بیٹھے ہوئے دیکھا کہ انہوں نے حلقے بنا رکھے ہیں اور ان کے ہاتھوں میں کنکریاں ہیں اور ان میں سے ایک شخص کہتا ہے کہ ۱۰۰ بار لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللہ کہو تو وہ سو بار لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللہ کہتے ہیں۔ پھر وہ کہتا ہے کہ سو بار سُبْحَانَ اللہ کہو تو وہ سو بار سُبْحَانَ اللہ پڑھتے ہیں۔"

اس پر حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ:

پھر آپ نے ان لوگوں کو کیا کہا؟

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ:

میں نے آپ رضی اللہ عنہ کی رائے یا آپ کے حکم کے انتظار میں کچھ نہیں کہا۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ نے انہیں یہ حکم کیوں نہیں دیا کہ اپنے گناہ شمار کریں اور آپ نے ان کو یہ ضمانت کیوں نہیں دی کہ (اپنے گناہ شمار کرنے کی صورت میں) ان کی کوئی نیکی ضائع نہ ہو گی۔

اس کے بعد حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مسجد میں ان لوگوں کے پاس آئے اور وہاں کھڑے ہوئے اور پھر ان سے پوچھا یہ میں تمہیں کیا کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں؟

انہوں نے جواب دیا کہ:

کنکریاں ہیں جن پر تکبیر، تہلیل اور تسبیح شمار کر کے پڑھ رہے ہیں۔ (یعنی ہم کوئی گناہ والا کام نہیں کر رہے)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم اپنے گناہوں کو شمار کرو اور میں ضمانت دیتا ہوں کہ اس صورت میں تمہاری کوئی نیکی ضائع نہ ہو گی۔

اے امتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم! تم پر افسوس کہ کتنی جلدی تمہاری بربادی ہو گئی کہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ صحابہ رضی اللہ عنہم کثیر تعداد میں موجود ہیں اور

آپ ﷺ کے کپڑے ابھی بوسیدہ نہیں ہوئے اور آپ ﷺ کے برتن ابھی نہیں ٹوٹے (اور تم اتنی جلدی حضور ﷺ کے طریقہ سے ہٹ گئے)۔

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے یا تو تم ایسے طریقے پر ہو جس میں (نعوذ باللہ تعالیٰ) محمد ﷺ کے طریقے سے زیادہ ہدایت ہے۔(کیوں کہ یہ طریقہ جو تم نے شروع کر دیا ہے محمد ﷺ کے طریقے سے ہٹ کر ہے یعنی سنت طریقہ نہیں اور صحابہ رضی اللہ عنہم کثیر تعداد میں موجود ہیں لیکن یہ ایسا نہیں کرتے) یا پھر تم لوگ گمراہی کا دروازہ کھولنے والے ہو۔(کیوں کہ یہ عمل بدعت ہے اور ہر بدعت ضلالت ہے)

انہوں نے کہا! اے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ! اللہ کی قسم ہم نے تو فقط خیر کا ارادہ کیا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کتنے ہی خیر کا ارادہ کرنے والے ہیں جن کو ہر گز خیر حاصل نہیں ہوتی (لہٰذا تمہارا خیر کا ارادہ کرنے سے یہ بدعت والا کام ثواب کا شمار نہیں ہو گا) بیشک رسول اللہ ﷺ نے ہم سے بیان کیا تھا کہ کچھ لوگ قرآن پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلق سے آگے نہیں جائے گا اور اللہ کی قسم میں نہیں جانتا شاید کہ ان کی اکثریت تم ہی لوگوں میں سے ہو۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان لوگوں کے پاس سے چلے گئے۔

حضرت عمرو بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ (اس روایت کے راوی) فرماتے ہیں کہ ہم نے دیکھا کہ ان حلقوں کی اکثریت خوارج کے ساتھ مل کر ہمارے خلاف جنگِ نہروان میں لڑ رہی تھی (اعاذن اللہ منہ، ترجمہ ختم ہوا)۔[1]

فائدہ

اس روایت کی سند بالکل صحیح ہے۔ اس کے صحیح ہونے میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے چند باتیں معلوم ہوئیں۔

(الف) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اس طرح کا اجتماعی ذکر رائج نہ تھا۔ کیونکہ اس طرح ذکر کرنا نہ فرض ہے نہ واجب ہے نہ سنت ہے اور نہ یہ جماعتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کا طریقہ ہے۔

کہ جس میں سب ایک ذکر کا التزام کریں۔ اور ان ذکر کرنے والے لوگوں میں کوئی صحابی رضی اللہ عنہ یا جلیل القدر تابعی شامل نہ تھا۔ اس لئے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اس عمل کو برا سمجھا جو کہ بظاہر وہ لِلّٰہ دین ہی سمجھ کر کر رہے تھے۔

اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی اس عمل پر سخت نکیر فرمائی جو

---

[1] سنن الدارمی، باب فی کراھیۃ اخذ الرای

کہ اس عمل کے بدعت و محدث ہونے کی دلیل ہے۔

(ب) اس اجتماعی ذکر کی ہیئت پر حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نکیر فرمائی۔

جواب میں ان لوگوں نے ذکر کرنا بتلایا اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان کے جواب کے باوجود ان کے اس "عمل" کو درست قرار نہیں دیا۔

(ج) اس زمانے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کثیر جماعت موجود تھی لیکن وہ اس طرح ذکر نہیں کرتے تھے اور اس طرح کا ذکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے اس لئے سنت نہیں ہے۔

اس لئے ان لوگوں کو تنبیہ کرتے وقت حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض آثار کی موجودگی کا حوالہ دیا اور ان کو ضلالت کا مرتکب فرمایا۔

(د) ان لوگوں نے اپنے خیال میں کسی گناہ کا ارادہ نہیں کیا تھا بلکہ خیر و ثواب کا ارادہ کیا تھا لیکن حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کے باوجود اسے گناہ قرار دیا۔ کیونکہ بدعت میں ارادہ "لِلدین" کا ہو یا "فِی الدین" کا، نیکی کا ہی ہوتا ہے مگر وہ اس کے باوجود گناہ ہی رہتی ہے۔

نتیجہ

پس اپنے مقصود و مفہوم میں صریح و صحیح روایت کے ہوتے ہوئے بعض حضرات کا تداعی کے ساتھ ایک ذکر کے التزام کی جہری مجالس ذکر کو حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و احادیث کی طرف منسوب کرنا کس قدر تعجب خیز امر ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی نصیحت

محدثِ عظیم حافظ ابو نعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو البختری اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ایک اور اسی طرح کا واقعہ روایت کیا ہے۔ چنانچہ وہ اس طرح روایت فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے عظیم صحابی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو ایک شخص نے اطلاع دی کہ کچھ لوگ مغرب کی نماز کے بعد مسجد میں بیٹھے ہیں اور ایک شخص ان میں سے (دوسروں کو مختلف قسم کے ذکر کی تلقین کرتے ہوئے) کہتا ہے کہ اتنی اور اتنی مرتبہ سبحان اللہ کہو اور اتنی مرتبہ الحمد للہ کہو۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس اطلاع پر ان لوگوں کے پاس جا کر بیٹھ گئے پھر جب ان کے مذکورہ طریقہ پر ذکر کرنے کو اپنے کانوں سے سن لیا تو غصہ کی حالت میں کھڑے ہو گئے اور آپ رضی اللہ عنہ مضبوط آدمی تھے۔ فرمایا کہ میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہوں اللہ وحدہٗ لاشریک کی قسم!

یہ کام کر کے یا تو تم نے ایک سیاہ بدعت ایجاد کی ہے یا پھر تم لوگ علم میں حضور ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی آگے بڑھ گئے ہو؟

اس پر مجلس میں موجود معضد نامی شخص نے کہا کہ اللہ کی قسم! ہم نے کوئی سیاہ بدعت نہیں کی اور نہ ہم محمد ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر علم میں آگے بڑھے۔ عمرو بن عتبہ نامی شخص نے کہا کہ اے ابو عبد الرحمٰن (یعنی عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) ہم اپنے اس عمل پر اللہ سے استغفار کرتے ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ لازم ہے۔ اور اللہ کی قسم! اگر تم صحابہ رضی اللہ عنہم کے طریقے کو اختیار کرو گے تو بہت آگے بڑھ جاؤ گے اور اگر تم اس طریقہ سے ذرا بھی دائیں بائیں ہوئے تو تم ضرور بالضرور دور دراز کی گمراہی میں جا پڑو گے۔[1]

فائدہ

اس روایت کی سند صحیح ہے۔

چناں چہ اس واقعہ کو جو حضرت ابو الزعراء روایت کرتے ہیں وہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں۔ امام عجلی رحمہ اللہ اور ابنِ حبان رحمہ اللہ اور ابنِ سعد نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے اس صحیح اور صریح

---

[1] حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۲۵۸ تحت ترجمہ سعید بن فیروز البختری

روایت سے بھی معلوم ہوا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک ذکر کے التزام کے عمل کو سیاہ تاریک بدعت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقہ سے ہٹنا قرار دیا ہے۔"

قولِ فیصل

جو لوگ مروجہ اجتماعی ذکر کو جس میں تمام اہلِ مجلس ایک ذکر کا التزام کرتے ہیں اور اس کے لئے تداعی کرتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے سنت قرار دیتے ہیں، تعجب خیز امر ہے، یہ درست نہیں۔[1]

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

اہل السنت والجماعت

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (المتوفیٰ ۳۲ھ) کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے اجتماعی ذکر بالجہر تداعی کے ساتھ کرنے سے روکتے ہیں اور انفرادی ہر شخص کے اپنا اپنا ذکر، الگ الگ اور جدا جدا کرنے میں ہی عافیت وسلامتی سمجھتے ہیں اور مجالس ذکر کے لئے تداعی اور ایک ہی ذکر خواہ سرّی ہو یا جہری جیسی قیودات تخصیصات وغیرہ کے التزام سے بچنے

[1] مفتی محمد رضوان۔ اجتماعی ذکر کا شرعی حکم ص ۲۸

کی کوشش کرتے ہیں۔

(۲)حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا مطلب اس سے صرف یہ تھا کہ اگرچہ تکبیر و تہلیل اور تسبیح و تحمید کی بہت فضیلتیں وارد ہوئی ہیں اور وہ محبوب ترین ذکر ہے لیکن اس کا یہ خاص طرز و طریقہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بتایا ہوا نہیں ہے بلکہ یہ خود تمہارا ایجاد کردہ ہے۔ لہٰذا یہ بدعت ضلالت بھی ہے اور گمراہی بھی بدعت عظمٰی بھی ہے اور بدعت ظلماء بھی۔ اور بقول امام ابنِ دقیق العید اس مخصوص کیفیت کو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فضیلتِ ذکر کی عام دلیلوں کے نیچے داخل نہیں کیا۔[1]

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا مقام

(۱) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اسلام میں چھٹا شخص تھا جو اسلام لایا اس وقت روئے زمین پر ہم چھ آدمیوں کے سوا کوئی مسلمان نہ تھا۔(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ جلد سوم ۳۳۴)

(۲)حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ ابنِ ام عبد یعنی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حکم پر عمل کرو۔[2]

[1] راہ سنت مؤلفہ علامہ سرفراز خان صفدر ص ۱۲۹

[2] اسد الغابہ فی معرفۃ جلد سوم ۳۳۴

(۳) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں مشورہ کے بغیر کسی کو امیر بناتا تو ابنِ ام عبد کو بناتا۔

(۴) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو معلم اور وزیر بنا کر کوفہ بھیجا اور اہلِ کوفہ کو لکھا کہ میں عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو حاکم بنا کے اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو معلم اور وزیر بنا کر بھیجتا ہوں یہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں منتخب ہیں اور اہلِ بدر میں سے ہیں تم لوگ ان کی پیروی کرو اور ان کے احکام کی اطاعت کرو۔ ان کی باتیں سنو۔ تمہارے لئے میں نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو اپنے سے زیادہ بہتر سمجھا ہے۔

(۵) حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں کوفہ سے مدینہ بلا لیا تھا۔ مدینہ منورہ میں ۳۲ھ میں وفات پائی حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے ان کا جنازہ پڑھایا اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔[1]

اہلِ بدعت نے جب کوفہ میں بدعات کی بنیاد ڈالی تو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان کو لاجواب کر کے "اہل السنت و الجماعت" کو ان کے فتنہ سے بچا کر "اتباعِ سنت" کرنے کی نصیحت کی۔ جنہوں نے

---

[1] اسد الغابہ معرفۃ الصحابہ ص ۳۳۶ مؤلفہ علامہ ابن اثر جزری

آپ رضی اللہ عنہ کی نصیحت پر عمل کیا وہ آج تک "متبع سنت" ہیں اور جن لوگوں نے آپ کی نصیحت کو نظر انداز کیا وہ اہلِ بدعت کے فتنہ میں پھنس گئے اور راہِ مستقیم سے کٹ کر جدا جدا راستوں پر چل کر خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔

حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت

حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (المولود ۸۰ھ المتوفی ۱۵۰ھ) نے جن کا علمی سلسلہ بالواسطہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ مثال اس طرح امام شامی ابنِ عابدین نے دی ہے کہ:

کوفہ میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فقہ کا کھیت بویا۔

اُن کے شاگرد حضرت علقمہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کھیت کو سینچا۔

اُن کے شاگرد حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کھیت کو کاٹا۔

اُن کے شاگرد حضرت حماد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو مانڈا یعنی اناج کو بھوسہ سے جدا کیا۔

اُن کے شاگرد حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس اناج کو پیسا۔

اُن کے شاگرد امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے آٹے کو گوندھا۔

اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے شاگرد حضرت امام محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی روٹیاں پکائیں۔

اور باقی سب اس کے کھانے والے ہیں۔(شامی مؤلفہ ابنِ عابدین شامی)

حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شاگرد حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو جو دو وصیتیں فرمائیں ان میں سے ایک وصیت یہ تھی:

وَلَا تَحْضُرُ مَجَالِسَ الذِّكْرِ۔

اور تم مجالس ذکر میں حاضر مت ہونا۔[1]

ظاہر ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دور میں اہلِ بدعت کی ایسی مجالس ذکر کے متعلق یہ وصیت فرمائی ہے جو بدعات و منکرات پر مشتمل ہوں۔

جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (المتوفی ۳۲ھ) کے دورِ حیات میں اہلِ بدعت نے یہ سلسلہ شروع کیا تھا ظاہر ہے وہ آگے چلتا چلتا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں بھی پہنچ گیا ہو گا جس سے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے دور رہنے کی اپنے شاگردوں کو نصیحت و وصیت کی۔ اس طرح ہر دور میں محقق فقہاء اور علماء ایسی مجالسِ ذکر سے اہل السنت والجماعت کو دور رہنے کی نصیحت و وصیت کرتے آرہے ہیں اور یہ نصیحت علماء حق کرتے رہیں گے۔

[1] الاشباہ و النظائر مع شرح الحمودی ج ۴ تحت فن السابع و مجموعہ۔ وصایا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ ص ۴۴ مترجم مولانا عاشق الٰہی مطبوعہ ادارہ المعارف کراچی

حکیم الامت مجدد ملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحت

ظاہراً صحتِ اعتقاد کے ساتھ عملی التزام میں کوئی خرابی نظر نہیں آتی۔ اس کو فقہا کیوں منع کرتے ہیں؟

سو واقعی فقہاء حکماء ہیں، اسرارِ شریعت کو خوب سمجھتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ التزام عملی سے رفتہ رفتہ اعتقاد پر بھی اثر ہونے لگتا ہے۔

خصوص عام لوگوں کے اعتقاد پر اگر بالفرض نہ بھی ہو اس میں صورتاً شریعت کے ساتھ معارضہ ہے جیسا کہ التزام اعتقادی میں حقیقتاً معارضہ ہے اس لئے وہ دونوں قسم کے التزام کو منع فرماتے ہیں۔[1]

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کی نصیحت

اجتماعی انداز میں ایک خاص ذکر کے متعلق حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کر کے فرماتے ہیں:

اگرچہ ذکر مطلقاً جائز ہے۔ مگر جس موقعے پر کوئی طرزِ خاص قرونِ ثلاثہ میں پایا گیا ہے اس کو دوسری طرح بدلنا بدعت ہے۔ بہر حال ذکر اس طرح کرنا بدعت ہے۔ (تذکرۃ الرشید ج ۱ ص ۷۰)

---

[1] خطباتِ حکیم الامت ج ۵ ص ۲۶۲ مطبوعہ مکتبہ اشرفیہ لاہور

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحت

خود قرنِ صحابہ رضی اللہ عنہ میں بھی اگر کوئی امر ہوا اور اس پر انکار کیا گیا تو وہ جائز و حجت نہیں ہوتا۔(براہین قاطعہ ص ۴۹ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)

(۲) فرماتے ہیں:

ذکر اللہ اسی وقت مقبول ہے کہ حسبِ قائدہ شرع کے ہو نہ کہ بطور بدعت و معصیت کے۔ پس جو ذکر مرکب بدعت و معصیت سے ہو گا اس کی شرکت بھی ممنوع ہووے گی۔ چنانچہ پہلے بھی جواب اس سفسلہ (مغالطہ) کا ہو چکا ہے کہ منع کرنا بوجہ بدعت کے ہے نہ کہ بوجہ ذکر کے۔(براہینِ قاطعہ ص ۱۱۳۔ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)

حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحت

"جان لو خدا تم پر رحم فرمائے کہ بھلائی اگر ہے تو صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں ہے۔ اور جس آدمی نے دین میں کوئی ایسی چیز ایجاد کی جو ہم تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں پہنچی تو وہ ایجاد کی ہوئی بدعت اس پر رد کر دی جائے گی یعنی نامقبول ہے۔

اور ہر بدعت کا موجد یہی سمجھتا ہے کہ اس نے بڑا عمدہ اور مفید کام جاری کیا ہے اس غلط فہمی میں وہ خود بھی گمراہ ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک جگہ دیکھا کہ کچھ لوگ جمع ہو کر اللہ تعالیٰ کا ذکر اور تسبیح و تہلیل کرتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ

نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ میں ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ ہوں یہ جو کچھ تم لوگ کر رہے ہو یہ تمہاری ایجاد کی ہوئی بدعت ہے۔ ہم نے نبی ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کو کبھی ایسا کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ پس تم میں سے جو شخص ذکر کرنا چاہے وہ چپکے چپکے اپنے دل میں کرے اور اپنے گھر میں جا کر کرے۔" (او کما قال) [کفایت المفتی ج ۲ ص ۷۸ تا ۸۰۔ کتاب السلوک مطبوعہ دار الاشاعت کراچی]

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحت

جس عبادت کو شریعت نے انفرادی طور پر شروع کیا ہے اس کو اجتماعی طور پر کرنا بدعت ہے۔[1]

(۲) فرماتے ہیں:

نمازوں کے علاوہ شریعت نے ذکر و تسبیح اور درود شریف وغیرہ اجتماعی طور پر پڑھنے کا حکم نہیں دیا۔ بلکہ ہر شخص کو الگ الگ جو پڑھنا ہو پڑھے۔ اب ان اذکار کا اجتماعی طور پر مل کر پڑھنا بدعت ہو گا۔[2]

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے جلیل القدر خلیفہ نے پہلے تو انفرادی و اجتماعی عمل کو اپنے اپنے مقام پر رکھنے کا قائدہ بیان فرمایا اور اس کی خلاف ورزی کرنے والے کو بدعت قرار دیا۔

---

[1] اختلافِ امت اور صراطِ مستقیم ص ۱۱۳ عنوان مساجد میں ذکر

[2] اختلافِ امت اور صراطِ مستقیم ص ۱۱۳

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

پھر فرمایا:

(۳) آج کل مسجدوں میں زور زور سے کلمہ طیبہ پڑھنے کا اور گا گا کر درود و سلام پڑھنے کا جو بعض لوگوں نے رواج نکالا ہے یہ بدعت ہے اور اس سے مساجد کو پاک کرنا لازم ہے۔[1]

اس قاعدہ سے یہ مسئلہ واضح فرمادیا کہ ذکر و تسبیح اور درود شریف وغیرہ کو اجتماعی طور پر پڑھنے کا ثبوت نہیں اس لئے کہ اجتماعی طور پر مل کر پڑھنا بدعت ہے اس لئے الگ الگ پڑھنا چاہیے۔ پس جن حضرات کا حضرت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ سے نسبت کا تعلق قائم ہے ان کو حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے اس عظیم و اجل خلیفہ کی اس نصیحت پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ اور دوسرے اجل خلیفہ و فقیہہ حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ کے فتاویٰ میں بھی یہی نصیحت ہے۔

مولانا قاضی مظہر حسین صاحب خلیفہ حضرت مدنی کی نصیحت

"مجلس ذکر سے مراد اگر فضائلِ ذکر کا بیان ہے اور مجلس درود شریف سے مراد اگر فضائل درود شریف کا بیان ہے تو یہ جائز ہے۔ کیونکہ تبلیغ ہے۔ لیکن اگر اس سے مراد درود شریف پڑھنا اور اجتماعی ذکر کرنا

[1] اختلافِ امت اور صراطِ مستقیم ص ۱۱۵۔ مؤلفہ مولانا یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ

ہے۔تو بوجہ تداعی یہ ناجائز ہے۔[تحقیقی نظر ص۱۸۵]

(۲)ذکر اللہ تو مطلوب و مقصود ہے اور یہ روح کی غذا ہے چنانچہ قرآن مجید میں فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًاۙ۝ وَّ سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِیْلًا۝ (سورۃ الاحزاب آیت ۴۱۔۴۲)

اے ایمان والو! تم اللہ کا خوب کثرت سے ذکر کرو۔ صبح و شام (یعنی علی الدوام) اس کی تسبیح و تقدیس کرتے رہو۔

البتہ اختلاف تو مجلس ذکر کی نوعیت میں ہے کہ ذکر جہر ہو یا خفی، انفرادی ہو یا اجتماعی۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

ارشادِ خداوندی ہے:

وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ فِیْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِیْفَةً وَّ دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ وَ لَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِیْنَ۝[1]

اے شخص اپنے رب کی یاد کر، اپنے دل میں عاجزی کے ساتھ اور خوف کے ساتھ اور زور کی آواز کی نسبت کم آواز کے ساتھ صبح و شام (یعنی علی الدوام) اہلِ غفلت میں شمار مت ہونا۔

چہ جائے کہ جماعتی طور پر بلند آواز سے ذکر کیا جائے۔

تعجب ہے کہ مروجہ مجالس ذکر کے داعی حضرات اس حکمِ خداوندی

---

[1] سورۃ الاعراف آیت ۲۰۵

کو کیوں نظر انداز کر دیتے ہیں۔"[1]

(۳) بہر حال مروجہ مجالس ذکر بوجہ تداعی عام وغیرہ کے بدعت ہیں ان کو ترک کر دینا چاہیے۔

حضرت علامہ سرفراز خان صاحب صفدر کی نصیحت

"جب قرآن کریم اور حدیث شریف میں آہستہ ذکر کرنے کا حکم ہے تو اس کے خلاف کسی کا عمل کس طرح حجت ہو سکتا ہے۔

ثانیاً حضرت ائمہ اربعہ رحمہم اللہ (حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ، حضرت امام مالک رحمہ اللہ، حضرت امام شافعی رحمہ اللہ اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ) جہر سے ذکر کرنے کو غیر مستحب کہتے ہیں اور حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اس کو بدعت کہتے ہیں۔

نیز تصریح کرتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مخالف ہے۔ جب حضرات ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کا ذکر بالجہر کے خلاف اتفاق ہے تو ذکر بالجہر کے جواز پر اتفاق کیسے ہوا؟ اور کیا حضرات ائمہ اربعہ رحمہم اللہ متقدمین میں سے نہ تھے؟

ثالثاً علماء متاخرین بھی ذکر بالجہر کے مستحب ہونے پر ہر گز متفق نہیں ہیں ہر مسلک کے علماء نے اس کی تردید کی ہے۔ حتیٰ کہ صوفیائے کرام

[1] حضرت جہلمی رحمہ اللہ نمبر حق چار یار جولائی ۱۹۹۶ء

بھی اس پر متفق نہیں ہیں۔ دیکھئے مکتوباتِ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ۔ اس طرح دیگر علماء اور فقہاء و محدثین کی کتابیں بغور مطالعہ کیجیے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث کا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے مطلب پیش کیا ہے کہ کسی وقت تعلیم کے لئے آپ نے ایسا کیا تھا۔ بعد میں چھوڑ دیا۔ دوام اس پر ہر گز نہ ہوا تھا۔ اگر دوام ہوتا تو حضرات ائمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہ کبھی ذکر جہر کو غیر مستحب نہ کہتے یہ ایک ایسی مبین حقیقت ہے جس کا ہر گز انکار نہیں کیا جا سکتا۔ (راہِ سنت ص ۱۷۹ موٗلفہ علامہ سر فراز خان صفدر)

صوفی محمد اقبال صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت و نصیحت

"ممتاز عالم دین جو عوام الناس کی حالت سے اپنے شیخ کی بہ نسبت زیادہ واقف ہو تو عوام کے فساد عقیدہ کے اندیشے کی بنیاد پر اپنے شیخ کے طرز کے خلاف طرزِ عمل اختیار کر سکتا ہے۔ اور اسی طرح مباح امور میں بھی اپنے شیخ کے مزاج کا اتباع کرنا ضروری نہیں۔

لیکن دینی لحاظ سے اگر شیخ کے اعمال شرک و بدعت والے ہوں یا وہ کسی گناہ پر مصر ہو تو ایسے شیخ میں دین کی خرابی ہے۔ جس سے بیعت ہونا ہی جائز نہیں۔

اور اگر کوئی ناواقفیت سے بیعت ہو گیا تو اسے یہ بیعت توڑ دینی ضروری ہے۔ (تحفظ عقائدِ مشائخ دیوبند بحوالہ "صاف صاف باتیں"۔ ص ۱۰۱)

معلوم ہوا کہ فعل مشائخ حجت نہیں۔ حجت حکمِ قرآن و سنت ہے۔

آپ کے سوالات اور ان کا حل

تصوف کے چاروں سلاسل، نقشبندی، قادری، سہروردی اور چشتی سے نسبتوں میں مشترکہ "نسبت سُنی" ہونا ہے۔ ہمارے پردادا مرشد حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مکی رحمۃ اللہ علیہ کو چاروں سلاسل نقشبندی، قادری، سہروردی اور چشتی کے طرق میں اپنے مشائخ سے اجازت و خلافت حاصل تھی۔ اور حضرت حاجی امداد اللہ مکی رحمۃ اللہ علیہ صاحب کے خلفاء سے ان کا فیض آگے جاری ہوا۔ جن میں مشاہیر علماء اور فقہاء میں سے

(۱) قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

(۲) حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ

(۳) حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ

(۴) حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ معروف خلفاء ہوئے"

جن سے آگے حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا روحانی فیض جاری ہوا پھر اُن کے خلیفہ قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ

(۲) شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ

(۳) حضرت شاہ عبد الرحیم صاحب رائے پوری

(۴) حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ معروف خلفاء میں شمار ہوئے۔ ان میں سے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ وہ خوش قسمت بزرگ ہوئے جن کو حضرت مولانا حاجی امداد اللہ مکی رحمۃ اللہ علیہ سے اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے بیک وقت فیض پانے کی سعادت بھی ملی اور دونوں طرف سے چاروں سلاسل، نقشبندی، سہروردی، قادری اور چشتی میں اجازت و خلافت حاصل ہوئی اور ان سے فیض جاری ہوا۔

پھر حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ہم کو بھی فیض حاصل کرنے کی سعادت ملی۔ اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سہارنپوری نے بیک وقت سلسلہ نقشبندی، قادری، سہروردی اور چشتی کا فیض حاصل کیا۔ کیونکہ حضرت حاجی امداد اللہ مکی رحمۃ اللہ علیہ کو چاروں سلاسل سے اجازت و خلافت حاصل تھی اس لئے اُن کے خلفاء کو آگے چاروں سلاسل میں ہی تکمیل کرا کر از جازت و خلافت سے نوازا جاتا تھا۔

اسی طرح شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی چاروں سلاسل نقشبندی، قادری، سہروردی اور چشتی میں اجازت و

خلافت حاصل تھی۔ بندہ کی اور آپ کی سعادت مندی یہ ہے کہ ہم کو شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی نعمت سے اللہ نے نوازا۔ فالحمد للہ۔ چنانچہ ہمارے لئے مرشدی و سیدی کی تعلیم پر چلنے میں ہی ان شاء اللہ فائدہ اور نفع ہو گا۔ ان کے فرمان کے مطابق ہم "اتباعِ سنت" پر چل کر ہی آخرت میں نجات حاصل کر سکیں گے۔

حضرت صوفی محمد اقبال صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحت

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے حضرت مولانا صوفی محمد اقبال صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی نصیحت جو اپنے وصیت نامے محررہ ربیع الثانی ۱۴۱۹ھ مطابق جولائی ۱۹۹۸ء "صاف صاف باتیں" میں کی ہے۔ (اپنی وفات سے صرف ایک سال پہلے کا یہ وصیت نامہ ہے۔ آپ کی وفات ۶ ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ مطابق ۲۰ جولائی ۱۹۹۹ء میں ہوئی) اس میں انہوں نے نصیحت کی ہے:

"ہمارے موجودہ بہت آسان لیکن بہت اہم کام جس کو شیخ (محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ) نے مرض الموت میں اختیار کیا، میں کسی قسم کی بدعت اور شرک کا طرز اختیار نہ کرے اگر کسی نے ایسا کام کیا تو ہم اس سے برأت کا اظہار کرتے ہیں۔" (وصیت نامہ صاف صاف باتیں)

فائدہ اس سے صاف صاف معلوم ہو گیا کہ حضرت صوفی محمد اقبال صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نصیحت کی ہے کہ مجالس ذکر میں کوئی بدعت کا طریقہ اختیار نہ کیا جائے۔

یہی بات اور نصیحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی۔

مَنْ اَحدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا مَا لَیْسَ مِنْہُ فَھُوَ رَدٌّ[1]

ہمارے دین میں جس نے نئی بات گھڑلی وہ مردود ہے۔

یعنی جس نے دین میں کوئی ایسی چیز ایجاد کی جس کی اجازت اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں دی تو اس کا دین سے کوئی تعلق نہیں۔

(۲) اصطلاحِ شریعت میں بدعت ان چیزوں کو کہتے ہیں جن کی اصل شریعت سے ثابت نہ ہو یعنی قرآن مجید، حدیث شریف سے اس کا ثبوت نہ ملے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم اور تبع تابعین رحمۃ اللہ علیہم کے زمانہ میں اس کا وجود نہ ہو اور اسے دین کا کام سمجھ کر کیا جائے یا چھوڑا جائے۔

(۳) اصطلاحِ شریعت میں بدعت ہر وہ فعل ہے جس کو قرون ثلاثہ کی اکثریت نے قبول نہ کیا ہو یا خود ان زمانوں کے بعد پیدا ہو جس میں عقیدہ غیر ضروری کو ضروری سمجھا جائے اور ضروری کو غیر ضروری۔

---

[1] بخاری شریف ج ۳

حافظ عبدالوحید الحنفی

سنت رسول ﷺ کی اہمیت

(۱) اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ لَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَکُمْ ○ (سورۂ محمد آیت ۳۳)

اے ایمان والو اطاعت کرو تم اللہ کی اور اطاعت کرو تم رسول ﷺ کی اور اپنے اعمال کو برباد مت کرو۔

(۲) **قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ**[1]

آپ فرمادیجیے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو تم میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت کرے گا۔

(۳) **مَنْ اَحَبَّ سُنَّتِیْ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَ مَنْ اَحَبَّنِیْ کَانَ مَعِیْ فِی الْجَنَّۃِ** (ترمذی شریف، مشکوٰۃ شریف حدیث ۱۵۹)

جس نے میری سنت کو پسند کیا اس نے مجھ کو دوست رکھا اور جس نے مجھ کو دوست رکھا وہ جنت میں میرے ساتھ ہو گا۔

(۴) **مَنْ اَخَذَ بِسُنَّتِیْ فَھُوَ مِنِّیْ** (کنز العمال حدیث ۹۳۰)

جس نے میری سنت کو لے لیا وہ میری امت سے ہے۔

(۵) **فَمَنْ رَّغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ**[1]

---

[1] القرآن آل عمران آیت ۳۰

پس جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ میری جماعت سے نہیں۔

حضور ﷺ کی نصیحت

يَاأَيُّهَا النَّاس قَدْ تَرَكت فِيْكُمْ شيئَين لَنْ تَضِلُّوا بَعْضهُمَا كِتَاب الله وَ سُنَّتِيْ وَ لَنْ يَتَفرقَا حَتّٰى يَرد عَلَى الحَوْض[2]

اے لوگو! پس تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں۔ اگر تم ان کو مضبوطی سے پکڑے رکھو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ (ایک) اللہ کی کتاب اور (دوسرا) میری سنت اور یہ دونوں چیزیں باہم کبھی جدا نہیں ہو سکتیں حتیٰ کہ حوضِ کوثر پر میرے پاس آئیں گی۔[3]

(۲) فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْن عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّواجِذِ وَ اِيَّاكُمْ وَ مُحدثَاتِ الْاُمُوْرِ فَاِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَة[4]

پس تم پر لازم ہے کہ میری سنت کو اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو مضبوطی سے پکڑو داڑھوں کے ساتھ اور بچو تم دین

---

1 بخاری شریف جلد ۲ ص ۷۵۷

2 مستدرک حاکم ص ۹۳

3 کنزالعمال حدیث ۸۷۶ عن ابی ہریرہ المستدرک للحاکم

4 مستدرک حاکم ج ص ۹۶، کنزالعمال ج ۱ حدیث ۸۷۰ بحوالہ مسند احمد، ابوداؤد، ترمذی

میں نئی نئی باتیں ایجاد کرنے سے کیوں کہ دین میں ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

(۳) اَلْقَائِمُ بِسُنَّتِیْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِیْ لَهٗ اَجْرُ شَهِیْدٍ[1]

جس وقت میری امت میں فساد برپا ہو۔ اس وقت سنت پر قائم رہنے کے لئے شہید جتنا اجر ہو گا۔

(۴) مَا اَمَرْتُكُمْ فَخُذُوْ مَا نَهَیْتُكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا[2]

جس چیز میں تم کو حکم دوں تو اس کو اختیار کرو اور جس چیز سے میں تم کو روک لو تو رک جاؤ۔

(۵) بُعِثْتُ بِالْحَنِیْفِیَّةِ السَّمْحَةِ وَ مَنْ خَالَفَ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ (کنز العمال ح ۸۹۶ عن جابر)

مجھے سیدھا اور توحید والا دین دے کر بھیجا گیا ہے اور جس نے میری سنت کی مخالفت کی اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔

(۶) مَنْ تَمَسَّكَ بِالسُّنَّةِ دَخَلَ الْجَنَّةَ (کنز العمال ح ۹۳۲)

جس نے سنت اپنالی وہ جنت میں داخل ہو گا۔

(۷) اَلْاَمْرُ الْمُفْظِعُ وَ الحمل الحصلع وَ الشَّرُّ الَّذِیْ لَا یَنْقَطِعُ اِظْهَارُ الْبِدَعِ (کنز العمال ح ۱۰۸۹۔ بحوالہ طبرانی)

---

1 کنز العمال حدیث ۸۸۰

2 کنز العمال ح ۸۸۱

گھبراہٹ میں مبتلا کر دینے والا امر اور کمر توڑنے والا گراں بار ایسا شر جو نہ ختم ہونے والا ہو۔ وہ بدعتوں کا غلبہ و ظہور ہے۔

(۸) اَنَّ اللهَ تَعَالیٰ لَا یَقْبَلُ اللهُ لِصَاحِبِ بِدْعَةٍ صَوْمًا وَ لَا صَلَاةً وَ لَا صَدَقَةً وَ لَا حَجًّا وَ لَا عُمْرَةً وَ لَا جِهَادًا و لَا صَرَفًا وَ لَا عَدلًا حَتّٰی یخْرجُ مِنَ الْاِسْلَامِ کَمَا تَخْرُجُ الشعْرَةُ مِنَ الْعجِیْنِ[1]

اللہ تعالیٰ کسی بدعتی کی نہ نماز قبول کرتا ہے نہ روزہ نہ صدقہ نہ حج نہ عمرہ نہ نفل اور نہ ہی کوئی فرض۔ حتیٰ کہ وہ اسلام سے اسی طرح نکل جاتا ہے جس طرح گندھے ہوئے آٹے سے بال نکال دیا جاتا ہے۔

حضرت مولانا محمد زکریا صاحب محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحت

اجتماعی ذکر میں بظاہر تو کوئی اشکال نہیں ہے۔ ایک جگہ جمع ہو کر اپنے اپنے معمولات کا ذکر کرتے رہیں یہ کئی نوع سے موجب تاثیر ہے۔ لیکن حلقہ کے متعلق اپنے اکابر سے کچھ پسندیدگی کے الفاظ سننے میں نہیں آئے۔

اپنے ذہن میں ہمیشہ اس کی وجہ یہ رہی ہے کہ اس صورت میں ذکر

[1] کنز العمال ج ۱ ح ۱۱۔ بحوالہ ابنِ ماجہ۔ الدیلمی عن انس

کی طرف توجہ تام کے بجائے عوارض کی طرف توجہ زیادہ ہوتی ہے۔[1]

(۲) مولانا محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے سوالات کے جواب میں نصیحت فرماتے ہوئے لکھا:

"اس کا لحاظ ضروری ہے کہ بدعتی صورت پیدا نہ ہو جائے۔

مثلاً یہ کہ ایک حلقہ میں ایک نشست یعنی بالکل اجتماعی صورت یہاں بھی نہ ہو۔ مدرسہ قدیم میں جیسے متفرق لوگ کرتے رہتے ہیں۔ اس میں مضائقہ نہیں۔"

(۳) مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک اور سوال کے جواب میں فرمایا:

سوال بعض لوگ کسی سے بھی بیعت نہیں، ان سب کے لئے احقر پریشان ہے کہ کیا کرے بغیر بیعت کے ذکر جہر مناسب ہے یا نہیں، سوم کلمہ، درود شریف، استغفار میں تو غالباً مضائقہ نہ ہو گا؟۔۔۔الخ

احقر محمود غفی عنہ

مدرسہ جامع العلوم ٹپکاپور کانپور

۱۵ فروری ۱۹۷۴

جواب مناسب نہیں۔ جہر سے نہ ہو۔ فقط والسلام

زکریا مظاہر علوم

۱۶ جمادی الاولیٰ۔ جون ۱۹۷۴ء

---

[1] تربیت للسالکین ص ۶۱۰ مکتوبات حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ

الحمد للہ کہ حضرت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحت کے مطابق سُنّی حنفی سلسلہ کے اکثر مشائخ ذکر سُنّت کے مطابق کرتے کراتے ہیں، جو پابندی نہیں کر رہے ان کو بھی حضرت کی نصیحت پر عمل کرنا چاہیے۔

حضرت صوفی محمد اقبال صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دوسری نصیحت

"کام کے پھیلاؤ کے شوق میں کوئی خلاف شرع طریقہ اختیار نہ کرے اس سے بھی ہم بری ہیں، اسی طرح ذکر و شغل کی مجلس کر کے اس کی آڑ میں لوگوں کا مال کھائے اور صفائی معاملات کی پرواہ نہ کرے ایسی مجالس سے بھی برأت کرتے ہیں۔"[1]

حاصل نصیحت میں یہ ہوا کہ خلافِ شرع طریقہ اختیار نہ کرے۔ اس لئے ہمیں مجالس ذکر میں کوئی ایسا طرزِ عمل اختیار نہ کرنا چاہیے جس سے اہلِ بدعت سے مشابہت ہو اور اہل السنت والجماعت احناف کا طرزِ عمل چھوٹ جائے۔

(۲) حضرت صوفی محمد اقبال صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آگے فرمایا ہے:

"اور ان رسومات کو جو اولیاء اللہ کے ہاں رائج رہی ہیں۔ اگر کوئی صحیح عقیدے کے ساتھ کرتا ہو تو اس کو بدعت شرک قرار نہیں دیتے ہیں۔

[1] رسالہ صاف صاف باتیں بحوالہ تحفظ عقائد مشائخ دیوبند مصنفہ حکیم مسعود الرحمٰن ص ۹۷

لیکن خود صحیح عقیدے کے ساتھ بھی ان رسومات کو نہیں کرتے۔"

حاصل اس نصیحت میں بھی وہ تاکید کر رہے ہیں کہ صحیح عقیدہ کے ساتھ بھی ایسا طرزِ عمل مجالس ذکر میں اختیار نہ کریں جس سے شرک و بدعت کرنے والوں سے مشابہت ہو۔ اس لئے بھی ضروری ہے کہ مجالس ذکر کو شرعی احکام کے مطابق تداعی کے ساتھ قائم کرنے کے بجائے سنت کے مطابق انفرادی طور پر بیعت ہونے والوں کو مشائخ تاکید کریں کہ اپنی اپنی جگہ کثرت ذکر اللہ کریں لیکن کسی بھی صورت میں ایسا معمول نہ بنائیں جس سے فقہاء نے روک دیا ہو۔

(۳) حضرت صوفی محمد اقبال صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ نصیحت بھی کی ہے:

"لاعلمی میں میرا کوئی خیال یا تحریر یا کوئی لفظ بھی اُن کی تحقیق یا مزاج کے خلاف ہو تو وہ نا قابلِ التفات اور مردود ہے۔"

حاصل اس نصیحت سے بھی وہ یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر کوئی خیال یا تحقیق حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزاج یا تحقیق کے خلاف ہو تو وہ نا قابلِ التفات اور مردود ہے۔

چنانچہ حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجالس ذکر کے لئے جو ہدایات دی ہیں ان میں صاف صاف ہدایت کی ہے کہ:

ایک جگہ جمع ہو کر اپنے اپنے معمولات کا ذکر کرتے رہیں یہ کئی نوع سے موجب تاثیر ہے لیکن حلقہ کے متعلق اپنے اکابر سے کچھ پسندیدگی کے

الفاظ سننے میں نہیں آئے۔۔۔۔الخ

اس لئے ہم کو شریعت کے مطابق اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایت و نصیحت کے مطابق مجالس ذکر میں یا انفرادی طور پر ذکر اللہ کرنا چاہیے۔ ذکرِ جہر چونکہ فقہ حنفی میں منع ہے۔ اس لئے فقہ حنفیہ کے مطابق اور سنت پر عمل کرنا چاہیے۔

(۲) آپ نے اپنے مکتوب میں لکھا ہے کہ:

"بندہ نے اپنی تحریر میں یہ سوال بھی پوچھا تھا کہ اگر اس خلافت کے بعد خدانخواستہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے طرزِ عمل یا اتباع میں حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے کوئی تبدیلی ہوئی تو اس کی کوئی مثال بتائی جائے؟ بندہ اپنی کتاب مختلف جگہ نشان زدہ کر کے دوبارہ جناب کی خدمت میں پیش کر رہا ہے۔ آنجناب سے گذارش ہے کہ بندہ کی تحریر دوبارہ بنظر غایر مطالعہ فرمائیں ان شاء اللہ مکمل وضاحت ہو جائے گی۔"

الجواب آپ کے ارشاد کے مطابق آپ کی نشان زدہ عبارات کو بنظرِ غایر مطالعہ کیا۔ آپ کی وضاحت اپنی جگہ درست ہے۔ صرف اس میں اتنی بات عرض کر تا ہوں کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تربیت السالکین میں جو مجالس ذکر کے بارے میں نصیحت کی ہے کہ ایک ہی جگہ جمع ہو کر اپنے اپنے معمولات کا ذکر کرتے رہیں۔

اور اس کا لحاظ ضروری ہے کہ بدعتی صورت پیدا نہ ہو، مثلاً یہ کہ ایک حلقہ میں ایک نشست یعنی بالکل اجتماعی صورت یہاں بھی نہ ہو۔ مدرسہ قدیم میں جیسے متفرق لوگ کرتے رہتے ہیں۔ اس میں مضائقہ نہیں۔

تبدیلی کی مثال

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحت کے برعکس ایک حلقہ مجالس ذکر میں جہر سے بیک وقت سب ذاکرین ذکر جہر کرتے ہیں۔ یہ طرز حضرت شیخ کی تعلیم اور نصیحت کے خلاف ہے۔ اس لئے آپ سے عرض ہے کہ آپ خانقاہِ اقبالیہ میں طرزِ عمل مذکورہ نصیحت کے مطابق فقہائے احناف کی ہدایات کے مطابق اگر کر دیں تو ان شاء اللہ عند اللہ ذکر کی مقبولیت کی یہ علامت ہو گی۔

حضرت صوفی محمد اقبال صاحب کی تیسری نصیحت

حضرت صوفی محمد اقبال صاحب اپنے وصیت نامہ میں فرما گئے ہیں:

"مباح امور میں اپنے شیخ کے مزاج کا اتباع کرنا ضروری نہیں۔[1]

[1] تحفظ عقائد مشائخ دیوبند مؤلفہ حکیم مسعود الرحمٰن ٹیکسلا ص ۱۰۱

اس لئے ضروری ہے کہ ہم ”سُنی نسبت“ اور ”حنفی نسبت“ سے اہل السنت والجماعت کو کُھل کر اتباعِ سنت کی تبلیغ کر کے متبع سنت بنائیں تا کہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو۔

الحمدللہ ہم امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد ہیں۔ اس لئے ذکر اللہ تو کریں لیکن سنت کے مطابق انفرادی طور پر اپنی اپنی جگہ بغیر جہر کے کریں اس سے ایک تو یہ ذکر ”سنت“ کے مطابق ہو گا اور دوسرا اہلِ بدعت کے طرزِ عمل سے مشابہت بھی نہیں ہو گی۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زیارت نصیب ہوئی وہ تابعین سے ہیں۔

(۲) آپ نے اپنی تحریر میں فرمایا ہے کہ:

”نفس جہر کے حدیث پاک سے ثبوت کے بعد موانع (نائم، مصلی، قاری) کی عدم موجودگی کے بعد بطور تدبیر و بغرض علاج انفرادی و اجتماعی ذکر جہر کی ممانعت کی وجہ نہیں“

الجواب وجہ صرف یہی ہے کہ ”اتباعِ سنت“ کے مطابق فقہ حنفی میں جہر سے منع کیا گیا ہے۔ اگر فقہ حنفی کو نظر انداز کر کے مجالس ذکر اجتماعی صورت میں بغرض علاج بھی کریں گے تو غیر مقلدوں سے مشابہت ہو جائے گی۔ اس لئے بہتر صورت احتیاط اسی میں نظر آتی ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک پر بغیر جہر کے ذکر کریں اور مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحت پر عمل کریں:

"طریق صوفیہ میں سے طریقہ نقشبندیہ کے بزرگوں نے ذکرِ جہر کو بھی بدعت جان کر اس سے منع کیا گیا ہے۔"[1]

(۳) آپ نے لکھا ہے کہ:

"حصول ایمان ایمان وتزکیہ کا ابتدائی درجہ جو فرض عین ہے اس کے لئے تداعی کیسے ناجائز ہو سکتی ہے؟"

الجواب جس عبادت کو شریعت نے کسی خاص کیفیت و ہیئت کے ساتھ مقیّد نہیں کیا اور اس کے لئے کسی خاص اہتمام اور اجتماع کی ترغیب نہیں دی اس کے لئے خاص طریقہ مقرر کرنا اور اس کو شریعت کا حکم سمجھنا یا اس کو اہتمام اور اجتماعی صورت سے ادا کرنا احداث فی الدین اور بدعت میں داخل ہے۔

مسلم شریف میں حدیث ہے:

عن النبی ﷺ قال لَا تَخْتَصُّوا لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ بِقِيَامٍ مِنْ بَيْنَ اللَّيَالِي وَ لَا تَخْتَصُّوا يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِصِيَامٍ مِن بَيْنَ الْأَيَّامِ اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ فِي صَوْمٍ يَصُوْمُ اَحِدِكُمْ[2]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فضیلت کی وجہ سے جمعہ کی رات کو نماز وغیرہ کے لئے اور دن کو روزہ کے لئے خاص کرنا منع ہے۔

---

[1] مکتوباتِ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ج ا مکتوب ۲۶۶ ص ۶۴۶

[2] مسلم شریف ج ا ص ۳۶۱

مختلف شعبوں میں کام کرنے والی جماعتوں کی تداعی کی نوعیت

آپ نے اپنے مکتوب میں یہ بھی سوال اٹھایا ہے اور لکھا ہے کہ:

"اہل حق حضرات علماء دیوبند کے اکابرین رحمہم اللہ سے لے کر آج تک علماء دیوبند کی دین اسلام کے مختلف شعبوں میں کام کرنے والی جماعتیں، جمیعتیں تنظیمیں مختلف مقاصد کے لئے تداعی کی کئی صورتیں اختیار کرتی ہیں اور اُن کو کوئی بدعت نہیں کہتا نہ اس پہ نکیر ہوتی ہے۔ شاید ہی کوئی مہینہ یا ہفتہ خالی گزرتا ہو جس میں علماء دیوبند کی کسی جماعت تنظیم کی جانب سے کسی اجتماع (محفل حمد و نعت، محفل حسن قرأت، سیرت النبی ﷺ سیرت صحابہ رضی اللہ عنہم، مدارس کے مختلف اجتماعات حتیٰ کہ ۱۹۷۴ء سے اب تک یوم ختم نبوت) جیسے اجتماعات کے لئے ملکی اور بین الاقوامی سطح پر تداعی کی ممکن حد تک تمام صورتیں اختیار نہ کی جاتی ہوں؟

تو جب یہ سب جائز ہیں اور ان کی انتہائی وسیع پیمانے پر تداعی کے باوجود کسی جانب سے کبھی نکیر نہیں کی گئی تو حصول ایمان جو تصوف کا مقصدِ اصلی اور فرض عین ہے اس کے لئے تداعی کیسے ناجائز قرار دی جاسکتی ہے؟ اور بندہ نے یہ بھی لکھا تھا کہ مجالس ذکر کے جو فضائل و ترغیبات احادیث صحیحہ صریحہ میں وارد ہیں ان کا حصول بغیر تداعی کیسے ممکن ہے؟

جب کہ ذکر اللہ مامور بہ ہے اور قرآن پاک اور احادیث مبارکہ میں ذکر اللہ کی کثرت کا حکم انتہائی واضح موجود ہے اور مجالس ذکر اللہ کے فضائل و ترغیبات مختلف انداز سے احادیث صحیحہ میں بکثرت موجود ہیں اور مجالس ذکر میں شمولیت کا حکم متعدد احادیث میں آیا ہے تو ان فضائل کا حصول اور ان احکامات کی تعمیل بغیر تداعی کے کیسے ممکن ہے؟"

الجواب آپ کے سوالات کے جواب میں عرض ہے کہ مختلف تنظیموں کے اجتماعات کے پروگراموں کی تداعی کو کسی نے بدعت نہیں کہا کیونکہ وہ ایک وقتی تنظیمی دعوت ہوتی ہے اُس کو وہ تنظیمیں فرض، واجب یا سنت سمجھ کر تداعی نہیں کرتیں اس لئے ان جلسوں اور ان کے تبلیغی اجتماع کو ناجائز اور بدعت نہیں قرار دیا گیا اور نکیر بھی اس لئے نہیں کی جاتی کہ اُن کو عقیدے کی چیز نہیں قرار دیا جاتا۔

مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ خلیفہ مجاز حضرت مولانا سید احمد مدنی رحمہ اللہ فاضل دارالعلوم دیوبند لکھتے ہیں:

مجلس ذکر سے مراد اگر فضائلِ ذکر کا بیان ہے اور مجلس درود شریف سے مراد اگر فضائل درود شریف کا بیان ہے تو یہ جائز ہے۔ کیونکہ تبلیغ ہے۔ لیکن اگر اس سے مراد درود شریف پڑھنا اور اجتماعی ذکر کرنا ہے۔ تو بوجہ تداعی یہ ناجائز ہے۔ (تحقیقی نظر ص ۱۸۵)

تداعی کرنے کی ممانعت کی وجہ

مشہور فقیہ علامہ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

لِأَنَّ ذِكْرُ اللهِ اِذْ قَصَدَ بِهِ التَّخَصِيصِ بِوَقْتِ دُوْنَ أُو بِشَئٍ لَمْ يَكُنْ مَشْرُوعَا حَيْثُ لَمْ يُرِيْدُ الْمَشْرُوعِ لِأَنَّهُ خَلافَ الشَّرعِ [البحرائق ج۲ص۱۵۹]

جب شریعت نے ذکر اللہ کو کسی خاص وقت کے ساتھ یا جہر و اخفاء اور اجتماع و انفراد کسی خاص کیفیت و ہیئت کے ساتھ مخصوص نہیں کیا تو اس کو اپنی طرف سے کسی وقت یا کسی خاص کیفیت کے ساتھ متعین کر دینا غیر مشروع ہو گا۔ کیونکہ اس کے متعلق شریعت میں کوئی تخصیص نہیں آئی لہٰذا وہ خلافِ شرع ہو گا۔

عَنْ فَتَاوٰی الْقَاضِیْ انه حَرَام لما صح عَنْ ابْن مَسْعُوْد أَن اخرجه جَمَاعَة منَ الْمَسْجد يهللون وَيَصلون عَلَى النَّبِیِّ ﷺ جَهْراً وَ قَالَ لَهُمْ مَا أَرَاكُمْ اِلّا مبْتدِع عين [1]

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اجتماعی ذکر کرنے والوں کو اسی طرح درود شریف پڑھنے والوں کو مبتدع فرمایا اور اس کی وجہ یہ بیان فرمائی:

---

[1] شامی ج۵ص۳۸۰

مَا عَهِدُوا ذٰلِكَ عَلٰى عَهْدِهٖ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ

یعنی یہ کیفیت ذکر و درود شریف پڑھنے کی آپ ﷺ کے زمانہ مبارک میں نہ تھی۔

اس احداث ہیئت جدیدہ کی وجہ سے ایسا کرنے والوں کو مبتدع قرار دیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ فرائض کے علاوہ عبادات کے لیے تداعی اور اہتمام سے ان کی دعوت دینا مکروہ ہے۔ اور مواظبت فعلی بھی تداعی میں داخل ہے۔

حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے ذکر کی تاکید کا مطلب

یہ نہیں ہے کہ اس سے اجتماعی ذکر بالجہر کا ثبوت سمجھا جائے۔ بلکہ اس تاکید سے انفراداً ذکر اللہ کی کثرت بتلائی جائے تو بھی مقصود حاصل ہو جاتا ہے۔

جیسا کہ مظاہر علوم سہارنپور اور خانقاہِ تھانہ بھون میں عمل تھا یہی طرز خانقاہ رائے پور کا رہا ہے۔ ان خانقاہوں میں شروع میں اجتماعی نہیں بلکہ انفرادی ذکر کی ہمیشہ بکثرت تلقین ہوتی رہی۔ اور اس پر عمل رہا۔ پھر دیکھا دیکھی بعض خانقاہوں میں ذکر بالجہر مروج ہو گیا۔ جو بطورِ علاج بتایا گیا اور یہ بھی صاف صاف بتایا گیا کہ یہ ذکر بالجہر کی مجالس نہ فرض

ہیں نہ واجب ہیں نہ سنت ہیں یہ بطورِ علاج ہیں جو ذکر کا طریقہ سکھانے کے لئے بعض مشائخ نے شروع کیا لیکن جب ان کو بتایا گیا کہ یہ طریقہ سنت کے خلاف ہے اور شریعت میں ایسا ذکر بالجہر کرانا اور کرنا خلافِ سنت ہے تو انہوں نے بند کر دیا۔ اور سنت کے مطابق اپنی اپنی جگہ انفرادی طور پر ذکر اللہ کی خوب تلقین کی۔

مولانا تقی عثمانی صاحب کی نصیحت

نفلی عبادت کا تو یہ حاصل ہے کہ وہ (بندہ) ہو اور اس کا پروردگار ہو اور کوئی تیسرا شخص درمیان میں حائل نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ میرا بندہ براہِ راست مجھ سے تعلق قائم کرے اس لئے نفلی عبادتوں میں جماعت اور اجتماع کو مکروہ قرار دے دیا۔ اور یہ حکم دے دیا کہ اکیلے آؤ اور خلوت میں آؤ اور ہم سے براہِ راست رابطہ کرو۔۔۔۔الخ

(۲) اس لئے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نفلی عبادات کی اس طرح ناقدری نہ کرو۔ نفلی عبادت کی قدر یہ ہے کہ تم ہو اور تمہارا اللہ تیسرا کوئی نہ ہو۔ لہٰذا نفلی عبادت جتنی بھی ہیں ان سب کے اندر یہ اصول بیان فرمادیا کہ تنہائی میں اکیلے عبادت کرو۔[1]

[1] اصلاحی خطبات ج ۴ ص ۲۶۷ مطبوعہ کتب خانہ نعیمیہ دیوبند

آواز ملا کر ذکر جہر نہیں ہوتا تھا

آپ نے اپنی مکتوب میں بھی یہ لکھا ہے کہ:

"آواز ملا کر ذکر جہر ہمارے حضرت رحمۃ اللہ کی حیات مبارکہ میں آپ کی مجالس میں کبھی نہیں ہوا، نہ آپ کے متعلقین کے ہاں ہوا۔"

جواب آپ کا ارشاد درست ہے یہ چونکہ سنت کے خلاف ہے اس لئے ہمارے حضرت ایسا نہیں کرتے تھے۔ اس لئے اہل السنت و الجماعت کو سنت کے مطابق ذکر کرنا چاہیے۔ لیکن آج صورتِ حال یہ ہے کہ کئی جگہ جلسہ میں اور کانفرنس میں بعض مشائخ نے یہ معمول بنالیا ہے کہ وہ تقریر کے دوران یا آخر میں آواز ملا کر ذکر جہر کرتے اور کراتے ہیں۔ اور جب کہا جاتا ہے کہ یہ "خلافِ سنت" ہے اجتماعی شکل میں نہ کیا کرو تو جواب یہ دیا جاتا ہے کہ سلسلہ قادریہ میں آواز ملا کر ذکر اللہ کرانا قادری مشائخ کا معمول ہے جب کہ ضابطہ یہ ہے کہ فعل مشائخ حجت نہیں۔ حال یہ ہے کہ اصلی نسبت تو سنی ہونا ہے۔ جب ایک عمل سنت کے خلاف ہے تو قادری سلسلہ سے اس کی نسبت کرنے سے کیا وہ عمل خلافِ سنت نہیں رہے گا۔ جب حضرات ائمہ احناف نے یہ بتا دیا ہے کہ یہ خلافِ سنت ہے تو امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلدین تو سنی نسبت رکھتے ہیں وہ تو سنت کے مطابق ذکر بغیر جہر کے کریں اور قادری سلسلہ کے بزرگ بھی فرما گئے ہیں کہ یہ مجالس ذکر بالجہر نہ فرض ہیں نہ

واجب نہ سنت ہیں۔

کیا ذکر بالجہر کو بدعت کہنا اختلافِ ذوق ومشرب کی وجہ سے ہے؟

آپ نے اپنے مکتوب میں لکھا ہے کہ:

"اگرچہ ہمارے حضرت کے سلسلہ میں آواز ملا کر ذکر نہ کبھی ہوا اور نہ اب ہو رہا ہے اور حضرات نقشبندیہ میں بھی پہلے جہر مروج رہا اور بعد میں خفی شروع ہوا اور ان کا اس کو بدعت کہنا اختلاف ذوق و مشرب کی وجہ سے ہے۔"

الجواب یہاں آپ سے بہت بڑا تسامح ہوا ہے۔

سلسلہ نقشبندیہ، حضرت بہاؤ الدین نقشبند (المولود ۷۱۸ھ) کی نسبت مشہور ہوا خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ قرآن و سنت کا علم رکھتے تھے۔ انہوں نے تصوف کے نام پر جو بدعات جاری ہو گئیں تھیں بڑی حکمت سے اس سے بچاتے ہوئے بدعات کی ظلمت سے امتِ مسلمہ کو نکال کر سنت کا نور پھیلایا۔

اس لئے ان کے دور میں جتنے بھی سلاسل قادری، سہروردی، چشتی آپ کے دور سے پہلے کے چلے آرہے تھے نقشبندی سلسلہ کو بھی بدعات سے پاک کیا۔

اور دوسرے سلاسل کو بھی بدعات کے اندھیروں سے مسلمانوں کو

نکال کر سُنّی نسبت سے سُنّت کے خلاف ذکر جہر کرنے سے روکا۔ تو یہ روکنا "اتباعِ سنت" کی وجہ سے تھا نہ کہ اختلافِ ذوق وشوق کی وجہ سے تھا حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکرِ جہر سے روکنا

اسی وجہ سے تھا کہ یہ طریقِ علاج سنت کے خلاف مروج تھا۔ آپ نے اس سے پہلے قادری، سہروردی، چشتی سلاسل سے بھی فیض پالیا تھا۔ اور اپنے والد ماجد حضرت مخدوم عبد الاحد رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلہ چشتیہ، قادریہ سہروردیہ سے اجازت وخلافت بھی حاصل تھی پھر خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ سے اپنے والد ماجد کی وفات کے بعد بیعت کی اور ان کی طرف سے بھی خلافت حاصل ہوئی۔

آپ ہزار سالہ مجدد تھے اس لئے سب سلاسل کو سنت کے خلاف ذکر بالجہر کرنے سے روکا اور اتباعِ سنت میں یہ طریقہ اختیار کیا اپنے ذوق وشوق کا اس میں دخل نہ تھا۔ دین میں اصلی نسبت سُنّی ہونا ہے۔ مجدد صاحب نے سُنّی کی نسبت سے بدعات ورسومات کے خلاف کام کرکے سُنّت کا نور پھیلایا۔

(۲) مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

منع از ذکر جہری کنند کہ بدعت است باآنکہ ذوق وشوق می بخشند [1]

---

[1] مکتوبات ج ا مکتوب ۲۳۱

یعنی اگرچہ ذکر جہر سے ذوق و شوق پیدا ہوتا ہے لیکن بدعت ہونے کی وجہ سے مشائخ ان سے منع کرتے ہیں۔

قیامت کے دن سنی نسبت کام آئے گی

مشائخ ہر دور میں سُنّی نسبت کے تحت کام کرتے رہے۔ طریقِ علاج عند اللہ وہی محبوب اور عند اللہ مطلوب ہے جو سنت کے مطابق ہو۔

آپ نے اپنے مکتوب میں لکھا ہے کہ:

"آخر میں یہ ضروری وضاحت عرضِ خدمت ہے کہ آنجناب کا یہ فرمان کہ "سب حضرات اپنے متعلقین کو خانقاہوں میں انفرادی ذکر خفی کی ترغیب و تعلیم دیں" یہ سلسلہ عالیہ چشتیہ اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی بنیادی تعلیمات اور طریق علاج سے آنجناب کی توجہ عالی نہ ہونے کی وجہ سے ہے، جیسا کہ بدنی علاج کی علاج بالمثل اور علاج بالضد وغیرہ قسمیں ہیں۔

آنجناب کا فرمان علاج بالمثل والے زیر علاج مریض کو علاج بالضد یا بالعکس کے حکم دینے کے مترادف ہے۔۔۔۔ الخ"[1]

جواب آپ کا فرمان درست ہے کہ جسمانی مریض کے لئے یہی اصول ہے۔ لیکن دینِ اسلام میں سب سے اہم نسبت سُنّی ہونا ہے اور سُنّی ایسی صورت میں کامل بنے گا کہ روحانی علاج ایسے شیخ سے کرائے جو فنافی

[1] مکتوب محررہ ۲۹ صفر المظفر ۱۴۴۰ھ مطابق ۸ نومبر ۲۰۱۸ء

اللہ اور فنا فی الرسول ہو یعنی کتاب و سنت کا عالم ہو اور ہر کام سنتِ رسول ﷺ اور جماعت رسول ﷺ کی اتباع میں کرے۔ اس میں چشتی، سہروردی، نقشبندی، قادری نسبتوں کے معمولات سے روحانی علاج کے صرف وہ نسخے استعمال کرے جو سنتِ رسول اللہ ﷺ کی اتباع میں دیے گئے ہوں۔ جو نسخے سُنّت کے مطابق نہ پائے جائیں ان کو استعمال نہ کرے تا کہ روحانی علاج میں ذوق و شوق کو معیار بنا کر سنت سے محروم نہ ہو جائے۔ چونکہ سُنّی نسبت ہی آخرت میں کامیابی اور روحانی ترقی کا سبب بنے گی جس کے سامنے دوسرے علاج ناکام ثابت ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ ہمیں زندگی کی آخری سانس تک صراطِ مستقیم پر اپنی رضا کے ساتھ چلنا نصیب کریں۔ آمین

ذکرِ جہر کو بھی بدعت جان کر اس سے منع کیا ہے

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۳۴ھ) نصیحت کرتے ہیں:

"حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد اپنے بزرگ مخدوم زادوں (خواجہ عبد اللہ اور خواجہ عبید اللہ) کی جناب میں عرض کرتا ہے:۔۔۔ اور طریقہ صوفیہ میں سے طریقہ نقشبندیہ کا اختیار کرنا بہت مناسب اور بہتر ہے۔ کیونکہ ان بزرگوں نے سنت کی متابعت کو لازم پکڑا ہے اور

بدعت سے اجتناب کیا ہے۔ بلکہ ذکر جہر کو بھی بدعت جان کر اس سے منع کیا ہے اور وہ فائدے اور ثمرات جو اس پر مرتب ہوتے ہیں ان کی طرف التفات نہیں کی۔"

ایک دن حضرت ایشاں خواجہ باقی باللہ کی خدمت میں مجلس طعام میں حاضر تھا۔ شیخ کمال نے جو حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے مخلص دوستوں میں تھا کھانا شروع کرتے وقت حضرت ایشاں کے حضور میں بسم اللہ کو بلند کیا حضور کو بہت ناخوش گوار معلوم ہوا۔ اور یہاں تک کہ جھڑکا اور فرمایا کہ:

اس کو کہہ دو کہ ہماری مجلس طعام میں حاضر نہ ہوا کرے۔

اور میں نے حضرت ایشاں باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ سے سُنا ہے کہ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ علمائے بخارا کو جمع کر کے حضرت امیر کلال قدس سرہٗ کی خانقاہ میں لے گئے تا کہ ان کو ذکرِ جہر سے منع کریں۔

علماء نے حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا کہ "ذکرِ جہر بدعت ہے نہ کیا کریں" انہوں نے جواب میں فرمایا "نہ کریں گے"۔

جب اس طریقہ کے بزرگوار ذکرِ جہر سے منع کرنے میں اس قدر مبالغہ کرتے ہیں تو پھر سماع ورقص اور وجد کا کیا ذکر۔ وہ احوال و مواجید جو غیر شرع اسباب پر مرتب ہوں فقیر کے نزدیک استدراج کی قسم سے ہیں۔ (مکتوباتِ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ج ا مکتوب ۲۶۶)

حاصل حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی اس نصیحت سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ بزرگوں نے سنت کی متابعت کو لازم پکڑا ہے اور بدعت سے اجتناب کیا ہے بلکہ ذکرِ جہر کو بھی بدعت جان کر اس سے اجتناب کیا ہے۔ اور ثمرات جو اس پر مرتب ہوتے ہیں ان کی طرف التفات نہیں کی۔

اللہ تعالیٰ ہمارے مشائخ کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے ہم جیسے عاجزوں کو بدعات پر چلنے کا حکم نہیں دیا۔ اور نہ ہی ان ہلاک کرنے والے اندھیروں میں ہم سے تقلید کرائی اور نہ ہی سنت سے ہٹ کر کسی راہ کی طرف راہنمائی کی اور نہ ہی شریعت علیہ و علیٰ آلِہِ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع کے علاوہ کوئی راہ بتائی۔ (مکتوبات مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ج ۲ مکتوب ۲۳)

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ شیخ احمد سرہندی کی نصیحت

(۱) میرے بیٹے! میں تمہیں اور تمام احباب کو نصیحت کرتا ہوں کہ سنتِ نبوی علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام کی پیروی کریں اور بدعت سے بچیں۔

(۲) پس جس نے متروکہ سنتوں کو زندہ کیا اور رواج پا جانے والی بدعات سے کسی بدعت کو ختم کیا وہ بہت خوش نصیب ہے۔

(۳) جو لوگ بدعت میں حُسن دیکھتے ہیں فقیر اس مسئلے میں ان کی موافقت نہیں کر سکتا اور میں کسی ایک کو بھی حسنہ نہیں سمجھتا۔[1]

---

[1] مکتوباتِ مجدد الف ثانی ج ۲ مکتوب ۲۳

خام صوفیوں کا پیروی کے عمل کا بہانہ

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

امام ہمام ضیاء الدین شامی کی ملتقط میں مذکور ہے اور صوفیہ کا عمل حل و حرمت میں سند نہیں ہے۔ صرف یہی کافی نہیں کہ ہم ان کو معذور سمجھیں اور ان کو ملامت نہ کریں اور ان کا امر اللہ تعالیٰ کے سپرد کردیں۔

یہاں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول معتبر ہے نہ کہ ابو بکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ اور ابی حسن نوری رحمۃ اللہ علیہ کا عمل۔ اس زمانہ کے کچے اور خام صوفیوں نے اپنی پیروں کے عمل کو بہانہ کر کے سرور و رقص کو اپنا دین و ملت بنایا ہے۔ اور اسی کو اطاعت اور عبادت سمجھ لیا ہے۔ اولٰئک الذین اتخذوا دینھم لھواً و لعبا (یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے لہو لعب کو اپنا دین بنالیا ہے)۔

اور روایت سابقہ سے معلوم ہو چکا ہے کہ جو شخص فعل حرام کو مستحسن اور اچھا جانے وہ اسلام سے نکل جاتا ہے اور مرتد ہو جاتا ہے۔[1]

حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ کی شان اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مقام و مرتبہ سمجھنے کے لئے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کا ایک مکاشفہ پر مبنی ارشاد ملاحظہ فرمائیں:

---

1 مکتوباتِ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ج ۱ مکتوب ۲۶۶

آخری زمانے میں جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے تو مذہب حنفی کے مطابق عمل کریں گے۔

چنانچہ خواجہ محمد پارسا قدس سرہٗ فصول ستہ میں فرماتے ہیں:

اور یہی ان کی بزرگی کی کافی علامت ہے کہ ایک پیغمبر اولوالعزم ان کے مذہب پر عمل کرے گا اور کسی اور کی سینکڑوں بزرگیاں بھی اس کی ایک بزرگی کے برابر نہیں ہو سکتیں۔[1]

حضرت امام مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کی نصیحت

(۱) جب کراہت اور اجابت کی دلیلیں آپس میں متعارض ہوں تو ترجیع کراہت کو ہوگی کیونکہ احتیاط کا پہلو اسی میں ملحوظ رہ سکتا ہے چنانچہ اصولِ فقہ لکھنے والوں کے یہاں یہ بات طے شدہ ہے۔[2]

(۲) جہان کا جہان دریائے بدعت میں ڈوبا ہوا اور بدعت کی تاریکیوں میں آرام پکڑے ہوئے ہے۔ کسی کی کیا مجال کہ بدعت کے خلاف دم مارے؟ یا کسی سنت کو زندہ کرنے میں لب کشائی کرے۔

اس دور کے اکثر علماء بدعات کو رواج دینے والے اور سنت کو مٹانے والے ہیں۔ جو بدعتیں چاروں طرف پھیل گئی ہیں ان کو مخلوق کا تعامل سمجھ کر ان کے جواز بلکہ استحسان ہونے کا فتویٰ دیتے ہیں اور بدعات کی

---

1 مکتوباتِ مجدد الف ثانی ج ۳ مکتوب ۱۲۷ ص ۶۹۶

2 مکتوباتِ مجدد الف ثانی رحمہ اللہ ج ۱ مکتوب ۲۸۸

طرف لوگوں کی رہنمائی کرتے ہیں۔[1]

(۳) اگر آج کے صوفی انصاف کریں تو ان پر لازم ہے کہ وہ "سنت" سے ہٹ کر اپنے مشائخ کرام رحمہم اللہ کی پیروی نہ کریں اور نئی نئی بدعات کو اس عذر کے ساتھ دین نہ بنائیں کہ ہمارے بڑے اس پر عمل کرتے تھے۔ کیونکہ بیشک "اتباعِ سنت" میں یقیناً نجات ہے اور سنت کے علاوہ تقلید میں خطرے ہی خطرے ہیں۔۔۔۔۔ الخ[2]

(۴) اہل السنت و الجماعت کے مطابق اپنے عقائد کو رکھنا ضروری ہے کیونکہ قیامت کے دن اسی فرقہ اور گروہ کو نجات حاصل ہو گی۔ اور ان کے عقائد کی پیروی کے بغیر بالکل ناممکن ہے اور اگر ایک بال برابر بھی ان کے عقیدہ کی مخالفت ہو گی تو پھر خطرہ ہی خطرہ ہے۔ اور یہ حقیقت بالکل صحیح کشف اور صریح الہام سے یقیناً ثابت ہو چکی ہے اور اس میں غلطی کا شائبہ تک نہیں ہے۔[3]

(۵) بدعت اور سنت ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ ایک کا وجود دوسرے کی نفی کرتا ہے۔ چنانچہ سنت کو زندہ کرنے سے بدعت کی موت ہے اور اسی طرح بدعت کو رائج کرنا سنت کی موت ہے۔ لہٰذا یہ کیسے درست ہو سکتا ہے کہ بدعت کا نام بدعت حسنہ رکھا جائے، جب کہ یہ بدعت سنت

---

[1] مکتوباتِ مجدد الف ثانی رحمہ اللہ ج ۲ مکتوب ۵۴

[2] مکتوباتِ مجدد الف ثانی رحمہ اللہ ج ۲ مکتوب ۲۳

[3] مکتوباتِ مجدد الف ثانی رحمہ اللہ ج ۱ مکتوب ۵۹

کو رفع کر دینے والی ہے۔ کیوں کہ تمام سنتیں اللہ کی رضا کا سبب ہیں اور سنت کی تمام ضدیں شیطان کے راضی کرنے کا ذریعہ ہیں۔

اور یہ بات اگرچہ اکثر لوگوں کو گراں گزرے گی اس لئے کہ بدعات رائج ہو چکی ہیں، لیکن وہ عنقریب جان لیں گے کہ وہ حق پر تھے یا ہم۔

اور منقول ہے کہ امام مہدی علیہ السلام اپنے دورِ حکومت میں جب ترویجِ دین واحیاء سنت کا ارادہ فرمائیں گے تو خطیب شہر جس نے بدعت حسنہ کو اپنا رکھا ہو گا، فرمائیں گے کہ یہ شخص ہمارے دین کو مٹانے اور ہماری ملت کو زائل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اس پر امام مہدی علیہ السلام اس خطیب شہر کو قتل کرنے کا حکم دیں گے اور جس عمل کو وہ عالم بدعت حسنہ قرار دیتا تھا، اسے دین سے الگ بات قرار دیں گے۔ (مکتوبات ج ا مکتوب ۵۵)

(۶) جناب سید المرسلین علیہ الصلوۃ والسلام کی اتباع کرنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرنا، بدعات سے پرہیز کرنا، اگرچہ بدعات تجھے صبح کی روشنی کی مانند چمک دار کیوں نہ نظر آئیں کیونکہ فی الحقیقت بدعت میں کوئی نور نہیں، کوئی روشنی نہیں، نہ بیمار کے لئے شفا ہے اور نہ بیماری کے لئے اس میں دوا ہے پس بدعت میں کوئی خیر نہیں اور نہ کوئی حسن ہے بس افسوس ہے ان لوگوں پر کہ انہوں نے کہاں سے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ بدعتِ حسنہ ایجاد کی جا سکتی ہے، کیا ان کو معلوم نہیں کہ تکمیل و اتمام (کامل و مکمل ہونے) کے بعد کسی چیز میں ایجاد کا دروازہ کھولنا اس

کے حسن کو زائل کر دیتا ہے۔ اور اگر وہ جان لیتے کہ دین کامل میں کسی بدعت کو حسنہ کہنا دین کے کامل نہ ہونے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمت کے پورا نہ ہونے کو لازم کرتا ہے تو وہ اس بات کی قطعاً جرأت نہ کرتے۔ (مکتوباتِ مجدد الف ثانی رحمہ اللہ ج ۲ مکتوب ۱۹)

میں اللہ تعالیٰ سے عاجزی کے ساتھ ہر حال میں یہ درخواست کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسے لوگوں سے بچائے جو دین میں نئے ایجاد کردہ عمل کو دین قرار دے دیتے ہیں جو عمل سیدنا خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے زمانوں میں نہیں تھا۔ والسلام

خادم اہلِ سنت عبد الوحید الحنفی چکوال

۱۵ ربیع الاول ۱۴۴۰ھ مطابق ۲۵ نومبر ۲۰۱۸ء

خادم اہلسنّت حافظ عبد الوحید الحنفی

جوابی مکتوب ۲۔ مولانا حکیم مسعود الرحمٰن صاحب بنام راقم الحروف

۲۱ ربیع الاول ۱۴۴۰ھ بروز جمعہ

محترم ومکرم جناب حضرت مولانا عبد الوحید حنفی صاحب زید مجدھم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ‘

امید ہے آپ خیریت سے ہوں گے، بندہ جناب کی تحریر کے جواب میں صرف یہ عرض کر کے اس موضوع کو اپنی طرف سے ختم کرتا ہے اور جواب الجواب سے معذرت کرتا ہے کہ سید الطائفہ حضرت رشید احمد گنگوہی حضرت مولانا قاسم نانوتوی حضرت شیخ الہند حضرت مدنی حضرت تھانوی حضرت سہارنپوری حضرت لاہوری حضرت شیخ اور ہمارے حضرت صوفی محمد اقبال رحمہم اللہ اجمعین ان تمام امور کے بارے میں ہم اور آپ سے زیادہ باخبر تھے اور ہم اور آپ سے زیادہ سنت و بدعت کو جاننے والے بھی تھے ہمارے نزدیک ان تمام اکابر رحمہم اللہ اجمعین کا اپنا عمل اور متعلقین کو تلقین اس باب میں ہمارے لیے حجت ہے اور ہمارے عمل کے لیے بطور سند کافی ہے۔ اس سے متعلق تمام دلائل مع حوالہ کتب بندہ اپنی سابقہ تحریرات میں پیش کر چکا ہے۔ اہل حق حضرات میں اختلاف دور صحابہ رضی اللہ عنھم سے چلا آ رہا ہے۔ بندہ مزید خط و کتابت اور جواب الجواب سے معذرت خواہ

ہے۔ و للناس فیما یعشقون مذاہب

والسلام حضرت حکیم مسعود الرحمٰن صاحب

بقلم محمد احسن سعید

آخری مکتوب راقم الحروف بنام مولانا مسعود الرحمٰن صاحب مدظلہ

الجواب

از چکوال

۲۳ ربیع الاوّل ۱۴۴۰ھ ۲ دسمبر ۲۰۱۸ء

بروز اتوار بوقت ۸ بجے صبح

بخدمت محترم و مکرم جناب حضرت مولانا مسعود الرحمٰن صاحب مدظلہ'

مقیم خانقاہ اقبالیہ ٹیکسلا ضلع راولپنڈی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی امان میں رکھیں اور اپنی رضا نصیب کریں (آمین)

آپ کا مکتوب گرامی جو آپ نے محترم محمد احسن سعید صاحب کی قلم سے لکھوایا اور ارسال فرمایا۔ ۲۲ ربیع الاوّل ۱۴۴۰ھ مطابق یکم دسمبر ۲۰۱۸ء بروز ہفتہ بوقت ظہر ملا۔ جزاک اللہ احسن الجزاء

(۱) آپ نے فرمایا ہے کہ: بندہ جناب کی تحریر کے جواب میں صرف یہ عرض کر کے اس موضوع کو اپنی طرف سے ختم کرتا ہے اور جواب

الجواب سے معذرت کرتا ہے کہ سید الطائفہ حضرت رشید احمد گنگوہی حضرت مولانا قاسم نانوتوی حضرت شیخ الہند حضرت مدنی حضرت تھانوی حضرت سہارنپوری حضرت لاہوری حضرت شیخ اور ہمارے حضرت صوفی محمد اقبال رحمہم اللہ اجمعین ان تمام امور کے بارے میں ہم اور آپ سے زیادہ باخبر تھے۔

فائدہ آپ نے درست فرمایا ہے۔ بندہ نے اس لیے مذکورہ بزرگوں کی تحقیقات پر مشتمل ایک عرض داشت بصورت مکتوب آپ کو ارسال کی تھی کہ یہ بزرگ ہماری فتنوں سے بچانے کے لیے کیا رہنمائی تحریری صورت میں ہدایات اور نصیحت کے طور پر فرما کر دنیا سے آخرت کی طرف تشریف لے گئے۔ بس دعا فرمائیں کہ بزرگوں کی نصیحتوں پر ہمیں یہ فانی زندگی گذارنے کی اللہ توفیق دیں۔

(۲) آپ نے اپنے اس آخری ناصحانہ مکتوب میں آگے فرمایا ہے:

"اور ہم سے زیادہ سنت اور بدعت کو جاننے والے بھی تھے"

فائدہ آپ نے یہ بھی درست فرمایا ہے کہ وہ ہم سے زیادہ سنت اور بدعت کے جاننے والے تھے۔ اس لیے ہمیں نصیحت کر گئے کہ "مجالس ذکر میں کوئی بدعت کا طریقہ اختیار نہ کیا جائے۔"

فقہ حنفی حدیث نبوی ﷺ کے مطابق ہے

حضرت امام العصر حضرت مولانا علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ (المتوفی ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۹۳۳ء) فرماتے ہیں:

"ہم نے اپنی عمر کے تیس سال یہ دیکھنے کے لیے صرف کر دیے کہ فقہ حنفی حدیث کے مطابق ہے یا نہیں؟

سو ہم اپنی اس ۳۰ سالہ محنت کے بعد قطعاً مطمئن ہیں۔ جہاں جس وجہ کی حدیث دوسرے فقہاء کے پاس ہے اس درجہ کی حدیث امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھی ہے۔ اور جہاں حدیث نہ ہونے کی بنا پر امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے مسئلہ کی بنیاد قیاس و اجتہاد پر رکھی ہے، وہاں دوسروں کے پاس بھی حدیث نہیں ہے۔[1]

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ جو مسلمانانِ اہل سنت کے امام ہیں

شیخ علی مخدوم جلالی غزنوی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ معروف بہ داتا گنج بخش لاہوری حنفی المتوفی ۴۶۵ھ نے اپنی معروف کتاب کشف المحجوب میں لکھا ہے:

"میں ایک دفعہ ملک شام میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی قبر کے سرہانے سویا ہوا تھا کہ اپنے آپ کو مکہ معظّمہ میں دیکھا۔ اتنے میں فخر موجودات سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم باب بنی شیبہ سے تشریف لائے۔ اور آپ نے ایک بوڑھے شخص کو بچوں کی طرح گود میں لیا ہے اور نہایت شفقت فرما رہے ہیں۔ میرے دل میں سوال پیدا ہوا کہ یہ پیر روشن بخش کون ہیں؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "یہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو مسلمانانِ اہل

---

[1] ماہنامہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ ج ۷ اشارہ ۴ بروایت مولانا انظر شاہ کشمیری

سنت کے امام ہیں“[1]

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں نصیحت

الشیخ الامام حضرت خواجہ محمد عبد الباقی باللہ دہلوی (المتوفیٰ ۱۰۱۲ھ) سلسلہ نقشبندیہ کے شیخ الاعظم اور امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد ہیں۔

عبادات و معاملات میں نہایت محتاط تھے۔ ایک روز حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا۔ انہوں نے فرمایا کہ: اے شیخ! میری فقہ پر عمل کرنے والے بڑے بڑے اولیاء اللہ اور علمائے امتِ مرحومہ ہیں۔ اور سب نے بالاتفاق امام کے پیچھے قرأت فاتحہ کو موقوف کر رکھا ہے لہٰذا آپ کے لیے بھی وہی طریقہ مناسب ہے۔ اس کے بعد آپ نے اس امر میں امام کے پیچھے قرأت فاتحہ کو ترک کر دیا۔[2]

ہمارے اکابر کے اکابر میں حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۵۰ھ میں وفات پائی۔ آپ نے ۱۶ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زیارت کی اور اُن سے فیض پایا۔ ساڑھے بارہ لاکھ مسائل کو قرآن و حدیث اجماع و قیاس کی روشنی میں مرتب و مدون فرما گئے، ہمارے اکابر ان کی تقلید کرتے تھے۔

---

[1] کشف المحجوب حضرت مخدوم علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ

[2] تذکرۃ المحدثین، انوار الباری شرح بخاری ج ۲ ص ۱۷۴

(۳) آگے آپ نے اپنے مکتوب میں فرمایا ہے کہ:

"ہمارے نزدیک ان تمام اکابر رحمہم اللہ کا اپنا عمل اور متعلقین کو تلقین اس باب میں ہمارے لیے حجت ہے۔"

فائدہ آپ نے درست فرمایا ہے۔ بندہ نے اسی غرض سے یہ اکابر کے ملفوظات اور ہدایات اور نصیحتیں نقل کر کے ارسال کی تھیں تاکہ ہمارے لیے یہ مشعلِ راہ ہوں۔

(۴) آگے آپ نے فرمایا ہے کہ:

"اور ہمارے عمل کے لیے بطور سند کافی ہے اس سے متعلق تمام دلائل مع حوالہ کتب اپنی سابقہ تحریرات میں پیش کر چکا ہے، اور اہل حق حضرات میں اختلاف دور صحابہ رضی اللہ عنہم سے چلا آرہا ہے۔ بندہ مزید خط و کتابت اور جواب الجواب سے معذرت خواہ ہے۔ و للنّاس فیما یشعون مذاہب"

فائدہ آپ نے اپنی جگہ تو درست فرمایا ہے، لیکن بڑے بزرگ اکابر خود یہ فرما گئے ہیں، جو ان اکابر کے بھی اکابر تھے کہ:

"فعلِ مشائخ حجت نہیں"[1]

بے شک اتباعِ سنت میں یقیناً نجات ہے اور سنت کے علاوہ تقلید میں خطرے ہی خطرے ہیں۔

اور یہاں تک حضرت صوفی محمد اقبال صاحب رحمہ اللہ فرما گئے ہیں کہ:

1 مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ جلد ثانی مکتوب ۲۳

"ہم یہ بھی دعویٰ نہیں کرتے کہ ہمارا طرز عمل کوئی وحی ہے۔ اگر ہم پر غلطی واضح ہو گی تو ہم توبہ کر لیں گے۔"[1]

اور حضرت صوفی محمد اقبال صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی وصیت کر گئے ہیں:

"ممتاز عالم دین، جو عوام الناس کی حالت سے اپنے شیخ کی نسبت زیادہ واقف ہو تو وہ عوام کے فساد عقیدہ کے اندیشہ کی بنیاد پر اپنے شیخ کے طرز کے خلاف طرز عمل اختیار کر سکتا ہے۔ اور اسی طرح مباح امور میں بھی اپنے شیخ کے مزاج کا اتباع کرنا ضروری نہیں۔ لیکن دینی لحاظ سے اگر شیخ کے اعمال شرک وبدعت والے ہوں یا وہ کسی گناہ پر مصر ہو تو ایسے شیخ میں دین کی خرابی ہے۔ جس سے بیعت ہونا ہی جائز نہیں اور اگر کوئی ناواقفیت سے بیعت ہو گیا تو اسے بیعت توڑ دینی ضروری ہے۔"[2]

خاتمہ بالخیر والاکرام شاید بندہ کا بھی یہ زندگی کا آخری خط ہو۔ دعا ہے کہ خاتمہ بالخیر ہو، عمر کے ۷۲ سال گذر چکے ہیں۔ ان شاء اللہ یہ خط و کتابت آنے والی نسلوں کے لیے یادگار ہو گی اور آخرت میں اعمال نامہ کا حصہ ہو گی۔

اہل سُنّت کو کمال معرفت بخشا گیا
یہ جماعت راہِ حق کی راز داں رہ جائے گی

---

[1] تحفظ عقائد مشائخ دیوبند ص ۳۶ مؤلفہ مولانا حکیم مسعود الرحمٰن صاحب

[2] تحفظِ عقائد مشائخ دیوبند ص ۱۰۱ بحوالہ وصیت نامہ صوفی محمد اقبال صاحب رحمۃ اللہ علیہ

سر بکف رہتے ہیں جو بھی شرک و بدعت کے خلاف
اُن کی قربانی ہی زیب داستاں رہ جائے گی

والسلام خادم اہل سنت عبد الوحید الحنفی
مقیم مدنی جامع مسجد نیا محلہ بھون روڈ چکوال
۲۳ ربیع الاوّل ۱۴۴۰ھ مطابق ۲ دسمبر ۲۰۱۸ء بروز
اتوار ۸ بجے دن

اجتماعی ذکر کرنا دیوبندیت نہیں، بدعت ہے

دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث
مولانا مفتی سعید احمد پالن پوری مد ظلہم کا اعلان حق:

اِسی طرح سے ہمارے حلقے میں بعض بڑے بڑے حضرات لاؤڈ اسپیکر لے کر بیٹھتے ہیں اور ذکر کراتے ہیں، سب مریدین بیٹھے ہیں، وہ کہیں گے: لاإِلٰہ الا اللہ۔ تو سب کہیں گے: لاإِلٰہ الا اللہ۔ یہ بدعت ہے۔ کوئی بڑے سے بڑا آدمی کرواتا ہو، کسی کا نام نہیں لیتا، اِس طریقے سے ذکر کروانا یہ بدعت ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اِسی پر نکیر کی۔[1] کہو بھئی: سبحان اللہ! سب کہہ رہے ہیں: سبحان اللہ، سبحان اللہ، سبحان اللہ۔ اِسی پر نکیر کی تھی۔

یہ طریقہ میں نے آج سے پچیس (۲۵) سال پہلے برسٹن میں، ایک بزرگ تھے، مولانا اسماعیل وادی والا، میں بولٹن میں رمضان گزارتا تھا،

[1] کہ ایک شخص دوسروں سے کہہ رہا تھا[ناقل]

برسٹن قریب ہے، وہ میرے پاس آتے تھے، میرے اُن سے تعلقات تھے، ایک مرتبہ میں برسٹن گیا، تقریر کرنے کے لیے، تو مسجد میں اُن کے دس بارہ مریدین تھے، اور وہ گول بیٹھے تھے، اور بیٹھ کر وہ ذکر کراتے تھے، لاالہ الااللہ۔ تو سب کہتے تھے: لاالہ الااللہ۔ پھر وہ حضرت کہتے تھے: لاالہ الااللہ۔ تو سب کہتے تھے: لاالہ الااللہ۔ یہ طریقہ غلط ہے۔ ذکر: یہ اِنفرادی عبادت ہے۔ اور سب بیٹھے ہوں، ایک وہاں بیٹھا ہو، ایک وہاں بیٹھا ہو، ایک وہاں بیٹھا ہو، (ہر کوئی) اپنا اپنا ذکر کر رہا ہو، کرو! اجتماعی نہیں۔ اجتماعی ذکر کرواتا ہے، کوئی بڑے سے بڑا آدمی کرواتا ہے، چاہے کوئی مفتی کرواتا ہے، وہ غلط ہے۔ وہ دیوبندیت نہیں ہے۔ پچاس (۵۰) سال سے تو میں اکابر دیوبند کو دیکھتا آرہا ہوں۔ اجتماعی ذکر کہیں نہیں تھا۔ اَب شروع ہو رہا ہے، دیوبندیوں میں بھی اجتماعی ذکر شروع ہو رہا ہے۔ یہ بدعت ہے۔ اِس سے بچنا چاہیے۔

اتنا تو میں نے دیکھا ہے، ہمارے اکابر میں سے حضرت شیخ (شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا) قدس سرہ کے ساتھ جو لوگ اعتکاف کرتے تھے، وہ ظہر کے بعد ذکر کرتے تھے، ہر ایک اپنا اپنا ذکر کر رہا ہے۔ یہ اجتماعی ذکر نہیں ہے، یہ تو ایک جگہ بیٹھے ہیں۔...

حضرت شیخ قدس سرہ کے ہاں یہ تو ہم نے دیکھا کہ مسجد میں پانچ سو سات سو آدمی ہیں، ہر ایک اپنا ذکر کر رہا ہے، دائیں سے کوئی مطلب نہیں، بائیں سے کوئی مطلب نہیں، کسی کا ذکر جلدی شروع ہوا، کسی کا بعد میں ختم ہوا۔ اس کی ہیئت اجتماعیہ نہیں ہے۔ ہیئت اجتماعیہ یہ ہے کہ:

لاؤڈ اسپیکر لے کر پیر صاحب بیٹھے ہیں، (اور کہتے ہیں:) لا الہ الا اللہ۔ تو اَب سب کہتے ہیں ایک ساتھ: لا الہ الا اللہ۔

یہ ایک نئی بات ہے جو دیوبندیوں میں پیدا ہونی شروع ہو رہی ہے۔ میرے بھائیو! جہاں تک میری آواز پہنچے، وہاں تک پہنچاؤ یہ بات، کہ یہ (طریقہ) غلط ہے، ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اِسی پر تنقید کی۔"

خاتمہ بالخیر: مرکز رشد و ہدایت دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی سعید احمد پالن پوری مدظلہ کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے، ہم کو اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت نصیب کی ہے کہ ہم مسلک اہل السنت و الجماعت کی تعلیمات کے مطابو اور محققین احناف کی ہدایات کے مطابق عمل پیرا ہیں۔

ہر بدعت کے طریقہ کو چھوڑ دیں اور اپنے سالکین کو اتباع سنت کرنے اور بدعات سے سچی توبہ اور رجوع کرنے کی تاکید کریں۔ جن مشائخ نے اہل بدعت کی خانقاہوں کی طرف دیکھتے ہوئے اپنی خانقاہوں میں تداعی کے ساتھ اجتماعی ذکر بالجہر کی مجالس کا سلسلہ شروع کیا ہوا ہے، وہ یہ سلسلہ ختم کر دیں۔

تمنا مختصر سی ہے، مگر تمہید طولانی

و ما علینا الا البلاغ

خادِم اہل سنت عبدالوحید الحنفی چکوال

۸ رجب المرجب ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۶ مارچ ۲۰۱۹ء

مولانا حفیظ اللہ صاحب کے نام مکتوب ۲

از چکوال

۱۸ ربیع الاول ۱۴۴۰ھ ۲۷ نومبر ۲۰۱۸ء

بروز منگل صبح ۸ بجے

بخدمت جناب مولانا حفیظ اللہ صاحب مدظلہ

السلامُ علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہماری بخشش فرمائیں اور خطائیں معاف فرمائیں اور اپنے صالحین بندوں کی پیروی میں صراطِ مستقیم پر چلنے کی سعادت نصیب فرمائیں اور مسلک امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید میں چلنے کی توفیق عطا فرمائیں اور اپنی رضا کی دولت سے نواز کر آخرت میں سرخرو فرمائیں آمین۔ بندہ نے آپ کو چند کتب "احیاء سنت"، "آفتابِ سنت"، "اتباعِ سنت" وغیرہ ارسال کی تھیں۔ امید ہے کہ آپ نے مطالعہ کرلی ہوں گی۔

(۲) چند دن قبل کسی ساتھی نے بتایا کہ آپ نے اپنی تصنیف "مجالس ذکر اللہ کے خلاف سازشیں" کا نیا ایڈیشن بعض ترامیم و اضافہ جات کے ساتھ شائع کیا ہے۔ یہ نسخہ ابھی تک میرے پاس نہیں پہنچا۔ اگر ممکن ہو سکے تو ایک نسخہ بھجوا دیں۔ اس کے مطالعہ سے ممکن ہے علم میں اور اضافہ ہو۔ اور نجات کے لیے اس میں مفید باتیں ہوں۔ کیونکہ موت تک یہ علمی سفر فتنوں سے بچ بچا کر اللہ کی رضا کے حصول کے لئے اتباعِ

سنت میں طے کرنا ہے۔

اور صراطِ مستقیم کے ساتھ دونوں طرف ارد گرد ۷۲ راستے بھی ساتھ ساتھ ہی صراطِ مستقیم سے پھسلانے کے لئے فتنوں کی صورت میں جارہے ہیں اور ان فتنوں سے سوائے اللہ تعالیٰ کی خصوصی نصرت و مدد کے بچنانا ممکن ہے۔

اس لئے اللہ ہی سے دعا ہے کہ وہ ہم کو مسلکِ اہلِ سنت والجماعت سے آخری سانس تک وابستہ رہنے کی سعادت نصیب کریں اور فتنوں سے محفوظ رکھیں۔ آمین

(۳)چند دن قبل حضرت مولانا حکیم مسعود الرحمٰن صاحب کا ایک اصلاحی مکتوب بندہ کے نام آیا تھا۔ اس پر بندہ نے کچھ تحریر کر کے وہ عریضہ ان کو ارسال کیا تھا۔ علم میں اضافے کے لئے ایک نقل آپ کے مطالعہ کے لئے بھی ارسال ہے۔

دعاؤں میں یاد رکھیں اور دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم کو اپنی رضا نصیب کریں۔ آمین۔ اور متقین کی دوستی قیامت کے دن کام آئے گی۔

والسلام خادم اہلِ سنت عبد الوحید حنفی

نیا محلہ بھون روڈ چکوال ضلع چکوال

خادم اہلسنّت عبدالوحید حنفی

مولانا حفیظ اللہ صاحب کے نام مکتوب نمبر ۳

از چکوال
۴ربیع الثانی ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۱دسمبر ۲۰۱۸ء
بروز منگل ۱۰ بجے شب

جناب محترم حضرت مولانا حفیظ اللہ صاحب مدظلہ
استاد الحدیث جامعہ دارالعلوم ربانیہ پھلور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔ بندہ نے ایک عریضہ ۱۸ ربیع الاول ۱۴۴۰ھ مطابق ۲۷ نومبر ۲۰۱۸ء کو ارسال کیا تھا۔ اُمید ہے کہ آپ کو مل گیا ہوگا۔ جس کے ساتھ ایک مکتوب کی نقل بھی ارسال کی تھی جو کہ حضرت مولانا حکیم مسعود الرحمٰن صاحب مدظلہ ٹیکسلا کو لکھا گیا تھا۔

(۲) آپ کی کتاب ''مجالس ذکر اللہ کے خلاف سازشیں'' کا جدید ایڈیشن ایک ساتھی نے بھیج دیا ہے مطالعہ سے علم میں اضافہ ہوا اور کئی نئی باتیں آپ نے تحریر کی ہیں جو آپ کی تحقیق میں آپ کے مطالعہ میں آئیں۔ اس طرح علمی تحقیق سے جانبین کو حق تلاش کرنے اور حق کے راستہ میں حائل رکاوٹیں دور کرنے میں مدد ملے گی۔

(۳) آپ نے جدید طباعت کے ص ۲۱۲ پر درست لکھا ہے کہ:

حدیث مبارکہ میں موجود ہے کہ:

"آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ سنی سنائی باتوں کو پھیلائے۔" [مجالس ذکر اللہ کے خلاف سازشیں ص ۲۱۲]

علماء کی شان یہی ہونی چاہیے کہ وہ تحقیق کے بعد کوئی واقعہ یا روایت نقل فرمائیں تاکہ ان کی قلم یا تحریر سے کوئی ایسی روایت نہ تحریر ہو جو سچی نہ ہو اور جس راوی سے جھوٹی بات، یا دیدہ دانستہ روایت جھوٹ پر مبنی ثابت ہو جائے وہ راوی تو کذاب راویوں میں شمار ہو جاتا ہے اور اس سے پھر اس کی سچی روایت بھی محدثین قبول نہیں کرتے جس کا کذب ثابت ہو جائے۔

آپ نے بالکل درست لکھا ہے کہ علماء کی شان یہ ہے کہ وہ کوئی بھی روایت ہو پہلے تحقیق کریں پھر اگر سچی ہونے کا صدفی صد یقین ہو جائے تو پھر آگے روایت نقل کریں کیونکہ علماء کی بیان کردہ روایات آگے تاریخ کا حصہ بنیں گی۔

اگر غلط روایت یا جھوٹ پر مبنی روایت نقل کریں گے تو قیامت تک جو اس روایت کو سچا جانیں گے گناہ گار بھی ہوں گے اور آخرت میں بھی کذاب لوگوں میں بھی شمار ہوں گے، پھر اگر بغیر توبہ اور رجوع کیے دنیا سے جائیں گے تو آخرت میں پچھتائیں گے اور اپنے جرم کی سزا پائیں گے۔ غلط بات سے اللہ تعالیٰ دنیا ہی میں رجوع کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

(۴) تبصرہ بر کتاب

طبع جدید میں آپ نے کتاب کے عنوان میں جدید اضافہ کرتے ہوئے یہ تحریر فرمایا ہے:

"قطب الاقطاب شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ ان کے خلفاء کرام اور اکابر علمائے دیوبند کی روحانی "مجالس ذکر اللہ کے خلاف سازشیں" حقیقتاً روحِ علمائے حق کے خلاف سازش ہے۔"[1]

جانبین کے دلائل کا مطالعہ کرنے کے بعد تحقیق میں یہ آیا ہے کہ:

قطب الاقطاب شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ یہ چاہتے تھے کہ علماء اور مشائخ کو ذکر اللہ کی ترغیب عوام الناس کو دینی چاہیے۔ اور یہ ترغیب اس طرح مشائخ دیں کہ وہ ذکر اللہ کثرت سے کریں لیکن "سنت" کے مطابق کریں اور ذکر اللہ اس طرح کریں جس طرح سرورِ کائنات رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کو ذکر کرنے کا طریقہ سکھایا ہے اور پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے وہ طریقہ اپنایا ہے اور پھر اپنے شاگردوں کو ذکر اللہ کرنے کی تعلیم دی ہے۔

کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ اَحدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ

ہمارے دین میں جس نے نئی بات گھڑلی وہ مردود ہے۔[2]

---

1 صفحہ اول ٹائٹل کتاب مجالس ذکر اللہ کے خلاف سازشیں مؤلفہ حفیظ اللہ

2 بخاری شریف ج ۱ ص ۳۷۱۔ مسلم شریف ج ۲ ص ۷۷، ابو داؤد شریف ج ۲ ص ۲۷۹۔ ابنِ ماجہ ۳

اس لئے شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے سوال کے جواب میں بھی فرمایا اور نصیحت کی کہ:

دل تو یہ چاہتا ہے کہ یہ سلسلہ کسی طرح جاری ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ شانہٗ مدد فرمائے۔ اور خدا کرے کہ آپ ہی کے ذریعہ سے یہ سلسلہ چلے۔ اس کا لحاظ ضروری ہے کہ بدعتی صورت پیدا نہ ہو، مثلاً یہ کہ ایک حلقہ میں سب کا ذکر نہ ہو۔ علیحدہ علیحدہ نشستیں تجویز کریں اس کو آپ خود ہی اچھی طرح سمجھتے ہیں۔

ایک نشست یعنی بالکل اجتماعی صورت یہاں بھی نہ ہو۔ مدرسہ قدیم میں جیسے متفرق لوگ کرتے رہتے ہیں۔ اس میں مضائقہ نہیں۔

حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرا یہ سوال پوچھا کہ:

بعض لوگ کسی سے بھی بیعت نہیں۔ ان سب کے لئے احقر پریشان ہے کہ کیا کرے بغیر بیعت کے ذکر جہر مناسب ہے یا نہیں؟

حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جواب:

"مناسب نہیں"۔

حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے تیسرا یہ سوال پوچھا کہ:

سوم کلمہ، درود شریف، استغفار میں تو غالباً مضائقہ نہ ہو گا؟

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا:

"جہر سے نہ ہو"۔ [1]

(۵) حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحت کا حاصل

اس نصیحت سے واضح ہو گیا کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ چاہتے تھے کہ مشائخ ذکر اللہ کی ترغیب دیں اور لوگوں کو ذکر کرنے کی تعلیم دیں لیکن اس کا لحاظ ضروری ہے کہ بدعتی صورت پیدا نہ ہو۔ [2]

اگر حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحت اور تعلیم کے مطابق اُن کے خلفاء سالکین کو ذکر کی تعلیم دیں اور وہ انفرادی ذکر کریں تو کسی کو بھی اختلاف اور اعتراض نہیں ہے۔

دونوں طرفوں کے نظریات پڑھنے کا خلاصہ یہی نکلتا ہے۔

(۶) ذکر اللہ کے خلاف سازش کا ثبوت نہیں ملا

تحقیق پر یہ واضح ہوا کہ کوئی بھی مشائخ میں ایسا شیخ نہیں ملا جو اپنے مریدین میں ذکر نہ بتلاتا ہو۔ سب مشائخ مسنون تسبیحات ہر ایک مرید ہونے والے کو بیعت کرتے ہوئے ذکر بتلاتے ہیں کہ یہ یہ تسبیح صبح وشام اتنی مقدار میں روزانہ پڑھیں اور پھر ساتھ ہی اسمِ ذات اور نفی اثبات کی تسبیحات بھی بتلاتے ہیں اور درود شریف پڑھنے کی تاکید کرتے ہیں۔

[1] تربیت السالکین ص ۱۵۶۔۱۵۷۔ مکتوبات شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ

[2] تربیت السالکین ص ۱۵۶

تحقیق میں یہ بھی ثابت ہوا کہ مولانا عبد الرحیم صاحب چار یاری طریقت میں حضرت مولانا سید امین شاہ صاحب مخدوم پوری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہونے کے ساتھ ساتھ مجاز بھی ہیں اور وہ خود بھی اپنے شاگردوں کو تسبیحات ستہ کی روزانہ ذکر کرنے کی تعلیم دیتے ہیں اور نفی اثبات اور ذکر اسم ذات کی پابندی کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ اس طرح یہ بات بھی غلط ثابت ہوگئی کہ وہ مجالس ذکر اللہ کے خلاف سازش کر رہے ہیں۔

وہ حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کے مطابق یہی کہتے ہیں:

”اجتماعی ذکر (ذاکرین کے اکٹھے بیٹھنے) میں بظاہر تو کوئی اشکال نہیں ہے۔ ایک جگہ جمع ہو کر اپنے اپنے معمولات کا ذکر کرتے رہیں یہ کئی نوع سے موجب تاثیر ہے۔

لیکن حلقہ (آواز ملا کر ذکر) کے متعلق اپنے اکابر سے کچھ پسندیدگی کے الفاظ سننے میں نہیں آئے۔“ [مکتاباتِ شیخ الحدیث ج ۲ ص ۴۹۴]

اس لئے تداعی کے ساتھ مجالس ذکر بالجہر نہ کریں۔

اس تحقیق میں یہ ثابت ہوگیا کہ جانبین میں کوئی بھی مجالس ذکر اللہ کے خلاف نہیں۔ ہاں ایک جانب سے یہ تقاضا شدت سے پایا گیا کہ مجالس ذکر کی کوئی صورت سنت کے خلاف نہ بنائی جائے اور سنت اور شریعت کے بتائے ہوئے طریقہ پر ذکر کیا جائے اور کرایا جائے۔ جانبین کی جانب سے جاری کردہ تعلیمات کے تناظر میں مطالعہ کرنے پر یہ تحقیق ہوئی کہ حقیقتاً روحِ علمائے حق کی جو ذاکرین کو تعلیم دے رہے ہیں

وہ قطب الاقطاب شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب رحمہ اللہ کی ارشاد فرمودہ صورت وہی ہے جو اکابر علمائے دیوبند نے دی ہے کہ ذکر کرتے ہوئے اس کا لحاظ ضروری ہے کہ بدعتی صورت پیدا نہ ہو۔ وہ اسی صورت میں ہے جو حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ، حضرت مولانا ڈاکٹر عبد الواحد صاحب رحمہ اللہ، حضرت مولانا مفتی عبد القدوس صاحب رحمہ اللہ، حضرت مولانا مفتی جمیل الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ، حضرت مولانا محمد امین شاہ صاحب مخدوم پوری صاحب رحمہ اللہ وغیرہ نے صورت بتلائی ہے کہ:

مجالس ذکر اللہ میں سنت کے مطابق ذکر اللہ کی مسنون تسبیحات انفرادی شکل میں پوری کی جائیں تاکہ بدعتی صورت پیدا نہ ہو۔ اور روحانی علاج بھی ہو جائے گا اور ذکر اللہ سے روحانی ترقی سنت کی اتباع بھی ہو جائے گی اور اس صورت میں اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو جائے گی اور عند اللہ یہ ذکر مقبول ہو جائے گا۔

(۷) ضروری تصحیح

کتاب کے ص ۲۱۲ پر خلفاء مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ میں جو مولانا سعید یوسف صاحب سے روایت نقل کی گئی ہے کہ وہ درست نہیں۔ بندہ نے خطوط لکھ کر اُن سے وضاحت چاہی تھی لیکن ان کا جواب نہیں آیا۔ مولانا سعید یوسف صاحب رحمہ اللہ کو جو عریضہ لکھا تھا اس کی نقل ارسال ہے۔

(۸) اشتہارات عرس کی حقیقت

آپ نے اپنی کتاب کے ص ۱۱۰ پر سنی کانفرنس بھیں کے اشتہار کا عکس شائع کیا ہے اور ص ۱۱۱، ۱۱۲ اور ۱۱۳ پر پیر مقصر شاہ صاحب کے عرس کے اشتہارات کا عکس شائع کیا ہے اور اوپر لکھا ہے کہ نقش اول صبح کو دیکھیں، نقشِ ثانی دوپہر کو دیکھیں اور نقشِ ثالث شام کو دیکھیں۔

یہ آپ نے تو خدا جانے کس مقصد کے لئے شائع کیے ہیں عرس کے جواز کے ثبوت میں یا عدم جواز کے دلائل میں یہ اشتہارات کا عکس شائع کیا ہے۔ البتہ اس کے بارے میں جو صوفی ارشاد صاحب کا معذرت نامہ ہے وہ آج سے ۲۱ سال پہلے ہم نے ماہنامہ حق چاریار لاہور جلد ۱۰ شمارہ نمبر ۱ میں بعنوان "معذرت نامہ منجانب صوفی ارشاد حسین چاریاری" پڑھا تھا جو انہوں نے خط، حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام لکھا تھا وہ آپ بھی پڑھ لیں تاکہ صورت حال کا علم ہو جائے۔ اور ان کا پسِ منظر سامنے آجائے۔

بخدمت جناب حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدظلہ

السلامُ علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! عرض ہے کہ کھیوڑہ کے ساتھی راجہ محمد ضمیر صاحب نے وقت مانگا کھیوڑہ میں پروگرام کے لئے بندہ نے عرض کیا کہ تم عرس کا عنوان ختم کرو تو پھر میں جلسہ پر حاضر ہو جاؤں گا۔ انہوں نے فرمایا کہ آپ تسلی رکھیں میں یہ عنوان ختم کردوں گا اور

جلسہ پر تم کو ضرور آنا ہو گا۔

بعد میں راجہ ضمیر صاحب نے خط بھی لکھا ہے کہ ہمارے جلسہ ٦ نومبر ١٩٩٦ء پر ضرور آئیں ہم نے عنوان تبدیل کر لیا ہے اور فون بھی کیا اس میں بھی تسلی دی۔

اس طرح کھیوڑہ کے جلسہ میں حاضر ہو گیا۔ لیکن وہاں جا کر معلوم ہوا کہ جو اشتہار چھاپا گیا اس میں عرس کا عنوان بھی تھا۔ اس پر مجھے بے حد افسوس ہوا کہ کس طرح مجھے اندھیرے میں رکھ کر بلایا گیا۔ اس کے بعد انہوں نے منت سماجت کی کہ آئندہ بالکل ہم عرس کا عنوان ختم کر دیں گے اور معذرت کی جس پر میں جلسہ میں شریک ہو گیا۔ لیکن میں اس غلطی پر آپ سے معذرت خواہ ہوں کہ مجھے اس جلسے میں شریک نہیں ہونا چاہیے تھا کہ جس کے اشتہار میں عرس کا عنوان تھا۔ میری معذرت منظور فرمائیں۔ آئندہ ان شاء اللہ ایسے کسی اجتماع میں شریک نہیں ہو گا جو عرس کے عنوان پر رکھا جائے۔ والسلام

خادم اہلِ سنت صوفی ارشاد حسین چاریاری

اس عریضہ اور معذرت نامہ کے جواب میں حضرت نے لکھا:

آپ کی معذرت قبول ہے آئندہ محتاط رہیں۔ والسلام

خادم اہلِ سنت مظہر حسین غفرلہ

فائدہ اس معذرت نامہ کی روشنی میں معلوم ہو گیا کہ عرس کے نام سے اشتہار شائع نہ کرنے کے وعدہ پر صوفی ارشاد حسین چاریاری نے

وقت کھیوڑہ جلسہ میں دیا تھا لیکن وہاں جا کر معلوم ہوا کہ یہ پروگرام تو پھر بھی عرس کے نام پر ہی اشتہار شائع کر کے کیا جا رہا ہے اور روحانی اجتماع کا عنوان بھی دیا گیا ہے۔ اور بذریعہ خط امیر محترم حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ صاحب سے معذرت کی جس پر حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ صاحب نے معذرت قبول کر کے آئندہ کے لئے محتاط رہنے کی نصیحت فرمائی۔ اور پھر ماہنامہ حق چار یار لاہور جنوری ۱۹۹۷ء کے پہلے شمارے میں یہ معذرت نامہ انہوں نے شائع بھی کرا دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ دوسرے بزرگوں کا نام جو اشتہار میں دیا گیا ہے وہ بھی لاعلم ہوں گے کہ یہ جلسہ جو ہوتا ہے اس کا اشتہار عرس کے نام سے شائع ہوتا ہے اور وقت دے دیا ہو گا جب یہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ صاحب کے علم میں آیا تو انہوں نے اپنے جماعتی ساتھیوں اور علماء کو منع کر دیا کہ لاعلمی میں جو ہو گیا سو ہو گیا، آئندہ نہیں شرکت کرنی۔ اس کے بعد جو جماعتی بزرگ اور علماء اور شعراء تھے وہ کبھی بھی اس جلسہ میں جب تک انہوں نے عرس کا عنوان تبدیل نہیں کیا۔ ان کو وقت نہیں دیا اور نہ وہ تشریف لے گئے۔

رحمت للعالمین کانفرنس کا عنوان

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ صاحب نے ۲۸ جنوری ۱۹۵۵ء کو جب مدرسہ اظہار الاسلام چکوال میں شروع کیا تو اس کے ساتھ شہر میں اور قرب و جوار میں "تبلیغی دورہ" شروع کیا گیا۔

اور تبلیغی پروگرام کے اطلاع نامے کے لئے ”تبلیغی دورہ“ کے عنوان سے اشتہار چھپتے تھے جن میں اطلاع ہوتی تھی کہ فلاں دن فلاں جگہ علماء آئیں گے اور وہ وعظ و تبلیغ کریں گے اور سال کے بعد کسی دن سالانہ جلسہ ہوتا تھا جس میں ملک بھر سے چیدہ چیدہ بڑے بڑے چند علماء کو بلایا جاتا اور وہ علاقہ بھر سے آئے ہوئے مہمانوں کو وعظ اور تبلیغ کرتے۔ اس طرز کو ہر دور میں اکابر اپناتے چلے آرہے ہیں اور قیامت تک یہ طرز جاری وساری رہے گا اس کو آج تک کسی نے ”بدعت“ نہیں کہا۔ کیونکہ اس طرز کو آج تک کسی نے ضروری نہیں قرار دیا اور نہ ہی کسی نے جلسہ نہ کرنے کو گناہ شمار کیا ہے یہ تبلیغ و تعلیم کا ایک اصلاحی پروگرام ہمیشہ سے ہوتا آرہا ہے۔

اسی سلسلہ میں چکوال میں مختلف عنوانات سے تبلیغی جلسے دورے کانفرنسیں ہوتی ہیں اور مدنی جامع مسجد میں رحمت للعالمین ﷺ کانفرنس ہوتی ہے چونکہ ۱۲ ربیع الاول کو ملک بھر میں سرکاری چھٹی ہوتی ہے۔ اہلِ بدعت کا شعار اب یہ ترقی پذیر ہے کہ وہ یوم میلاد النبی ﷺ کے جلوس نکال کر مناتے ہیں۔ اور ہمارے اکابر مختلف عنوانات سے اس روز تبلیغی جلسے، کانفرنسیں اجتماعات صرف ۱۲ ربیع الاول کی وجہ سے نہیں، صرف تبلیغ کی غرض سے کرتے ہیں۔ اور یہ ہر جگہ ۱۲ ربیع الاول کو ہی نہیں مختلف تاریخوں میں سیرت النبی ﷺ بیان کرنے کی غرض سے ہوتے ہیں۔ اِس کے نہ کرنے سے نہ کوئی گناہ گار

تصور ہوتا ہے نہ ان کو کسی نے ضروری قرار دیا ہے اس لئے اس کو کسی نے بدعات میں شمار نہیں کیا۔ اس کی مثال، عرس اور میلادِ نبوی ﷺ کے جلوس کے ساتھ دینا کوئی مطابقت نہیں رکھتی ہر چیز کا جدا جدا مفہوم ہے اور اہلِ عقل اس کو سمجھتے ہیں۔

(۱۰) سنی کانفرنس بھیں

آپ نے اپنی کتاب مجالس ذکر اللہ کے خلاف سازشیں ص ۱۱۰ پر سنی کانفرنس بھیں کے اشتہار کا عکس بھی دیا ہے۔ اس کا پسِ منظر یہ ہے کہ ساٹھ یا ستر سال سے بھیں میں ۱۷۔۱۸ محرم کو اہلِ تشیع ماتمی جلوس و مجلس کراتے ہیں۔ اُن کے توڑ میں مرکزی جامع مسجد اہلِ سنت میں اُس روز اہل السنت والجماعت کا جلسہ ہوتا تھا۔ کئی دفعہ تقابل میں حالات کشیدہ بھی ہوئے پھر انتظامی امور میں یہ ہوتا رہا کہ مجلس والے دن یعنی ۱۷۔۱۸ محرم کے بجائے ان کی تردید میں تبلیغ کے طور پر ۱۹۔ ۲۰ محرم یا ۲۱۔ ۲۲ محرم یا ۲۳۔ ۲۴ محرم کسی دن جلسہ رکھا جاتا۔

اس میں دن مقرر نہیں بلکہ تاریخیں بدلتی رہتی ہیں۔ پہلے یہ جلسہ کے عنوان سے بہت عرصہ جلسہ ہوتا رہا۔ پھر سنی کانفرنس سے یہ تبلیغی پروگرام ہونا شروع ہوا، امسال بھی ہوا۔ یہ عنوان نہ ضروری سمجھا جاتا ہے نہ کسی بزرگ نے اس کو تنقیدی نظر سے دیکھا ہے سب سمجھتے ہیں کہ تبلیغی اصلاحی پروگرام ہوتا ہے۔

اس کا عرس یا میلادِ نبوی ﷺ کے نسبت سے کوئی تعلق نہیں

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی

ہوتا۔ یہ ہے اصل صورتِ حال اس لئے اس سلسلہ میں نام لے لے کر فتوے لگانے کی نہ کوئی ضرورت ہے نہ کوئی لگاتا ہے سب جانتے ہیں کہ اس کا مروجہ بدعات کے سلسلہ سے کوئی تعلق نہیں نہ کوئی ان کا تعلق جوڑتا ہے۔ مولانا حفیظ اللہ صاحب، اللہ تعالیٰ آپ کو ہر فتنہ سے محفوظ رکھے۔

(۱۱) دوستوں سے گزارش

آپ نے آگے اس کتاب کے ص ۱۱۴ پر دوستو سے گزارش کے عنوان سے یہ لکھا ہے:

"بندہ نے جب پہلے عجلت میں اور خفیہ طور پر کتاب شائع کی تو حضرت اقدس شیخ مکرم حضرت ہزاروی صاحب رحمہ اللہ مدظلہ دامت برکاتہم بہت ناراض ہوئے۔

راقم کو ایک شام وہاں جانے کا اتفاق ہوا۔ تو ایک مولوی صاحب کو بھیج کر فرمایا:

"یہاں کیا کرنے آئے ہیں؟" ناراضگی کی بہت سخت حالت تھی۔ بندہ نے بہت معذرت کی۔ بعد میں ایک دو بڑے علماء سے سفارش کروائی اتنے میں مجلۃ الضرار کا شمارہ ۲۳ آگیا جس میں بہت ساری خرافات، الزامات تھے۔

جب حضرت کو دکھائے گئے تو بندہ پر ناراضگی ہلکی ہوگئی۔ الحمد للہ پھر کام معمولات کے مطابق چلنے لگا۔ اب بھی بندہ نے اجمالی طور پر دو

تین مہینے کوشش کی کہ کسی طرح اجازت مل جائے۔ لیکن اللہ والوں کی برداشت اور حوصلہ اور سوچ کے ساتھ ہم نالائقوں کا کیا مقابلہ ؟ سختی سے ڈانٹ دیا کہ فرمایا: ”پہلے بہت کچھ کر لیا“ اور کسی بات پر حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں تو لفظ سننا بھی گوارہ نہیں کرتے۔

ادھر اس گروہ کی شرارتیں اتنی کہ آدمی جتنا بھی برداشت کرے اس کی بھی حد ہوتی ہے اس لئے بھی اور پہلی طبع میں غلطیوں کی وجہ سے دل میں بہت بے چینی رہتی۔

تو عزم کر لیا کہ خاموشی سے کام کرو اور دفاعِ اکابرین اور ذکر اللہ کی پاسداری کی برکت سے اللہ تعالیٰ حضرت کو راضی کرنے کی کوئی سبیل نکال دیں گے۔

اس لئے سلسلہ کے احباب سے گزارش ہے کہ حضرت کو راضی کرنے اور بندہ کے لئے آسانی پیدا کرنے کی کوشش فرماتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر عطا فرمائے بالخصوص صوبہ سندھ کے ان دوستوں کو جنہوں نے مجھے یہ علمی مدلل مواد فراہم کیا ہے۔“[1]

(۱۲) صورتِ حال

یہ ہے کہ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مقام ہے وہ اپنی بصیرت سے سمجھتے ہیں کہ حضرت کے خاندان کے فرزند یعنی ان کے دو

---

1 مجالس ذکر اللہ کے خلاف سازشیں ص ۱۱۴ موئلفہ مولانا حفیظ اللہ صاحب

نواسے مولانا احسن خدامی صاحب اور حمزہ احسانی صاحب دونوں عالمِ دین ہیں اور حضرت مولانا علامہ سرفراز خان صاحب صفدر رحمہ اللہ کے پوتے ہیں وہ مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ کے نواسے ہیں اور علمی وارث ہیں۔

وہ حضرت علامہ سرفراز خان صاحب صفدر رحمہ اللہ اور اکابر علمائے دیوبند کے ہی مؤقف اور ماخذ کو نقل کرتے ہیں۔ اور ان دو بزرگوں نے بھی حضرت عبد اللہ بن مسعود رحمہ اللہ اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی تقلید میں ہی یہ مؤقف اختیار کیا ہوا ہے کہ: مروجہ مجالس سے ذکر اکابر اہل سنت کی نظر میں اور تحقیق میں جس طرز پر ہونی چاہیں اس میں جو اصلاح کی ضرورت ہے وہ اصلاح کرلی جائے اس لئے حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب ہزاروی رحمہ اللہ مدظلہ، مولانا حفیظ اللہ صاحب کے طرزِ تحریر اور نامناسب الفاظ کے استعمال سے ناراض ہوں گے۔ اس طرح ان کی ناراضگی پر انہیں اُن کی طرف سے یہ تنبیہ ہے کہ ”پہلے ہی بہت کچھ کرلیا“ یعنی اس میں ادب و آداب کا خیال نہیں رکھا۔

اس کا آسان حل یہ ہے کہ وہ اپنی کتاب کو حضرت ہزاروی مدظلہ کی خدمت میں پیش کر کے عرض کریں کہ ”حضرت مدظلہ اس میں سے جو جو لفظ اور مضمون آپ مناسب نہیں سمجھتے وہ کاٹ دیں اور اس قضیہ میں آپ کا جو مؤقف ہے وہ لکھ دیں تاکہ جانبین میں جو جدائی کے اسباب ہیں وہ دور ہو جائیں“ تو اس صورت میں ناراضگی ختم ہو جائے گی

اور جانبین میں جو تقابل میں لٹریچر جواب الجواب میں شائع ہو رہا ہے وہ شائع ہونا بند ہو جائے گا اور پھر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے یہ قضیہ بھی ختم ہو جائے گا اور حضرت ہزاروی مدظلہ کا موقف ان کے اپنے قلم سے سامنے آنے پر رنجشیں بھی ان شاء اللہ دور ہو جائیں گی اور "اتباعِ سنت" میں مجالس ذکر اللہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی تقلید میں جاری و ساری رہیں گی اور حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ ہمارے مرشد کی نصیحت پر بھی عمل ہو جائے گا کہ:

"اس کا لحاظ ضروری ہے کہ بدعتی صورت پیدا نہ ہو جائے۔ مثلاً یہ کہ ایک حلقہ میں ایک نشست یعنی بالکل اجتماعی صورت یہاں بھی نہ ہو۔۔۔۔ سوم کلمہ، درود شریف، استغفار جہر سے نہ ہو۔"[1]

ناراضگی دور کرانے کی صورت جو بندہ کے ذہن میں آئی وہ تحریر کر دی ہے۔

؎ شاید کہ اُتر جائے، کسی دل میں میری بات

(۱۳) جہالت کی مثال

آپ نے اپنی کتاب مذکورہ کے ص ۱۱۸ پر جو تحریر فرمایا ہے:

اتنی بلند نسبت والا یہ شخص یہ بھی نہ جانتا ہو کہ شیخ مریدین کو ان کے مزاج کے ساتھ سلوک طے کراتے ہیں۔ تو یہ جہالت مضر تصوف و نسبت ہے۔

---

[1] تربیت السالکین ص ۱۵۶۔۱۵۷

ہر شیخ اپنے مریدین ومتوسلین کو ان کی استعداد کے مناسب معمول بتاتے ہیں اور اصلاح کی تدابیر مزاج کے مطابق کرتے ہیں۔[1]

تبصرہ جہالت کا لفظ معلوم نہیں کہ آپ نے کس رو میں تحریر کر دیا ہے۔ اور کس شخصیت پر آپ نے چسپاں کر دیا ہے اس سے تو خود اپنی جہالت کا نمونہ پیش کیا گیا ہے۔ استغفر اللہ۔

صورتِ حال یہ ہے کہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مضمون ماہنامہ حق چار یار لاہور کے حضرت جہلمی رحمۃ اللہ علیہ نمبر میں شائع ہوا ہے جس میں اصل حضرت جہلمی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات بیان کئے گئے ہیں۔ جس کا عنوان یہ ہے کہ "ایک مردِ حق جو ہم سے جدا ہوا" اس میں ان کی زندگی کے حالات وواقعات پیش کئے گئے جس میں مجلس ذکر کے تحت لکھا ہے کہ:

مولانا جہلمی مرحوم اپنے متوسلین کو ذکر وظیفہ کی تلقین وتاکید تو فرماتے تھے لیکن ملک میں مروجہ مجالس ذکر کے طریق پر آپ نے کبھی مجلس نہیں کرائی۔ [حضرت جہلمی نمبر ص ۷۵]

یہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اپنا مضمون اور موقف ہے جو ان کی حیات میں حضرت جہلمی نمبر حق چار یار لاہور میں شائع ہوا۔ [جلد ۱۱ شمارہ ۷۔ ۱۱ جولائی تا نومبر ۱۹۹۸ء]

اس لئے آپ نے جو علامہ عبد الرحیم صاحب کے بارے میں

---

1 مجالس ذکر اللہ کے خلاف سازشیں ص ۱۱۸

بدگمانی کی ہے کہ:

ہماری نظر میں یہاں حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نام استعمال کیا گیا ہے۔ اور مضمون کسی معتبر خادم یا عزیز کا ہو سکتا ہے۔ الخ[1]

یہ بات اور آپ کا خیال غلط ہے۔ آپ حق چار یار لاہور کا مذکورہ حضرت جہلمی نمبر دیکھ لیں اس میں آگے تحریر ہے: حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

مجلس ذکر کی نوعیت

ذکر اللہ تو مطلوب و مقصود ہے اور یہ روح کی غذا ہے چنانچہ قرآن مجید میں فرمایا:

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًاۙ○ وَّ سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِیْلًا○ (سورۃ الاحزاب آیت ۴۲)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم اللہ کا خوب کثرت سے ذکر کرو۔ صبح و شام (یعنی علی الدوام) اس کی تسبیح و تقدیس کرتے رہو۔[2]

البتہ اختلاف تو مجلس ذکر کی نوعیت میں ہے کہ ذکر جہر ہو یا خفی، انفرادی ہو یا اجتماعی۔[3]

---

[1] دیکھئے مجالس ذکر اللہ کے خلاف سازشیں ص ۱۱۶

[2] ترجمہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

[3] حضرت جہلمی نمبر ص ۷۵ تا ۸۰ ایک مرد حق پرست، ربیع الاول ۱۴۱۹ھ مطابق جولائی ۱۹۹۸ء

حضرت قاضی صاحب اور جہلمی کا روحانی مقام

آپ نے جذبات کی رو میں آگے لکھا ہے:

اگر حضرت قاضی صاحب اور حضرت مولانا عبد الطیف صاحب نور اللہ مرقدا اپنے شیخ کو بوجہ مجالس ذکر بدعتی سمجھتے تھے تو ان کی خلافت لینے سے بھی انکار کرنا چاہیے تھا۔ بلکہ حمزہ حسانی صاحب اور علامہ عبد الرحیم صاحب کے نکتہ نظر سے کسی اور کا بیعت ہونا چاہیے تھا۔ 1

تبصرہ الحمد للہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ اور مولانا عبد اللطیف صاحب جہلمی اپنے شیخ کو متبع سنت سمجھتے تھے اور ان کے شیخ بھی ان دونوں کو متبع سنت سمجھتے تھے اس لئے ان کو خلافت سے سرفراز کیا۔ اور انفرادی سلوک سے تعلیم و تربیت کر کے ان کو وہ مقامات طے کرائے جن کا ان لوگوں کو علم ہی نہیں جو بزرگوں کے روحانی مقام کا ادراک نہیں رکھتے۔

حضرت لاہوری رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ مجلس ذکر فرض، واجب یا سنت نہیں ہے۔ اور نہ ہم کسی شخص پر اسے لازم قرار دیتے ہیں۔ 2

جب حضرت حضرت لاہوری رحمہ اللہ خود فرما گئے ہیں کہ یہ نہ فرض ہے نہ واجب ہے نہ سنت ہے تو پھر حضرت جہلمی رحمہ اللہ نے شرکت نہ

ماہنامہ حق چاریار لاہور ج ۱۱ شمارہ ۷ تا ۱۱

1 مذکورہ مضمون مجالس ذکر کے خلاف سازشیں ص ۱۱۹

2 مجلس ذکر ۱۰ فروری ۱۹۶۶ء بروایت مولانا عبید اللہ انور مطبوعہ ہفت روزہ خدام لاہور ۱۰ جولائی ۱۹۹۸ء

کرنے سے یہ ظاہر کیا کہ شرکت کرنا ضروری نہیں ہے۔ اور مولانا عبید اللہ انور صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ مجلس موقوف کردی تھی اور اپنی بیماری اور بڑھاپے کا عذر پیش کیا تھا حالانکہ حضرت کا مزاج یہ تھا کہ انہوں نے کسی بھی حالت میں درس قرآن کا ناغہ نہیں کیا۔ مجلس ذکر کو موقوف کرنے کا ارادہ محض اس لئے ظاہر فرمایا تھا کہ لوگ اس کو فرض یا واجب نہ سمجھنے لگ جائیں۔ [ہفت روزہ خدام الدین ۱۰ جولائی ۱۹۹۸ء]

مولانا امین صاحب اکاڑوی فرماتے تھے کہ حضرت لاہوری نے ان سے فرمایا کہ ہم تعلیم کے لئے ذکر جہر کراتے ہیں۔ یعنی یہ فرض، واجب، سنت سمجھ کر وہ نہیں کراتے تھے۔ نہ وہ کسی پر لازم قرار دیتے تھے نہ کسی کو مجبور کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ متبع سنت تھے۔ اس لئے حضرت جہلمی کو بھی متبع سنت سمجھ کر خلافت سے سرفراز کیا۔

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا روحانی مقام

حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو سلوک کی تعلیم کے دوران مسنون تسبیحات کے ساتھ ساتھ اسم ذات کا وظیفہ اللہ اللہ کی تعلیم دیتے ہوئے جو فرمایا وہ تربیتی دورانیہ کے خطوط مکتوبات شیخ الاسلام جلد دوم و چہارم میں ہیں ملاحظہ فرمائیں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مکتوب یہ ہے:

حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کا گرامی نامہ

محترم المقام زید مجدکم۔۔۔۔۔السلامُ علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا والانامہ ۱۲ شعبان کو موصول ہوا۔ حضرت شیخ الادب صاحب کے ذریعہ جواب بھیج دیا ہے۔ ذکر لسانی ہمیشہ اپنی کثرت اور مداومت سے کریں ذکر قلبی جس کا مرکز زیر ستان چپ چار انگل ہے اور ذکر روحی کی طرف جس کا مرکز زیر ستان راست ہے منجر ہوتا ہے۔

مگر ہم کو لطائف جاری کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس میں مسافت طویل ہے بہر حال ۲۵ ہزار ذکر لسانی پر مداومت فرمایئے اور جس قدر اس میں زیادتی ممکن ہو عمل میں لاتے ہوئے ذکر قلبی کی طرف بھی توجہ فرمایئے یعنی قلب جو کہ بائیں پستان سے چار انگل نیچے ہے تصور کیجیے کہ اس سے لفظ اللہ برابر نکلتا ہے۔

ذات مقدسہ چوں کہ محبوبِ قلب ہے اور حسبِ قاعدہ من احب شئ اکثر ذکرہ۔ قلب بے چینی کے ساتھ محبوب حقیقی کو یاد کرتا ہے۔ اس میں ذکر لسانی کو کوئی دخل نہ دیجئے فقط دھیان اور تصور ہو گا۔ اور خیال ہی خیال میں ذکر کرتے ہوئے کم از کم دو ہزار مرتبہ ایک ہی مجلس میں یا متعدد مجالس میں اس کو پورا کیجئے۔ جو حرکت سینہ میں محسوس ہوتی ہے سلطان الاذکار کا مقدمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ روز افزوں ترقی عطا فرمائے۔ اور ماسوائے اللہ سے کُلی انقطاع نصیب ہو۔ آمین

حصولِ زیارت مقدسہ مبارک ہو۔ آنکھ بند ہونا غالباً اشارہ اس

طرف ہو کہ ذکر میں انہاک کیجئے اور اغیار سے انقطاع کیا کیجئے۔

مستری سردار محمد صاحب سے بھی سلام مسنون کہہ دیں، میں ان کو غائبانہ بیعت کر لیتا ہوں۔ ان کو "اتباعِ شریعت" کی تاکید اور تسبیحات ستہ کی تعلیم کر دیجئے۔ اس زمانہ کے قطب الارشاد اور مجدد کو میں نہیں جانتا۔ مجھ جیسا ناکارہ اور نالائق کس طرح جان سکتا ہے۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ

سہلت ۸ رمضان ۱۳۶۴ھ ۷ اگست ۱۹۴۵ء[1]

فائدہ اس ایک مکتوب سے آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کتنا قُرب تھا حضرت قاضی صاحب مجلس ذکر انفرادی میں کتنا ذکر کرتے تھے۔

یہ خط و کتابت چونکہ ہمارے اعمال نامے کا حصہ بنے گی اس لئے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اور مکتوب برکت کے لئے اور آپ کے علم میں اضافہ کے لئے تحریر کرتا ہوں تاکہ میرے اعمال نامہ میں بھی درج ہو جائے۔

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے اجازت بیعت و خلافت

حضرت مدنی اپنے مکتوب میں لکھتے ہیں:

"میں پہلے بھی غالباً آپ کو لکھ چکا ہوں کہ آپ کو اجازت ہے۔ جو بھی آپ سے بیعت ہونے کی درخواست کرے اس کو بیعت کر لیا کریں

---

1 مکتوباتِ شیخ الاسلام جلد ۴ ص ۱۰۹

اور اشغال سلوک تلقین فرما دیا کریں اللہ تعالیٰ فضل فرمائے گا۔ اتباعِ سنت کا ہمیشہ اور ہر امر میں خیال رکھیں۔ علاوہ مراقبہ کے دوسرے اذکار کی ضرورت اگرچہ اب نہیں ہے مگر تائید اور تقویت کے لئے جونسا ذکر مناسب سمجھیں کرتے رہا کریں صراطِ مستقیم اور امداد السلوک کو زیرِ مطالعہ رکھیں۔ خواب سب اچھے ہیں اور امید افزا ۔۔۔۔الخ

والسلام ننگِ اسلاف حسین احمد غفرلہ
۷ ربیع الاول ۱۳۶۹ھ ۲۸ دسمبر ۱۹۴۹ء[1]

قرب و حضور و تکمیلِ سلوک

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور مکتوب میں لکھا:

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس کریم کارساز بندہ نواز نے آپ کو قرب و حضور اور معیت کی نعمت وجدانی طور پر عطا فرمائی ہے اور نسبت میں قوت اور ترقی عطا فرمائی۔ فللہ الحمد اللھم زد فزد۔۔۔۔ آپ کو جو تعلیم دی جا چکی ہے یہ آخری سب طرق کی تعلیم ہے اس پر کاربند رہیے اور اسی میں ترقی اور مداومت جاری رکھیے استقامت اور کوشش سے آپ بڑے سے بڑے مقامات پر پہنچ سکتے ہیں۔

میاں فیروز دین صاحب کو آپ خود بیعت کر کے تلقینات جاری رکھیے تسبیحاتِ ستہ وظیفہ ہیں۔ ذکر مقدم از وظائف ہے۔

---

1 مکتوباتِ شیخ الاسلام جلد ۴

ذکر اسم پاس انفاس وغیرہ حسبِ فرصت وترقی تعلیم کرتے رہیں جو شخص بھی بیعت کا خواہش مند ہو اس کو رد نہ کریں۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ

۱۷ اگست ۱۹۵۰ء دیوبند ۲ ذیقعدہ ۱۳۹۰ھ[1]

حضرت شیخ الادب مولانا اعزاز علی رحمہ اللہ کے نزدیک مقام

حضرت مولانا اعزاز علی صاحب شیخ الادب و ناظم تعلیمات دارالعلوم دیوبند کا علمی مقام تو آپ کے علم میں ہو گا ہی لیکن ان کا حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ سے کتنا قرب تھا اس بارے میں شیخ الادب کے وہ مکتوب مطالعہ فرمائیں جو ماہنامہ حق چاریار کے شیخ الادب نمبر میں درج ہیں۔

حضرت مدنی کی بیعت اور بغیر جہر کے ذکر کی تعلیم

دارالعلوم دیوبند سے حضرت مولانا اعزاز علی صاحب نے حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ کو ایک خط میں لکھا "حضرت مولانا مدنی مدظلہ نے آپ کی غائبانہ بیعت منظور فرمالی ہے اور فرمایا ہے کہ پچیس ہزار مرتبہ اسم ذات بغیر جہر اور بغیر کسی تعین وقت کے ہر روز پورا لیا کریں۔"

اعزاز علی از دیوبند

۸ جمادی الثانی ۱۳۶۱ھ بمطابق ۲۲ جوب ۱۹۴۲ء

[1] مکتوباتِ شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمہ اللہ ج ۴

آپ نے قلب کی ایسی اصلاح کی

ایک دوسرے خط میں مولانا اعزاز علی صاحب لکھتے ہیں:

"جو حالات آپ نے تحریر فرمائے ہیں۔ ان کے ہوتے ہوئے افسوس کرنا، آپ معاف کریں میرے نزدیک کفران، نعمت الٰہیہ ہے۔ آپ ذکر قلبی بھی کرتے ہیں اور ذکر لسانی بھی۔ اور یہ بھی امید ہے کہ ذکر تمام بدن پر مستول ہو جائے۔

پھر جو آپ کا فرضِ منصبی ہے کہ گمراہوں کو راہِ ہدایت پر لائیں وہ بھی ادا کرتے ہیں اس کے بعد اب آپ اور کیا چاہتے ہیں۔ اب اور کیا چاہتے ہو؟۔۔۔

خدا کا شکر ادا کیجئے آپ کی حالت ہم جیسے ناکاروں کے لئے غبطہ کے قابل ہے۔ آپ نے جیل میں رہ کر قلب کی ایسی اصلاح کی جو ہم جیسے آزادرہ کر نہ کر سکے ہماری حالتوں سے عبرت کیجئے اور خدا کا شکر کیجئے اور دعا کیجئے کہ خداوند عالم ہم جیسوں کو بھی توفیق عطا فرمائے اور اس کی مرضیات کو حاصل کریں۔" والسلام

محمد اعزاز علی غفرلہ از دیوبند

۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۶ھ مطابق ۲۵ اپریل ۱۹۴۶ء[1]

[1] بحوالہ ماہنامہ حق چار یار لاہور شیخ الادب نمبر ج ۱۳ شمارہ ۲ ص ۷۳

مولانا سید محمد امین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

مولانا محمد امین شاہ صاحب مخدوم پوری اپنے ایک خط میں حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ کا روحانی مقام بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"بندہ کے دل میں بار بار خیال آتا ہے کہ کاش ان مدعیان اسلام کے وہ جرائم جو ہر طرح دین کے نام پر کئے گئے ہیں سامنے آجائیں تا کہ آنے والی نسل دونوں ملحوظ رکھ کر رہزن لٹیروں کا کھوج کر سکے۔ یہ بھی خیال کیا کہ حضرت اقدس کو درخواست کروں کہ حضرت اقدس اس سلسلہ میں قلم مبارک اٹھائیں۔

لیکن یہ سوال کرنا بھی کچھ بندہ کو شاق نظر آتا تھا اور سوچتا تھا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اگر دنیا کو قزاقوں کے اعمال، اتمامِ حجت کی صورت میں ظاہر فرما دیتے ہیں تو حضرت اقدس سے خود ہی کام لیں گے۔ تحفظِ اسلام پارٹی کا انتخابی موقف سامنے آنے پر بندہ کو خوشی ہوئی اس کے اظہار کے لئے نہ بندہ کے پاس الفاظ ہیں اور نہ طاقتِ بیاں۔ بندہ کا جو بار بار خیال آتا تھا کہ کاش ان دینداروں کو یہاں ننگا کیا جائے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت سے الہاماً یا امراً یہ کام لے لیا ہے۔ گفتہ او گفتہ اللہ بود۔ گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود۔ اور حضرت کی یہ تصنیف ایک مجددانہ فعل ہے۔ جو بغیر مجدد وقت کے کوئی سرانجام نہیں دے سکتا۔ اور میرے اللہ میرے اس لفظ کو قطعاً غلط نہ فرمائیں گے۔ جذبات کی رو

میں جو حقیقی ہے حضرت کی منشاء کے خلاف لکھ چکا ہوں، معافی کی درخواست کرتا ہوں۔ جمعی احباب کو السلام علیکم“

والسلام احقر محمد امین مخدوم پور پہوڑاں

۳۱ اگست ۱۹۷۷ء

حضرت قاضی صاحب کا روحانی مقام

حضرت قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے ذاتی مکاشفات کا ذکر نہیں کیا کرتے تھے، بہت اخفاء کرتے تھے۔ البتہ حضرت کی وفات کے بعد سفر حرمین شریفین کے حالات ذاتی یادداشت بک میں جو تحریر پائے گئے ان میں سے چند ماہنامہ حق چار یار کے قائدِ اہلِ سنت نمبر میں چھپے تھے قائدِ اہلِ سنت نمبر سے دو چار تحریر کر دیتا ہوں تا کہ آنے والے زمانہ میں نوجوان معلوم کر سکیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے اس فاضلِ دیوبند شاگرد کو کیا کیا انعامات نصیب کئے اور پھر ہماری خوش نصیبی ہے کہ اس ہستی کی زیارت، ملاقات اور رفاقت نصیب ہوئی اور بیعت کرنے کی بھی سعادت نصیب ہوئی۔ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدظلہ کو چونکہ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے روحانی مقام کا علم ہے اس لئے وہ ان کی شان کے خلاف ان کے بارے میں تو کوئی ”لفظ سننا بھی بقول آپ کے گوارا نہیں کرتے“۔

(۱) ۱۵ ذیقعدہ ۱۳۹۷ھ مطابق ۲۹ اکتوبر ۱۹۷۷ء کی ڈائری میں یادداشت لکھتے ہیں:

"شب کو بعد نمازِ عشاء قیام گاہ پر ذکر کے دوران قلبی مشاہدہ ہوا کہ بیت اللہ اور اس کے گرد محدود جگہ پر تجلیات نازل ہو رہی ہیں۔ آج صبح فجر کی نماز کے بعد ذکر کیا پھر سو گیا۔ خواب میں حضرت (مولانا سید حسین احمد) مدنی قدس سرہٗ کی زیارت ہوئی۔ ابھی دیوار کی اوٹ میں تھا تو یہ سنا کہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ فرما رہے ہیں کہ "مظہر جب چاہے اور جہاں چاہے بیٹھ جائے۔"

جب حاضر ہوا تو بعض اہلِ مجلس نے روکا۔ تو میں نے کہا کہ حضرت نے میرے بارے میں جو کچھ فرمایا ہے میں نے سن لیا ہے اور میرے لئے اجازت ہے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو کھڑے ہوئے دیکھا اور میں قریب حاضرِ خدمت ہوا یاد نہیں کہ مصافحہ یا معانقہ ہوا کہ نہیں پھر آنکھ کھل گئی"۔[1]

(۲) حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا روحانی مقام۔ ۲۳ ذیقعدہ ۱۳۹۷ھ

مراقبہ میں محسوس ہوا کہ مرشدنا حضرت مدنی قدس سرہٗ کو دربارِ نبوت کی دربانی کا منصب نصیب ہے۔ اور اس دوران میں حضرت کے واسطہ سے جو فیوضات نبوی نصیب ہوتے ہیں وہ کسی اور شیخ کے توسط سے نصیب نہیں ہوئے۔ وللہ الحمد

[1] ذاتی یادداشت۔ اقتباس قائدِ اہلِ سنت نمبر ص ۳۱۵

(۳) مبشرات فیوضات حرمین شریفین۔
۲۴ ذیقعدہ ۱۳۹۷ھ

صبح تلاوت قرآن کے دوران مرقبہ میں زیارتِ مقدسہ نصیب ہوئی۔ واسطہ حضرت الشیخ المدنی قدس سرہٗ کی ذات ہی مکشوف ہوئی۔ پہلے حدودِ ولایت کو عبور کیا پھر حدودِ رسالت میں داخلہ نصیب ہوا پھر دور دراز توجہ ہوئی۔ آخری بلندی پر حضور رحمت للعالمین ﷺ کا دیدار ہوا خصوصاً چشمانِ مبارک کا دیدار امتیازی طور پر ہوا۔ سرگیں تھیں اور ایسی آنکھیں کبھی نہیں دیکھیں۔ وَلِلّٰہِ الحمد۔ ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

(۴) بابِ مدنی کھول دیا گیا۔ ۲۴ ذیقعدہ ۱۳۹۷ھ

آج بعد از ظہر مسجد نبوی اور روضہ مقدسہ میں حاضری نصیب ہوئی۔ مواجہ شریف میں مراقبہ کے دوران یہ محسوس ہوا کہ بندہ کے لئے باب مدنی کھول دیا گیا ہے جس کی نسبت حضور ﷺ کا فیض اس بابِ مدنی سے حاصل ہو گا۔ واللہ اعلم

(۵) ولایتِ کبریٰ کا حصول حجِ ثانی ۲۶ ذیقعدہ ۱۳۹۹ھ

قبل از مغرب اپنی قیام گاہ پر لیٹے ہوئے بین النوم والیقظہ کی حالت غالب تھی یہ ادراک ہوا کہ حضرت شیخ المدنی قدس سرہٗ ایک گول پائپ فیض کا حضور ﷺ کے سینہ مبارک سے بندہ کے سینہ سے جوڑ

رہے ہیں۔ یہ بھی ادراک ہوا کہ اسی طرح کے پائپ دس ۱۰ اشخاص کے سینوں سے جوڑے گئے۔ یہ ولایتِ کبریٰ ہے۔ گزشتہ سال پانچ اشخاص کو نصیب ہوئے اور آئندہ سال بیس ۲۰ حضرات کو دیے جائیں گے۔

یہ معلوم نہیں کہ یہ پائپ صرف حضرت مدنی کے متوسلین کے لئے ہیں یا دوسرے سلسلوں کے حضرات بھی شامل ہیں۔۔۔۔واللہ اعلم

لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

نسبتِ نبوی تمام نسبتوں کی جامع ہے

۳۰ ذیقعدہ ۱۳۹۹ھ کی یادداشت میں لکھتے ہیں:

پونے تین بجے دن دربارِ رسالت میں صلوٰۃ وسلام کی توفیق ملی۔

تقریباً نصف گھنٹہ مواجھہ شریف میں رہا۔ پھر مسجد نبوی میں ڈیڑھ گھنٹہ بیٹھا رہا۔ اس دوران "نسبتِ نبوی" کا ادراک ہوا۔

جو فوق جمیع النسبت ہے۔ "چشتی نسبت" ہو یا "نقشبندی نسبت" وغیرہ۔

بعد نماز عصر تلاوت قرآن مجید شروع کی۔

سورۂ فاتحہ میں الحمد للہ رب العالمین سے مٰلِکِ یوم الدین تک مفہوم ہوا کہ رب العالمین کی ربوبیت عامہ کا مبنیٰ رحمٰن ورحیم کی صفات ہیں۔

اور تعلیم و تربیت کے بعد چوں کہ امتحان ہوتا ہے اس لئے مٰلِکِ یوم الدین فرمایا کہ آخرت میں امتحان ہو گا۔

جس کے نتیجہ میں مقام جنت ہو گا یا عذاب جہنم۔

نیز ابتدائے تلاوت میں دائیں جانب گویا خانہ کعبہ متجلّی ہوا بائیں جانب روضہ نبویہ ﷺ درمیان میں کلام اللہ تھا۔ گویا کلام اللہ جامع ہے تجلی کعبہ اور تجلی رسالت کو پھر سامنے ذاتِ حق کی طرف توجہ ہوئی۔

جو اصل مقصود و محبوب اور معبود لا شریک لہ ہے۔ نیز یہ بھی مفہوم ہوا کہ "نسبت نبوی" تمام نسبتوں کی جامع ہے۔[1]

آنحضرت ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کی زیارت

۸ شب ذی الحجہ ۱۳۹۹ھ آج ہفتہ اتوار کی درمیانی رات کو خواب میں مدینہ منورہ سے باہر جانا ہوا ایک ساتھی نے کہا کہ یہیں بیٹھنا چاہیے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہاں رسول اللہ ﷺ اور اصحاب رضی اللہ عنہم تشریف لائیں گے۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ مقامِ حدیبیہ ہے۔ کچھ دیر بعد اجمالی طور پر دیکھا کہ کچھ فاصلے پر رسول اللہ ﷺ اور چند اصحاب رضی اللہ عنہم تشریف فرما ہیں۔ اسی نیند میں دیکھا کہ میرے ساتھ دو چار ساتھی ہیں۔ (یہ معلوم نہیں کہ وہ کون تھے) پہاڑ کی فضا ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خدام اہل سنت کا جھنڈا اپنے ہاتھ میں اٹھایا اور فرماتے ہیں ہمارا جھنڈا تو بڑا ہوتا ہے یہ بطور اظہار واقعہ کے تھا۔ میں نے اس وقت خیال کیا کہ اس وقت جھنڈے کی لکڑی بانس بھی

[1] قائد اہل سنت نمبر ص ۳۲۱ ماہنامہ حق چار یار لاہور

حافظ عبدالوحید الحنفی

اچھا موٹا ہوتا ہو گا۔

پھر جھنڈا خدام اہل سنت کا حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنے ہاتھوں میں اٹھالیا۔ حضرت صدیقؓ کی شخصیت بہت زیادہ وقار اور حلم والی تھی۔

اور آپ نے بات بالکل نہیں کی۔ اس کے بعد انتظار میں تھا کہ حضرت عثمان ذوالنورینؓ تشریف لائیں گے اور خدام کا جھنڈا اٹھالیں گے۔

لیکن بیدار ہو گیا۔ گھڑی دیکھی اس کے تقریباً پون گھنٹہ بعد تہجد کی اذان ہو گئی۔ حضرت فاروقِ اعظمؓ کا قد و قامت اسی طرح تھا جیسا حدیث میں آیا ہے حضرت صدیقِ اکبرؓ ویسے ہی بلند قامت تھے لیکن فاروقِ اعظمؓ سے کم تھے۔ لباس سفید تھا۔ غالباً پگڑیاں باندھی ہوئی تھیں۔

چہرے کا رنگ دنیا کے سفید رنگ کی طرح نہ تھا گویا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جنتی چہروں کا رنگ ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے سینہ سے فیض کا نور پانا

۲۲ ذی الحجہ ۱۳۹۹ھ آج دن کو ساڑھے تین بجے سے لے کر ساڑھے پانچ بجے تک حرم شریف کی حاضری نصیب ہوئی اور تلاوت قرآن حکیم کے لئے قرآن مجید ہاتھ میں لے لیا۔

لیکن توجہ الی اللہ کے غلبہ کی وجہ سے ایسا نہ کر سکا۔ اور یہ وقت

مراقبہ میں گزرا۔ اسی دوران محسوس ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے سینہ مبارک سے چار نور جدا جدا بندہ کے سینہ کی طرف آرہے ہیں۔ ان سے مراد چار یار ہیں۔ یعنی ان کے واسطہ سے یہ فیضان ہے۔ واللہ اعلم۔[1]

خلاصہ یہ ہے کہ بات چلی تھی جہالت کی کہ جہالت مضر تصوف و نسبت ہے۔ میں نے تفصیل اس لئے بیان کی تصوف میں مقام "نسبت" کا حاصل ہوتا ہے اس کی ایک جھلک دکھادوں کہ وہ کون کونسی ہستیاں گذری ہیں جن کو یہ نسبت حاصل ہوئی۔ اُن ہستیوں میں ایک ہستی حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔

خط زیادہ ہی طویل ہو گیا ہے اس لئے اس وقت اتنا ہی کافی ہے "نسبت" سمجھنے کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی

اللہ تعالیٰ ہمیں بزرگوں کا ادب واحترام نصیب کریں تاکہ اللہ کے ولیوں پر کہیں تنقید سے اپنا نور ضائع نہ کردیں نقصان اپنا ہی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی رضا نصیب کریں اور ہمارا ایمان آخری سانس تک محفوظ رکھیں۔ آمین۔

غصہ پر قابو پانے کی کوشش کریں یہی اصلاحِ نفس ہے

بندہ نے شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت کی تھی اور ان سے فیض پایا تھا۔ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی اور

[1] قائد اہل سنت نمبر ماہنامہ حق چار یار رضی اللہ عنہم لاہور ص ۳۲۲

اصلاح نفس کے لئے ہدایات لیتا رہا۔ اور وہ نصیحتیں کرتے رہے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جو بندہ کے نام خطوط لکھے ہیں اس میں فرماتے ہیں:

"اگر خادم کی حیثیت سے سب کے ساتھ سلوک کریں گے تو صحیح ہو گا اور قبول ہو گا اور اگر بڑا بننے کی کوشش کریں گے تو کی ہوئی خدمت بھی ضائع ہو جائے گی۔

اپنے غصے پر قابو پانے کی کوشش کریں یہی اصلاح نفس ہے۔ اور اپنے آپ کو سب سے چھوٹوں میں شمار کریں۔ یہ ہمیشہ ملحوظ رہے، خلوص صرف ظاہری خدمت سے نصیب نہیں ہوتا یہ نفس مارنے سے اور اپنے آپ کو حقیر سمجھنے سے ہوتا ہے۔ نفس اپنے لئے کئی راستے نکال لیتا ہے۔ تم میں لالچ نہیں، تم دین کے لئے یہاں بیٹھے ہو لیکن ابھی اصلاح نفس تو نہیں ہوئی یہ درجہ تو مجھے بھی نصیب نہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہم سب کو اپنی رضا کے مطابق چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین بجاہِ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم "

والسلام خادم اہل سنت قاضی مظہر حسین غفرلہٗ

۲۱ جمادی الثانیہ ۱۴۰۰ھ مطابق ۸ مئی ۱۹۸۰ء

(۲) ذکر اللہ روح کی غذا ہے

حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بندہ کو ایک اور خط میں لکھا:

ذکر اللہ روح کی غذا ہے۔ گویا ذکر مطلوب ہے لیکن جب بھی اس میں غیر محتاط رویہ اختیار کیا جائے گا۔ بجائے نفع کے نقصان ہو گا

نیت خواہ اچھی ہو جب بھی افراط و تفریط کسی عمل میں آ جائے انجام کار نقصان ہی ہوتا ہے۔ اور تصوف و سلوک تو اصلاح نفس کے لئے ہے۔ اور ہر کس و ناکس کو اجازت و خلافت کے دینے میں اصلاح نفس کے بجائے فساد نفس ہی حاصل ہوتا ہے۔

حق تعالیٰ آپ کو اور ہم سب کو اکابر مجتہدین اہل سنت کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دیں اور عصری فتنوں سے محفوظ فرمائیں اور اہل السنت و الجماعت کو ہر محاذ پر کامیابی عطا فرمائیں۔ آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ

والسلام خادم اہل سنت مظہر حسین غفرلہٗ

۱۴ رمضان المبارک ۱۴۱۴ھ مطابق ۲۷ فروری ۱۹۹۴ء

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

ذکر اسم ذات بڑھانے کی کوشش کریں

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عبد الوحید راقم الحروف کو ایک خط میں لکھا:

"ذکر اسم ذات بڑھانے کی کوشش کریں۔ تمام صفاتِ الٰہیہ اسی میں درج ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور اس فانی حیات میں ہم سب کو اپنی مرضیات کی توفیق دیں۔ آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ"

والسلام خادم اہل سنت مظہر حسین غفرلہٗ

۲۶ ذیقعدہ ۱۴۲۲ھ فروری ۲۰۰۲ء

اسم ذات کی کثرت رکھیں

حضرت قاضی صاحب نے بندہ کو ایک خط میں لکھا:

دنیا اور اہلِ دنیا سے کٹ کر انسان اہلِ ایمان اپنے رب تعالیٰ کے ساتھ تعلق جوڑے غیر اللہ کی تمام تر ظلمتیں توڑنے کا یہ گویا مجرب علاج ہے تلاوتِ قرآن اور درود شریف کے علاوہ اسمِ ذات اللہ اللہ کی کثرت رکھیں قلب کی طرف توجہ کر کے دل میں پڑھتے رہیں۔ اسم ذات کے اندر نور ہے غیر اللہ کی ظلمتیں کافور ہو جاتی ہیں اور مقصودِ حیات حاصل ہو جاتا ہے۔ حق تعالیٰ سب کو مکمل رہائی نصیب کریں۔ آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ

والسلام خادم اہلِ سنت مظہر حسین غفرلہٗ

۱۳ محرم ۱۴۲۰ھ ۱۹ اپریل ۲۰۰۰ء

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید

بشرط ذکر و ریاضت مدنی سلسلہ سے مقدر حصہ ملے گا

ایک خط میں بندہ کو لکھا:

"آپ کو بھی بشرط ذکر و ریاضت مدنی سلسلہ سے مقدر حصہ ملے گا بفضلہ تعالیٰ آپ بھی اسمِ ذات کی کثرت رکھیں قید و بند تو بظاہر ایک بڑی مصیبت ہے لیکن اس کے اندر بھی رحمتیں پنہاں ہیں۔ اندر ہوں یا باہر مقصد حیات تو اپنے رب کریم کے ساتھ تعلق جوڑنا ہے۔ حق تعالیٰ ہم سب کو اپنی مرضیات کی توفیق دیں۔ آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ۔"

والسلام خادم اہلِ سنت مظہر حسین غفرلہٗ

۱۹ جمادی الاوّل ۱۴۲۰ھ یکم ستمبر ۱۹۹۹ء

ذکر روح کی غذا ہے

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ نے اپنے ایک خط میں لکھا:

"ماشاء اللہ آپ اطمینان و سکون سے یہ ایام گزار رہے ہیں یہی مطلوب ہے، اعلان خداوندی کا: اَلَا بِذِکرِ اللّٰہِ تَطمَئِنُّ القلوب یعنی دلوں کا اطمینان ذکر الٰہی سے ہی ہو گا۔

کیونکہ ذکر روح کی غذا ہے۔ نماز بھی اعلیٰ درجے کا ذکر ہے۔ فرمایا: اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکرِیْ میرے ذکر میں نماز قائم رکھیں۔

تلاوت قرآن بھی ذکر ہے۔ لیکن ایک ذکر وہ ہے جو صوفیائے کرام کے نزدیک خصوصی ذکر ہے مثلاً اسم ذات کا ذکر، نفی اثبات کا ذکر یعنی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ۔ اس کا مخصوص فائدہ ہے۔ لیکن آپ نے کہیں اس ذکر کا خطوط میں ذکر نہیں کیا۔ اسم ذات اللہ اللہ جتنا ہو سکے کرتے رہیں۔

حق تعالیٰ آپ کو اور ہم سب کو اس فانی زندگی میں اپنی مرضیات کی توفیق دیں۔ آمین بجاہِ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم"

والسلام خادم اہلِ سنت مظہر حسین غفرلہٗ
مدنی جامع مسجد چکوال (پاکستان)
۲۳ رجب ۱۴۲۴ھ ۱۱۴ اکتوبر ۲۰۰۱ء[1]

اختتام خط بہت طویل ہو گیا ہے۔ ان خطوط کا تذکرہ خط میں اس لئے

---

1 مطبوعہ نقوشِ زندگی جلد دوم مؤلفہ عبد الوحید الحنفی

کیا ہے کہ واضح ہو جائے کہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بندہ کے نام جو خطوط میں ذکر اللہ کی تلقین اور ترغیب دی ہے اس طرح وہ اپنے ہر مرید اور عقیدت مند کو ذکر اللہ کی تلقین اور ترغیب دیا کرتے تھے۔ اس لیے خدام پر ذکر اللہ کے خلاف سازش کا الزام غلط ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے اکابر میں ہیں ان کی تحقیق اہل سنت کے لئے مشعل راہ ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے کہ حضرت بہاؤالدین نقشبند قدس سرہٗ علماء بخارا کو جمع کر کے حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں لے گئے تا کہ ان کو "ذکر جہر سے منع کریں۔"

علماء نے حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا کہ: "ذکر جہر بدعت ہے نہ کیا کریں"۔ امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا کہ: "بہت اچھا نہ کریں گے"۔

جب اس طریقہ کے بزرگوار ذکر جہر سے منع کرنے میں اس قدر مبالغہ کرتے ہیں تو پھر سماع ورقص اور وجد کا کیا ذکر؟ وہ احوال و مواجید جو غیر شرع کے اسباب پر مرتب ہوں فقیر کے نزدیک استدراج کی قسم سے ہے۔[1]

الحمد للہ کہ ہم سنی حنفی ہیں۔ ہمیں اکابر کے اکابر کی اس نصیحت پر

[1] مکتوباتِ مجدد الف ثانی ج ا مکتوب ۲۶۶

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی

عمل کرنا چاہیے ذکر اللہ بکثرت کریں مگر انفرادی صورت میں بغیر جہر کے۔

تسامع کی مثال

آپ سے کتاب میں بعض جگہ تسامع ہو گیا ہے یا روایت کی تصدیق نہ کرنے کی وجہ سے غلطیاں ہو گئی ہیں درست کر لی جائیں۔ مثلاً آپ نے مجالس ذکر کے خلاف سازشیں ص ۵۰ پر جدید ایڈیشن میں لکھا ہے کہ حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے پاکستان میں جو خلفاء ہیں۔۔۔۔

پانچویں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الرؤف صاحب ترنابی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۹۸۷ء

چھٹے مولانا قاضی زاہد الحسینی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۹۷ء)

یہ ہم نے پہلی دفعہ آپ کی تحقیق یا تصنیف میں پڑھا ہے۔

جب کہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے کل ۱۶۶ خلفاء تھے۔ پھر ان خلفاء میں سے کسی نے حضرت مولانا اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو خلافت دی تھی۔ آپ کے علم میں اضافہ کے لئے ان کی فہرست کی فوٹو اسٹیٹ کاپی ارسال کر رہا ہوں۔

ان ۱۶۶ خلفاء کی فہرست میں مذکورہ دونوں بزرگوں مولانا عبد الرؤف صاحب ترنابی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا حضرت قاضی زاہد الحسینی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نام نہیں ہے۔

یہ حضرت شیخ الاسلام کے مرید تو تھے لیکن مولانا قاضی زاہد الحسینی

صاحب رحمہ اللہ تو حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمہ اللہ کے خلفاء سے تھے۔

اور دوسرے بزرگ مولانا عبد الرؤف صاحب ترنابی رحمہ اللہ کا تعارف نہیں ہے آپ کی کتاب ہی میں پڑھا ہے مکتوبات کی فہرست میں نام نہیں ہے۔ اس لئے مزید تحقیق کر کے اپنی کتاب میں درست کر کے تصحیح نامہ لگا دیں کیونکہ مطالعہ کرنے والے تو یہی سمجھیں گے کہ آپ نے تحقیق کر کے نام لکھا ہو گا لیکن اصل خلفاء کی فہرست میں یہ دونوں نام نہیں ہیں۔ واللہ اعلم آپ کو کس نے یہ بتایا ہے۔

دوسری تصحیح

خادم اہلسنّت عبد الوحید الحنفی

آپ نے اپنی مذکورہ کتاب مجالس ذکر اللہ کے خلاف سازشیں جدید ایڈیشن میں ص ۵۰ پر لکھا ہے:

آٹھویں مجاز عظیم عالم اور حضرت مدنی رحمہ اللہ کے شاگرد بھی اور خلیفہ بھی یعنی حضرت اقدس مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ (متوفی ۲۰۰۴ء) چکوال میں تھے۔

تمام خلفاء میں سے خانقاہی فیض سب سے زیادہ حضرت سید خورشید احمد شاہ ہمدانی رحمہ اللہ سے پھیلا۔ باقی تعلیمی اور مسلکی خدمتیں تو سب کی قابلِ داد ہیں۔ حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ نے رفض بدعت کے رد میں بہت کام کیا اور روحانی طور پر کوشاں رہے۔ خود حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

تصوف وسلوک

مذہبی اور جماعتی زندگی میں میری توجہ زیادہ تر فرق باطلہ کی طرف رہی۔ شیعت، خارجیت اور مودودیت کے ردّ میں چھوٹی بڑی کتابیں لکھیں اس وجہ سے اور نااہلیت کی وجہ سے بیعت سلسلہ کی طرف توجہ کم رہی ہے۔[روئیداد جامعہ اظہار الاسلام ۲۶ جنوری تا ۲۲ اگست ۲۰۰۴ء]

یہاں تک تو آپ نے درست لکھا ہے آگے آپ سے تسامع ہو گیا کہ یہ لکھا:

حضرت قاضی صاحب کے دو خلیفہ ہوئے ہیں ایک کشمیر میں مولانا محمد یوسف پلندری اور دوسرے سندھ کے مولانا حبیب الرحمٰن سومرو صاحب اب کچھ لوگ اور بھی سامنے آئے ہیں جو مدعی مجاز ہیں۔[1]

حالانکہ جس روئیداد مذکورہ سے آپ نے تصوف و سلوک کے بارے حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ وصیت نامہ سے عبارت نقل کی ہے جس کا نمبر ۹ ہے۔ اس وصیت نامہ کی شق نمبر ۹ میں ہی آگے حضرت نے یہ فرمایا ہے کہ:

”تصوف و سلوک کا مقصد مقام احسان کا حاصل کرنا ہے۔ جس کا ذکر حضرت جبرائیل علیہ السلام کی حسبِ ذیل حدیث میں ہے۔

قَالَ مَا الْاِحْسَانَ قَالَ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ

---

[1] مجالس ذکر اللہ کے خلاف سازشیں ص ۵۱ جدید

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ احسان کیا ہے؟

فرمایا: یہ کہ تو اللہ کی عبادت اس طرح کر کہ گویا تو اس کو دیکھ رہا ہے۔

احسان کی یہ کیفیت حاصل ہو جائے تو اصحاب تصوف اس کو "نسبت" باطنی سے تعبیر کرتے ہیں، اس "نسبت" کے بھی مدارج ہیں۔ عالم اسباب میں یہ "نسبت" اللہ کی توفیق سے کثرت ذکر اور مجاہدہ و مراقبہ سے حاصل ہوتی ہے۔

مشائخ کے نزدیک بیعت دو قسم کی ہوتی ہے ایک بیعت توبہ دوسری بیعت سلوک، بیعت توبہ کی اجازت ہر اس شخص کو دی جاتی ہے جو متشرع اور مخلص ہو۔ خواہ نسبتِ باطنی اس کو حاصل نہ ہو۔ اور "بیعت سلوک" کی اجازت "صاحب نسبت" کو دی جاتی ہے۔ بندہ نے حسب ذیل حضرات کو بیعتِ توبہ کی اجازت دی ہے:

(۱) حضرت مولانا محمد یوسف صاحب شیخ الحدیث پلندری آزاد کشمیر۔

اسم ذات کی کثرت سے ان کو بھی ان شاء اللہ نسبت حاصل ہو سکتی ہے۔

نمبر ۲۔ جناب مولانا فضل احمد صاحب مدرس جامعہ امدادیہ فیصل آباد، جو حضرت مولانا محمد امین شاہ صاحب مخدوم پور والوں کے داماد ہیں۔

نمبر ۳۔ حضرت مولانا جمیل الرحمٰن صاحب تاجک حضرو حال مقیم چکوال

نمبر ۴۔ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب بمقام جنھان ضلع حیدر آباد، موصوف کی استعداد اچھی ہے احوال عمدہ ہیں، ان کو نسبت حاصل ہے،

مگر ابھی رسوخ نہیں۔

اب میں مولانا حبیب الرحمٰن صاحب کو بیعت سلوک کی اجازت دیتا ہوں۔

بیعت توبہ یا بیعت سلوک، مقصد یہ ہے کہ شیخ العرب و العجم حضرت مدنی قدس سرہٗ کے فیوضات سے لوگ مستفید ہوں۔ مذکورہ حضرات مکتوبات شیخ الاسلام ؒ سے راہنمائی حاصل کریں۔ اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی ؒ کے ارشادات سے بھی استفادہ کرتے رہیں۔

ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ صحابہ کرام ؓ معیارِ حق ہیں۔

تمام صحابہ اور اہل بیت عظام ؓ جنتی ہیں۔ اور ان میں سے حسبِ ذیل چار حضرات امام الخلفاء حضرت ابو بکر صدیق ؓ، حضرت فاروق اعظم عمر بن خطاب ؓ، حضرت عثمان ذوالنورین ؓ اور شیر خدا حضرت علی المرتضیٰ ؓ رضوان اللہ علیہم اجمعین قرآن کے چار موعودہ خلفائے راشدین ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحابہ کرام ؓ اور حضرات اکابرین دیوبند، قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب ؒ، حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب ؒ نانوتوی، امام العصر شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب ؒ اسیر مالٹا، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی ؒ اور شیخ العرب و العجم السید حضرت حسین احمد مدنی قدس اللہ اسرارھم کے مسلک حق کی

پیروی نصیب فرمائیں۔ اہل السنت و الجماعت کو ہر طرح کے فتنوں، شیعیت، خارجیت اور مودودیت وغیرہ سے محفوظ فرمائیں۔ اور پاکستان کو نظام خلافتِ راشدہ نصیب ہو۔

آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ

مظہر حسین ۲۵ ذیقعدہ ۱۴۲۴ھ [1]

وصیت

یہ وصیت نامہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ نے اپنی وفات سے ایک ہفتہ پہلے تحریر کرا دیا تھا۔ آپ کی وفات ۳ ذی الحجہ ۱۴۲۴ھ مطابق ۲۶ جنوری ۲۰۰۴ء شب پیر سحری کے وقت اللہ اللہ کہتے ہوئے چکوال مدنی جامع مسجد کے عقب جانب قبلہ مدرسہ کے مکان میں ہوئی۔ آپ نے اپنا ذاتی مکان نہ کسی جگہ بنایا اور نہ کسی جگہ ذاتی کوئی جگہ خریدی تدفین آپ کی وصیت کے مطابق آبائی گاؤں بھیں ضلع چکوال میں عام قبرستان میں اپنے والد ماجد رحمہ اللہ مولانا کرم الدین صاحب دبیر رحمہ اللہ کی قبر کے ساتھ ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

دو سال قبل مولانا محمد سعید یوسف صاحب کو عبد الوحید حنفی نے ایک خط لکھا تھا جس کا متن یہ ہے:

[1] منقول از روئیداد مذکورہ اگست ۲۰۰۴ء وصیت نامہ

مکتوب ا (نقل) بنام مولانا سعید یوسف صاحب پلندری

از چکوال

۲۵ رجب ۱۴۳۸ھ ۲۳ اپریل ۲۰۱۷ء
بروز اتوار بوقت ۶ بجے صبح

بخدمت جناب حضرت مولانا محمد سعید یوسف صاحب مدظلہ
پلندری آزاد کشمیر (ابنِ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب پالندری رحمہ اللہ
خلیفہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ)

السلامُ علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

امید ہے آپ بخیریت ہوں گے۔ اخبارات میں آپ کے بیان پڑھنے کا اتفاق ہوتا رہتا ہے۔ چند سال قبل جامعہ حنفیہ جہلم میں آپ کی تقریر سننے اور زیارت کرنے کی سعادت بھی ملی۔ لیکن خط و کتابت کرنے کا کئی بار ارادہ کیا لیکن پھر ایسا کرنے کی نوبت نہ آئی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی رضا نصیب کریں۔ آمین

۲۔ صورتِ حال یہ ہے کہ حال ہی میں مولانا حفیظ اللہ صاحب مدرس جامعہ دارالعلوم ربانیہ بستی ریاض المسلمین اڈا پھلور ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ نے ایک کتاب بنام "مجالس ذکر اللہ کے خلاف سازشیں" تصنیف کی ہے۔ اسی کتاب کے ص ۱۸۲ پر انہوں نے جھوٹ نمبر ۲ کے عنوان سے لکھا ہے:

"علامہ عبد الرحیم صاحب اور حسانی صاحب نے مولانا جمیل الرحمٰن صاحب کے ساتھ مفتی اور مجاز بیعت لکھا ہے، جب کہ راقم نے

مولانا سعید یوسف پالندری صاحب مدظلہ (جو کہ حضرت قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مولانا محمد یوسف پالندری کے بیٹے ہیں) سے سُنا ہے کہ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صرف دو ہی خلیفہ تھے ایک مولانا محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ پالندری کشمیر سے اور دوسرے مولانا سومرو سندھ میں۔"[1]

تحقیق طلب یہ مسئلہ ہے کہ کیا واقعی آپ نے ان سے یہ فرمایا تھا؟ یا انہوں نے آپ سے روایت جھوٹ منسوب کی ہے؟ یا ان سے تسامع ہوا ہے؟

(۳) مولانا حفیظ اللہ صاحب نے روایت کتاب میں لکھنے سے قبل کیا فون پر آپ سے یہ تحقیق کر کے روایت لکھی یا آپ سے خط و کتابت کے ذریعے تحقیق کر کے یہ روایت درج کی؟ اس روایت کے بارے میں جو صورتِ حال ہو اس سے مطلع فرمائیں۔ نوازش ہو گی۔

جزاک اللہ۔ دعاؤں میں یاد رکھیں۔ والسلام

خادم اہل سنت عبد الوحید الحنفی

مدنی جامع مسجد چکوال

نوٹ پونے دو سال ہونے کو ہیں۔ ۱۲ دسمبر ۲۰۱۸ء تک مولانا سعید یوسف صاحب کی جانب سے تائیدی یا تردیدی جواب نہیں آیا واللہ اعلم جواب نہ دینے کی کیا وجہ ہے۔

---

[1] مجالس ذکر اللہ کے خلاف سازشیں ص ۱۸۲ مؤلفہ حفیظ اللہ

کتمانِ حق کی مثال

مولانا حفیظ اللہ صاحب اللہ تعالیٰ آپ کو حق بیان کرنے کی سعادت سے محروم نہ کریں اور اگر کسی جگہ حق بیان کرنے میں تسامع ہو جائے یا غلط روایت سے مغالطہ ہو جائے تو جب حقیقتِ حال علم میں آ جائے تو اللہ تعالیٰ آپ کو رجوع کرنے کی توفیق نصیب فرمائیں تا کہ آخرت میں کتمانِ حق کی وجہ سے خسارہ نہ ہو۔

آپ نے مذکورہ کتاب کے ص ۵۱ پر فرمایا کہ:

"حضرت قاضی صاحب کے دو خلیفے ہوئے ہیں۔ ایک کشمیر میں مولانا محمد یوسف صاحب اور دوسرے سندھ کے مولانا حبیب الرحمٰن سومرو صاحب۔

اب کچھ اور لوگ بھی سامنے آئے ہیں"۔[مذکورہ کتاب ص ۵۱]

جب کہ حقیقت حال کے لیے میں نے وصیت نامہ کی مکمل شق نمبر ۹ پوری کی پوری درج کر دی ہے تا کہ آنے والی نسلوں سے کوئی بات پوشیدہ نہ رہے۔

اصل وصیت نامہ ہی سے اقتباس تو آپ نے درج کر دیا لیکن باقی خلفاء کے نام جو آگے تحریر ہیں اُن کے درج کرنے کے بجائے یہ لکھ دیا ہے کہ:

"اب کچھ اور لوگ بھی سامنے آئے ہیں جو مدعی مجاز ہیں"

حالانکہ وصیت نامہ سے آپ کو معلوم ہو گیا تھا کہ حضرت نے

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

بیعت توبہ کی اجازت حضرت مولانا فضل احمد صاحب بورے والا کو بھی دی تھی اور اسی طرح بیعت توبہ کی اجازت حضرت مولانا مفتی جمیل الرحمٰن صاحب فاضل دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، مہتمم جامعہ اظہار الاسلام خطیب مدنی جامع مسجد چکوال کو بھی دی تھی۔

ان کے علاوہ کسی نے نہ کسی اور کا نام لکھا ہے نہ کسی نے اپنے کو خلیفہ قرار دیا ہے صرف چار مذکورہ بزرگوں کے نام ہی حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وصیت نامہ میں تحریر کئے تھے۔ ان میں سے حضرت مولانا محمد یوسف صاحب پلندری اور مولانا فضل الرحمٰن صاحب بورے والا والے انتقال کر چکے ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

اب صرف مولانا حبیب الرحمٰن صاحب مدظلہ سندھ اور مولانا جمیل الرحمٰن صاحب مدظلہ چکوال میں حضرت قائد اہل سنت کی تصوف وسلوک میں مشعل جلائے ہوئے ہیں۔ اور ان سے روحانی وعلمی فیض جاری وساری ہے۔ اللّٰھم زد فزد

کتمان حق کی دوسری مثال

مجالس ذکر اللہ کے خلاف سازشیں کا پہلا ایڈیشن جو ۱۴۳۸ھ مطابق ۲۰۱۷ء میں شائع ہوا۔ اس پر تبصرہ بندہ نے اسی سال ۲۲ رجب المرجب ۱۴۳۸ھ مطابق ۲۰ اپریل ۲۰۱۷ء کو مکتوب کی صورت میں مولانا حفیظ اللہ صاحب کو ارسال کر دیا تھا۔ وصولی کا خط بھی آپ نے مجھے لکھا تھا جو محفوظ ہے۔ اس کے ساتھ اپنی تصانیف "احیاء سنت"۔ "آفتابِ سنت"

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی

اور "اتباع سنت" اور جامعہ عربیہ اظہار الاسلام کی روئیداد ۲۰۰۸ء بھی جس میں مذکورہ وصیت نامہ بھی بھیج دیا تھا۔ جس میں حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چار خلفاء کے مذکورہ نام درج تھے اس کے مطالعہ کے باوجود مذکورہ کتاب "مجالس ذکر اللہ کے خلاف سازشیں کے جدید ایڈیشن" میں اپنے تسامع کا ازالہ کرتے ہوئے تصحیح نہ کر سکے اور وہی سابقہ عبارت من و عن نقل کر دی جب کہ "وصیت نامہ" کے مطالعہ کے بعد آپ کے علم میں آچکا تھا کہ حضرت قاضی صاحب نے صرف دو کو بیعتِ توبہ کی اجازت نہیں بلکہ چار کو بیعت توبہ کی اجازت دے کر اپنی خلافت سونپی تھی۔

پہلے ایڈیشن کے ص ۵۱ پر تو کئی غلطیاں اور بھی تھیں بعض کو تو آپ نے درست کر دیا۔ اور بعض کو علم میں آنے کے باوجود درست نہیں کیا۔

مثلاً پہلے ایڈیشن میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے ۵ خلفاء جو پاکستان میں تھے کے نام درج کئے جن میں قصبہ عبد الحکیم سے سید خورشید احمد ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کا نام لکھا لیکن ساتھ یہ بھی لکھ دیا کہ:

"جو غالباً حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں ہی دارِ فانی کی جانب کوچ کر گئے۔" (اور مرید کی صلاحیتوں کا اندازہ شیخ کی وفات کے بعد ہی لگایا جا سکتا ہے۔)[1]

[1] دیکھئے کتاب مجالس ذکر پہلا ایڈیشن ص ۵۲

خادم اہلسنت عبدالوحید

اس کی تصحیح کر کے دوسرے ایڈیشن میں ان کے بارے میں لکھا ہے:

"عبد الحکیم سے حضرت اقدس پیر مولانا سید خورشید احمد شاہ صاحب ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ (جن کا وصال ۱۹۷۳ء میں ہوا) انہوں نے اپنے مرشد حضرت شیخ الاسلام مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد سولہ سال تصوف وسلوک اور ذکر اللہ میں خوب محنت کی اور انہیں کی برکت سے حضرت شیخ الاسلام کا سلسلہ ملک میں اکثر جگہوں پر پھیلا۔ اللہ تعالیٰ ان فیض یافتہ حضرات کو مزید قبولیت سے مالامال فرمائے۔ حضرت شاہ صاحب کے حالات آئندہ صفحات میں ذکر کئے جائیں گے۔"[1]

الحمد للہ اس میں انہوں نے عبارت درست کر دی۔ حضرت پیر خورشید احمد شاہ صاحب نے ۱۰ جمادی الاول ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۲ جون ۱۹۷۳ء کو انتقال فرمایا تھا۔

بندہ کی حضرت پیر خورشید احمد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے خط وکتابت بھی رہی۔ اُن کے خطوط بندہ کی تصنیف نقوشِ زندگی میں جلد ۲ میں شائع ہو چکے ہیں۔ اور بندہ نے حضرت پیر صاحب سے راولپنڈی اور لاہور میں ملاقات کر کے فیض بھی پایا۔ اور حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد حضرت پیر خورشید احمدی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اعظم مولانا سید محمد امین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بندہ نے بیعت

1 مجالس ذکر اللہ کے خلاف سازشیں ص ۵۰

کرنے کی سعادت حاصل کر کے فیض پایا۔

اللہ تعالیٰ اپنی رضا نصیب کریں اور بندہ کی مغفرت اور بخشش فرمائیں (آمین)۔

دوسرے ایڈیشن کی مزید غلطیاں

مولانا حفیظ اللہ صاحب سے آگے دو غلطیاں غالباً لاعلمی میں روایت کی تصدیق نہ کرنے کی وجہ سے اور ہوئیں کہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں دو نام ایسے درج کر دیے کہ جن کے نام خلفاء میں شمار نہیں ہوتے مثلاً مولانا قاضی زاہد الحسینی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو کہ اصل میں مرید تو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے تھے لیکن خلافت اُن کو حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل تھی۔

دوسرے مولانا عبد الرؤف صاحب کا نام بھی روایت کی تصدیق نہ کرنے کی وجہ سے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں درج کر دیا۔ آئندہ ایڈیشن میں وہ اس کی اصلاح کر دیں تاکہ کوئی ان کی کتاب سے حوالہ نقل کرتے ہوئے پھر نہ یہ غلطی کر دے۔ بندہ نے مولانا زاہد الحسینی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ دارالعلوم دیوبند کے صد سالہ اجلاس میں دیوبند جانے کے دوران اکٹھا سفر کیا تھا۔ اس طرح مارچ ۱۹۸۰ء دیوبند جانے کی سعادت ملی تھی۔ اِن کا حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں شمار ہوتا ہے۔

(۲) مذکورہ کتاب مجالس ذکر کے ص ۱۸۲ پر مولانا حفیظ اللہ صاحب

نے لکھا تھا۔

جھوٹ نمبر ۲ علامہ عبد الرحیم صاحب اور حسانی صاحب نے مولانا جمیل الرحمٰن صاحب کے ساتھ مفتی اور مجاز بیعت لکھا ہے جب کہ راقم نے مولانا محمد سعید یوسف صاحب مد ظلہ (جو کہ حضرت قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مولانا محمد یوسف پالندری کے بیٹے ہیں) سے سُنا ہے کہ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صرف دو ہی خلیفہ تھے اک مولانا محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ پالندری کشمیر سے اور دوسرے مولانا سومرو سندھ میں۔

ترمیم اب مذکورہ کتاب کے جدید ایڈیشن میں ص ۲۱۲ پر ایک ترمیم تو ٹھیک کی ہے کہ عنوان جھوٹ نمبر ۲ کو ختم کر دیا ہے اور نیا عنوان دے دیا ہے "دوسری بات" یہاں تک تو ٹھیک کیا ہے۔ جزاک اللہ۔

لیکن آگے عبارت جوں کی توں ہی درج کرنے کے ساتھ یہ بھی لکھ دیا ہے کہ:

"بعض اقوال ہیں کہ حضرت کا کوئی خلیفہ ہی نہیں ہے یا ایک ہی ہے۔"[1]

تبصرہ اس میں تو انہوں نے جو الفاظ لکھے ہیں اس سے سابقہ روایت کا بھی غلط ہونا خود ہی ثابت کر دیا کہ جو سعید یوسف صاحب کی روایت سے لکھا تھا:

---

[1] مذکورہ کتاب ص ۲۱۲ مجالس ذکر اللہ کے خلاف سازشیں جدید ایڈیشن

"بعض اقوال ہیں کہ حضرت کا کوئی خلیفہ ہی نہیں ہے یا ایک ہی ہے"۔ کیا یہ تحقیق عقل و نقل کے مطابق ہے۔

جب کہ اس کتاب کے ص ۵۰ پر وہ حضرت کے وصیت نامہ کی عبارت درج خود کر چکے ہیں اسی روئیداد میں چاروں بزرگوں کے نام بھی پڑھ چکے ہیں پھر بعض اقوال کن راویوں کے ہیں ان کا نام لکھ دیتے تو تحقیق کر لی جاتی کہ وہ کاذب ہیں یا صادق ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

(۲) آگے مولانا حفیظ اللہ صاحب آپ نے کیا لکھ دیا ہے خود پڑھیں آپ نے لکھا ہے:

"ہمیں اس سے غرض نہیں۔ اللہ کرے یہ سب حضرات ہی خلیفہ ہوں البتہ اتنی درخواست ہے کہ ان خلافتوں پر قرون اولیٰ سے کچھ نظیریں اور دلائل ذکر کر دیئے جائیں تا کہ "طریق بدعت" سے بچا جا سکے۔" [مجالس ذکر اللہ کے خلاف سازشیں ص ۲۱۲]

تبصرہ مولانا حفیظ اللہ صاحب! یہ آپ شیخ الحدیث کے منصب پر ہوتے ہوئے کیا ہم کو سبق پڑھا رہے ہیں کہ یہ "طریق بدعت" ہے؟ علمائے حق میں سے آج تک کسی نے اس کو "طریق بدعت" نہیں قرار دیا۔ اس لئے آپ مطمئن ہو کر طلباء کو پڑھاتے رہیں۔ چاروں سلاسل طیبہ میں اس طریق تعلیم روحانی کی سند حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے سلسلہ نقشبندیہ میں اور سلسلہ قادریہ سہروردیہ اور سلسلہ چشتیہ میں روحانی فیض سند نہ سند ہم تک پہنچا ہے۔ اس فیض کی سند حضرت علی

المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ اور حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ہوتے ہوئے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تک بیعت کرنے کا ذکر شجرہ میں ہم تو روز پڑھتے ہیں۔ کسی نے اس کو بدعت نہیں کہا۔ جس چیز کو بدعت کہا گیا ہے ہم اہل السنت والجماعت مقلد تو اسی کو بدعت کہیں گے قرونِ اولیٰ میں بھی کسی نے اس کو بدعت نہیں کہا سب نے بیعت کو سنت اور بیعتِ سلوک کو مستحب کہا ہے وہی الحمدللہ ہم کہتے ہیں۔ ہم امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد ہیں غیر مقلد نہیں ہیں۔

(۳) مولانا حفیظ اللہ صاحب ! آپ نے یہ بھی اچھا کیا کہ تصحیح کر کے دوسرے ایڈیشن میں جھوٹ نمبر ا کا عنوان بدل کر حقیقتِ حال کر دیا۔ الحمدللہ اس طرح جھوٹ جو نہ تھا وہ حقیقتِ حال درج کر کے آپ نے رجوع کر لیا۔ جزاک اللہ یہی اہلِ انصاف کرتے ہیں۔

(۴) مولانا حفیظ اللہ صاحب ! آپ نے یہ بھی اچھا کیا کہ جھوٹ نمبر ۲ کا عنوان بھی بدل دیا لیکن مضمون بدلنے کے بجائے مزید کئی غلطیاں اس میں اور کر دی ہیں جن کی نشاندہی مفصل اوپر کر دی گئی ہے۔ آئندہ ایڈیشن میں ان غلطیوں کی اصلاح بھی کر دیں تا کہ آخرت میں اس غلط بیانی پر گرفت نہ ہو جائے اور غیبت، چغلی اور بہتان جیسے جرائم میں سے کسی ایک میں پوچھ نہ ہو جائے اس لئے بہتر یہی ہے۔ سہواً غلط روایات کی بنا پر جو یہ مضمون ہے اس کا متن اور عنوان ہی دوسری بات والا ختم کر دیں تا کہ قرآن وحدیث پر عمل ہو جائے۔

اور قرآنی حکم وَ اجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ اور جھوٹی بات سے اجتناب کرو۔(سورۃ الحج آیت ۳۰)

وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ (پ۲۵ سورہ جاثیہ)

ہر جھوٹے گنہگار کے لئے خرابی ہے۔

آپ نے خود ہی لکھا ہے کہ:

حدیث مبارکہ میں موجود ہے کہ "آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ سنی سنائی باتوں کو پھیلائے"۔[1]

اب جب کہ تحقیق کے بعد ثابت ہو گیا ہے کہ روایات سچی نہیں ہیں جب کہ اصل حقائق واضح کر دیئے گئے ہیں اور آپ کے علم بھی آ چکے ہیں اس لئے ان فرضی باتوں سے رجوع کرنا ہی ایک عالم دین کی شان ہے۔ اللہ تعالیٰ اہل حق کا حامی و ناصر ہو۔ ہم کو اللہ تعالیٰ کی رضا اور موت سے پہلے سچی توبہ نصیب ہو۔ آمین

قولِ فیصل مولانا حفیظ اللہ صاحب! بندہ کا ارادہ تو مختصر ہی عرض داشت لکھنے کا تھا۔ لیکن جب شروع کیا تو مضمون کی دل میں آمد شروع ہو گئی، اس طرح خط طویل ہو گیا۔ ابھی کئی چیزیں کتاب میں ایسی باقی ہیں کہ جن پر تبصرہ اصلاحی انداز میں ہو سکتا ہے لیکن سمجھنے کی نیت سے ایک مومن بھائی کی عرض داشت کو بغور پڑھا جائے تو حقیقتِ حال سمجھنے میں ان شاء اللہ تعالیٰ یہ کافی ہے۔

---

1 مجالس ذکر اللہ کے خلاف سازشیں ص ۲۱۲

دعا آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو اپنی رضا نصیب کرے اور ہم سب کا خاتمہ ایمان پر کرے اور ہم سب کو اہل السنت و الجماعت کے مسلک پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فرمان کے مطابق آخری سانس تک قائم و دائم رکھے اور اہل فرقہ اور اہلِ بدعت کے فتنے سے امان میں رکھے۔ آمین

اہل سنّت والجماعت کون ہیں؟

بصرہ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ خطبہ دے رہے تھے تو ایک شخص کے سوال پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اَمَّا اَھْلُ السُّنَّةِ الْمُتَمَسِّكُوْنَ بِمَا سُنَّةَ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ وَاِنْ قَلُّوْا

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

اہل سنت وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ طریقے پر چلتے ہیں گو کہ وہ تعداد میں کم ہی کیوں نہ ہوں۔

اور اہل بدعت کے بارے میں فرمایا:

وَ اَمَّا اَھْلُ الْبِدْعَةِ فَالْمُخَالِفُوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ وَ لِكِتَابِهٖ وَ لِرَسُوْلِهٖ الْعَامِلُوْنَ بِرَائِيِهِمْ وَ اَھْوَائِهِمْ وَاِنْ كَثُرُوْا وَقَدْ مضى مِنْهُمُ الْفَوْجِ الْاَوَّلُ وَ بَقِيَتْ اَفْوَاجاً

اور اہل بدعت وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ، اس کی کتاب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف طریقے پر ہوں اپنی رائے اور اپنی خواہش پر

عمل کرتے ہوں۔ گو کہ تعداد زیادہ کیوں نہ ہو۔ ان کی پہلی فوج گزر چکی اور فوجیں ابھی باقی ہیں۔ ان کا استقبال اللہ ہی کے سپرد ہے۔[1]

اللہ تعالیٰ ہمیں اہلِ بدعت کے فتنہ سے محفوظ رکھیں اور اتباعِ شریعت وسنت کرنے کی ہر دم سعادت نصیب کریں۔ آمین

والسلام خادم اہل سنت عبد الوحید الحنفی

۵ ذیقعدہ ۱۴۴۰ھ ۱۲ دسمبر ۲۰۱۸ء

شب ساڑھے آٹھ بجے مکمل ہوا۔ بروز بدھ

مکتوب راقم الحروف بنام مولانا حبیب الرحمٰن صاحب سومرو

خادم اہلسنّت حافظ عبد الوحید الحنفی

از چکوال

۷ اربیع الثانی ۱۴۴۰ھ

بوقت تین بجے دن

جناب محترم حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب مدظلہ سومرو

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خوش اور تندرست رکھے۔ اور ہم سب سے راضی ہو کر اللہ اپنی رضا نصیب کریں آمین۔

حال ہی میں ایک کتاب "مجالس ذکر اللہ کے خلاف سازشیں"۔ مولانا حفیظ اللہ صاحب استاد الحدیث جامعہ دارالعلوم ربانیہ پھلور ٹوبہ

---

1 مسند ربیع بن جراح، کنز العمال ج ۱۶ حدیث ۴۴۲۰۹

ٹیک سنگھ پنجاب نے شائع کی ہے اس پر ایک اجمالی نظر ڈالنے سے چند چیزیں ایسی نظر سے گذریں جن کا حقیقتِ حال سے دور کا بھی تعلق نہیں۔

چنانچہ مذکورہ کتاب کے ۱۲۷ پر سرخی لگائی ہے:

علامہ عبدالرحیم وحسانی کے پیر کا نظریہ مماتیت

اس سرخی کے تحت لکھا ہے:

"علامہ حسانی و فیصل آبادی اپنی پارٹی سمیت دل و جان کے ساتھ حضرت سومرو صاحب کی مٹھی میں ہیں اور حضرت سومرو صاحب ہی اب گروہ کے روحِ رواں ہیں دیکھئے سومرو صاحب کا نظریہ فرماتے ہیں۔ "اصل انسان جس کا نام تھا وہ اس کے وجود سے نکل گیا۔ اصل چیز روح تھی یہ جسم نہیں تھا۔ یہ جسم اگر اصل انسان ہو تو پھر مٹی میں کیوں دباتے ہیں؟ اصل انسان اور چیز تھی، وہ جسم سے نکل گئی۔ تو اسے مٹی میں دفن کر دیا ہے۔ جسم محض روح کی سواری ہے۔ روح کا مکان، اعلیٰ علیین یا اسفل السافلین، اور جسم مٹی میں ہے۔" (مجلہ صفدر شمارہ ۸۵)

اس عبارت پر تبصرہ کرتے ہوئے حفیظ اللہ صاحب آگے لکھتے ہیں:

فائدہ: مماتیوں سے اہلِ السنت والجماعت کا اختلاف ہی یہی ہے کہ وہ کہتے ہیں قبر میں کچھ نہیں یعنی عذابِ قبر اور راحتِ قبر کا انکار کرتے ہیں۔ ان کا دعویٰ یہ ہے کہ سزا اور جزا کا تعلق فقط روح کے ساتھ ہے۔ جب اصل نظریہ اس پارٹی کا ظاہر ہو گیا تو بات سمجھنا بالکل آسان ہو گئی

کہ باقی اختلاف مجالس ذکر اور اہل اللہ سے محبت اور طریقِ سلاسل کے اسباق کی مختلف بہانوں سے تردید اس عقیدے کی تفریعات ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے بدعقیدہ لوگوں سے تمام اہلِ السنت والجماعت کو محفوظ رکھے۔ آمین [مجالس ذکر اللہ کے خلاف سازشیں ص۱۲۹]

مذکورہ غلط بیانی اور کتمان حق کی اس کتاب میں جھوٹ پر مبنی بہت سی عبارات ہیں چند ایک کا جواب بندہ نے مولانا حفیظ اللہ صاحب کو دو خطوط میں دیا ہے۔ پہلے خط میں پہلے ایڈیشن کی ابتدائی غلط بیانیوں پر تبصرہ کیا اور دوسرے ایڈیشن پر چند مزید عبارتوں پر گرفت سنجیدہ الفاظ میں کی ہے۔ ایک نقل آپ کے مطالعے کے لئے بھی ارسال ہے۔

(۲) آپ کے نام الزام مذکورہ، غلط عقیدہ کی جو نسبت کی گئی ہے۔ اگر اس پر آپ کچھ تحریر فرمادیں تو ان شاء اللہ آپ کی جانب سے وہ غلط بیانی کا جواب ہو جائے گا۔ دعاؤں میں یاد رکھیں۔ والسلام

خادم اہلِ سنت عبد الوحید الحنفی چکوال

جوابی مکتوب مولانا حبیب الرحمٰن صاحب سومرو بنام راقم الحروف

بخدمت مکرمی جناب مولانا حافظ عبد الوحید الحنفی صاحب

دامت برکاتہم العالیہ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

مخدوم من کا والا نامہ موصول ہوا۔ اول سے آخر تک پڑھنے کی

سعادت نصیب ہوئی۔

محترم مولانا حفیظ اللہ صاحب نے بندہ کی عبارت کو پیش کر کے دلالتِ التزامیہ سے جو مطلب نکالا ہے اس میں تعجب کی بات نہیں، اس لئے کہ ہر کوئی اپنے بڑے کی عادات کو اپناتا ہے۔ ٹنڈو الہیار میں ایک پاگل عورت رہتی تھی، وہ حیدر آباد کی طرف، سڑک سے جارہی ہوتی۔ کوئی پوچھتا کہ مریم مائی کہاں کا ارادہ ہے وہ کہتی میں ٹنڈو الہیار جارہی ہوں اس پر مقولہ مشہور ہو گیا۔ کدھر منہ مائی مریم کا، کدھر ٹنڈو الہیار۔ میرے خیال میں شاید موصوف کے ہاں یہ عقیدہ مرکوز ہے کہ موت سے روح جسم سے نکلتا ہی نہیں یا تو ان کے ہاں اصل انسان نام روح و جسم کے مجموعہ کا ہے تو دنیا میں آنے سے پہلے انسان کا وجود نہیں مانتا اس لئے کہ وہاں جسم عنصری کا وجود نہیں تو عہد الست کس مخلوق سے لیا گیا۔ اللہ رب العالمین فرماتے ہیں وَاِذْ اَخَذَ رَبُّکَ مِنْ بَنِیْٓ اٰدَمَ الخ وہاں تو بنی آدم اور ذریۃ کا ذکر ہے جناب آدم علیہ السلام کی اولاد اور ذریۃ تو انسان ہیں ان کے ہاں اس کا کیا نام ہے۔ جناب موصوف صاحب خود بتائیں گے کہ وہ عہد الست کے وقت کونسی مخلوق تھی۔ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ **نفسک مطیّتک** اس ڈھانچہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود سواری بتلایا ہے تو موصوف صاحب بتائیں کہ سوار کون ہے اور سواری میں اصل کون ہے۔ یہ تو گدھے کو بھی پتہ ہے کہ اصل سوار ہے اس لئے وہ باہر کھڑا ہو جاتا ہے اور سوار اپنے گھر میں چلا

جاتا ہے اس عبارت سے ثواب و عذاب کا تعلق جوڑنا یہ کون سی دلالت ہے اور پھر آگے مجھے مماتیت کے عقیدہ رکھنے والوں کی صف میں کھڑا کر کے اپنے سینے کو ٹھنڈا کرنے کی ناکام سعی کی ہے فَیَا اسفٰی عَلٰی ذٰلِکَ۔ میری جناب موصوف سے اتنی گذارش ہے کہ خدارا اپنی بدعات پر اتنا اصرار کہ بڑوں کی طرف اس کی غلط نسبت کریں یہ اہل ہواء کا کام تو ہو سکتا ہے اہلِ سلوک کا نہیں اسے تو اپنے ربّ سے فرصت کہاں کہ وہ کسی کے پیچھے پڑے ہمارے حضرت اقدس رحمہ اللہ نے کبھی بھی اس قسم کی قطع و برید سے کام نہیں لیا بلکہ رضائے الٰہی کو سامنے رکھتے ہوئے خلافِ سنت ہر چیز کو پوری زندگی بیان کرتے اور لکھتے رہے لیکن کسی کی ذات پر تنقید نہیں کی اصلاح کے لئے ذکر اللہ میں مجالس نہیں بلکہ کان حبب الیہ الخلاء والی وصف ہو گی تو نور آئے گا ورنہ ریاکاری میں مارا پھرتا رہے گا صدف میں موتی کیسے بنتا ہے ذہن میں رکھ کر آگے بڑھیں مرشد مریدوں کو رنگتا ہے مجالس ذکر کی بنیاد مریدوں کی رضا پر چلنا ہے جس سے کچھ حاصل نہ ہو گا صرف خلفاء کی فہرست بنانے سے شہرت تو بے شک ہو گی لیکن یہ رضائے نفس ہے، رضائے الٰہی نہیں۔

فإلی اللہ المشتکیٰ

حبیب الرحمٰن

۲۳ ربیع الثانی ۱۴۴۰ھ ۳۱ دسمبر ۲۰۱۸ء

مکتوب راقم الحروف بنام حضرت مولانا محمد الیاس گھمن صاحب

از چکوال

۲۷ ربیع الاول ۱۴۴۰ھ ۵ دسمبر ۲۰۱۸ء

بروز بدھ ۱۰ بجے صبح

جناب محترم برادرم مولانا محمد الیاس گھمن صاحب مدظلہ

السلامُ علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

آج ہی آپ کا مکتوب گرامی محررہ ۳ دسمبر ۲۰۱۸ء مطابق ۲۵ ربیع الاول ۱۴۴۰ئھ موصول ہوا۔ پڑھ کر خوشی ہوئی کہ آپ نے میری عرض داشت فرصت میں مطالعہ کرنے کا عندیہ ظاہر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو فرصت عطا فرمائیں تاکہ اس طرح علمی استفادہ حاصل کرنے کی صورت بنتی رہے۔ اور ایمان سلامت رہے۔

(۲) ''تحفظ عقائد مشائخ دیوبند'' کا ایک ہی نسخہ بندے کے پاس ہے۔ اسی لئے اس کی فوٹو اسٹیٹ کاپی ارسالِ خدمت ہے تاکہ بوقت فرصت آپ اس کو دیکھ سکیں اور بندہ نے عرض داشت اس پر تبصرہ کی صورت میں جو بھجوائی ہے وہ تو آپ مطالعہ فرما چکے ہوں گے۔

(۳) مولانا حکیم مسعود الرحمٰن صاحب مدظلہ نے بندہ کی عرض داشت کے جواب میں جو ناصحانہ مکتوب بندہ کو بھیجا ہے اس کی فوٹو اسٹیٹ کاپی آپ کے مطالعہ کے لئے بھی ارسال ہے۔ اس پر بندہ نے بھی جو آخری

خط لکھا۔ اس کی نقل بھی ارسالِ خدمت ہے۔

(۴) اس خط و کتابت کا مقصد فقط اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا ہے کہ جانبین کو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو جائے۔ اور فتنوں کے دور میں "ایمان بچ جائے" کیونکہ فتنوں کے اس سیلاب میں بڑے بڑے علماء لپیٹ میں آ رہے ہیں اور "اتباع سنت" کے بجائے سلسلوں کو بڑھانے اور بچانے میں پڑ گئے ہیں۔ حال یہ ہے کہ اصل تو اپنا ایمان بچانا ہے جس سے ہم غافل ہو رہے ہیں۔

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے

دعا فرماتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اپنی رضا نصیب کر دیں۔ والسلام

عبد الوحید حنفی
حال مقیم مدنی جامع مسجد چکوال

خادم اہلسنت
عبد الوحید حنفی

مکتوب راقم الحروف بنام مولانا محمد الیاس گھمن

۱۷ ربیع الثانی ۱۴۴۰ھ ۲۶ دسمبر ۲۰۱۸ء

بروز بدھ بوقت سوا ایک بجے دن

بخدمت جناب محترم اخوانم مولانا محمد الیاس گھمن صاحب مدظلہ

السلامُ علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں

گے۔

حال ہی میں مولانا حفیظ اللہ صاحب نے اپنی تصنیف ''مجالس ذکر اللہ کے خلاف سازشیں'' کا دوسرا ایڈیشن شائع کیا ہے امید ہے کہ وہ آپ تک پہنچ گیا ہو گا اور آپ مطالعہ بھی کر چکے ہوں گے۔ بندہ کو بھی ایک ساتھی نے ایک نسخہ بھیجا جس کا سنجیدگی کے ساتھ مطالعہ کیا اور اس پر کچھ اُن کو بذریعہ خط چند چیزوں کی بابت صورتِ حال تحریر کی۔

اس کی ایک کاپی آپ کو بندہ ارسال کر رہا ہے تا کہ جانبین کا موقف آپ کے سامنے آ جائے۔ اس پر اگر مناسب سمجھیں تو اپنی رائے سے بھی امید ہے کہ بذریعہ خط مطلع فرمائیں گے تا کہ جہاں اصلاح کی ضرورت ہے وہ کر کے زندگی کے اختتام سے پہلے پہلے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کی جا سکے۔

دعاؤں میں یاد رکھیں اللہ تعالیٰ ہم سب کی بخشش فرمائیں اور آخرت میں جنت الفردوس نصیب فرمائیں۔ آمین۔

بجاہِ النبی الکریم صلی اللہ علیہ والہٖ والصحابہٖ وسلم۔ والسلام

آپ کا بھائی خادمِ اہل سنت

عبد الوحید الحنفی

نیا محلہ بھون روڈ چکوال

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی

مکتوب راقم الحروف بنام حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب ہزاروی راولپنڈی

۱۷ ربیع الثانی ۱۴۴۰ھ ۲۶ دسمبر ۲۰۱۸ء

بروز بدھ بوقت دو بجے دن

بخدمت جناب محترم حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب ہزاروی مدظلہ

السلامُ علیکم ورحمۃ اللہ۔ امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خوش اور تندرست رکھیں۔ آمین

بندہ بذریعہ خطوط کبھی کبھی دعا کی درخواست کرتا رہتا ہے اور راہِ سلوک میں آپ سے رہنمائی کے لئے کچھ نہ کچھ لکھتا رہتا ہے۔ آپ کا ممنون ہوں کہ آپ دعاؤں میں یاد رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو طریقِ اہلُ السنت والجماعت پر یہ فانی زندگی گزار کر ایسی حالت میں اپنے دربار کی حاضری نصیب کریں کہ وہ ہم سب سے راضی ہوں اور خوش ہوں۔ آمین

(۲) حال ہی میں مولانا حفیظ اللہ صاحب نے آپ کی ناراضگی کے باوجود اپنی کتاب ”مجالس ذکر اللہ کے خلاف سازشیں“ کا دوسرا ایڈیشن آپ کی اجازت کے بغیر شائع کر دیا ہے۔

بندہ نے ایک خط کی صورت میں چند چیزیں اس پر تحریر کر کے ارسال اُن کو کی ہیں۔ مقصد یہ تھا کہ زندگی میں اپنی اپنی جہاں اصلاح کی

ضرورت ہے کر لیں تاکہ آخرت میں ایک دوسرے کو رب العالمین کے دربار میں حاضری کے وقت شرمندگی نہ ہو۔ اور آخرت کی رسوائی اور ندامت سے بچ جائیں۔

خط کی ایک کاپی آپ کے مطالعہ کے لیے بھی ارسال ہے تاکہ جہاں اصلاح کی ضرورت ہے وہاں ایک دوسرے کی راہنمائی ہو جائے۔ آپ بندہ کی راہنمائی کریں۔ آخر میں دعا کی پھر درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کی بخشش فرمائیں اور اپنی رضا نصیب کریں اور جنت الفردوس نصیب فرمائیں۔ آمین بجاہِ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ والسلام

خادمِ اہلِ سنت عبدالوحید الحنفی
نیا محلہ بھون روڈ چکوال

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید حنفی

مکتوب راقم الحروف بنام مولانا محمد معاویہ امجد صاحب

از چکوال
۲۴ ربیع الاوّل ۱۴۴۰ھ ۳ دسمبر ۲۰۱۸ء
بروز پیر شام تین بجے

بخدمت جناب حضرت مولانا محمد معاویہ امجد صاحب مدظلہ

السلامُ علیکم ورحمۃ اللہ۔ امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خوش اور تندرست رکھیں۔ آمین اور ہم سب کو فتنوں سے محفوظ رکھیں۔ آمین

بڑے اکابر نے مسلک اہل السنت و الجماعت کے تحفظ کے لیے گذشتہ صدی میں قربانیاں دیں تو خالص عقائد و نظریات ہم تک پہنچے۔ لیکن اب حال یہ ہے کہ مختلف فتنے جو اس صدی میں نمودار ہوئے ہیں۔ اس میں سنجیدہ طریقہ پر محنت کی سخت ضرورت ہے۔ اس سلسلہ میں دوسری طرف سے بڑی محنت جاری ہے۔ بدعات کے توڑ کے لیے کوشش یہ تھی کہ حضرت مولانا الیاس گھمن صاحب مدظلہ آف سرگودھا اس سلسلہ میں کام کرتے تو بہت فائدہ ہوتا۔ کیونکہ انہوں نے اپنی خانقاہ کا نام بھی خانقاہِ حنفیہ رکھا ہے اور مرکز کا نام بھی مرکزِ اہل السنت و الجماعت رکھا ہے اور احناف میڈیا سروسز کے تحت وہ بڑی محنت کر رہے ہیں اور سینکڑوں علماء کو کورس کرا کر ملک کے کونے کونے میں یعنی اپنے شاگردوں کے ذریعے اپنے ذہن کو اور نظریات کو پھیلا رہے ہیں۔

چنانچہ بندہ نے بھی کوشش کی، اور آپ نے بھی کوشش کی ہوگی۔ لیکن وہ اپنے نظریہ سے جو "ذکر بالجہر" کے حق میں اُن کا بن گیا ہے، رجوع نہیں کر رہے۔

دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کو اس آزمائش سے نکالیں اور ان کو صحیح معنوں میں مسلکِ اہلِ السنت والجماعت، احناف کے مطابق حنفیہ خانقاہ میں ذکر اذکار کرنے کرانے کی سعادت نصیب کریں۔ آمین

اور احناف میڈیا سروسز کے تحت سنت و شریعت کے مطابق تبلیغ و

اشاعت کا کام کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور میڈیا پر تصاویر کے ذریعہ تبلیغ کے طرز کو وہ فتنہ سمجھیں۔

(۲) خانقاہ اقبالیہ کے نام سے حضرت مولانا حکیم مسعود الرحمٰن صاحب بھی ذکر اذکار کے لئے مجالسِ ذکر بالجہر کراتے ہیں۔ اس سلسلہ میں انہوں نے ایک کتاب "تحفظ عقائدِ مشائخِ دیوبند" بسلسلہ دفاع حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ حضرت صوفی محمد اقبال مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ لکھی ہے۔ بندہ نے اپنے خطوط میں اس کتاب کی روشنی میں تبصرہ سنجیدہ الفاظ میں کیا ہے وہ فوٹو اسٹیٹ کاپیاں خطوط کی ارسال خدمت ہیں۔ دونوں طرف سے آمدہ خطوط کے مطالعے سے بھی یہ نتیجہ نکلا ہے کہ وہ اپنا مؤقف اور طرزِ عمل چھوڑنے کے لیے تیار نہیں اور انہوں نے آئندہ خط و کتابت جواب الجواب کا سلسلہ بند کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فتنوں سے ہمارا ایمان سلامت رکھیں۔ دعاؤں میں یاد رکھیں اور اگر فرصت ہو تو کسی وقت جواب میں کچھ بزرگوں کے معمولات اور نصائح تحریر فرما دیں۔ تا کہ ان پر عمل کرنے سے اللہ تعالیٰ اپنی رضا اور آخرت میں نجات عطا فرما دیں۔ والسلام

خادمِ اہلِ سنت عبد الوحید الحنفی

مدنی جامع مسجد چکوال

خادم اہلسنت عبد الوحید الحنفی

مکتوب راقم الحروف بنام مولانا عزیز الرحمٰن صاحب ہزاروی

از چکوال

۵ شعبان المعظم ۱۴۴۰ھ ۱۱/ اپریل ۲۰۱۹ء

بروز جمعرات ۲ بجے دن

جناب محترم حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب ہزاروی

سلمہ الرحمٰن اِلٰی یوم المیزان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

آپ کی تصنیف "ذکر اللہ کے حلقے، جنت کے باغات" جس کی تاریخ اشاعت طبع اوّل رجب المرجب ۱۴۴۰ھ مطابق مارچ ۲۰۱۹ درج ہے۔ اور تین ہزار کی تعداد میں مکتبہ الشیخ جامعہ زکریا راولپنڈی سے شائع کی گئی ہے۔ اور افتتاحی تقریب ۱۷ رجب ۱۴۴۰ھ مطابق ۲۲ مارچ ۲۰۱۹ء جامعہ زکریا راولپنڈی کے سالانہ جلسہ میں منعقد کی گئی۔ حال میں ہی اس کے مطالعہ کا موقع ملا۔ آپ نے اپنے سلسلہ کے امتیازی شعار "مجالس ذکر اللہ جہری" کے قیام اور ضرورت پر اپنے سلسلہ کے خانقاہی نظام اور جہری مجالس ذکر اللہ کے جواز پر دلائل تحریر کیے ہیں۔ اس طرح آپ کے سلسلہ کا نقطہ نظر آپ کی تحریر سے آپ کی اس تصنیف سے کھل کر سامنے آگیا ہے۔

آپ کی تصنیف سے قبل بسلسلہ "دفاع شیخ الحدیث حضرت مولانا

محمد زکریا صاحب سہارنپوری ؒ، اکابر اہل سنت کا حقیقی مسلک و مشرب المعروف "تحفظ عقائد اہل سنت" جدید ایڈیشن جس میں فضیلۃ الشیخ یادگار اسلاف حضرت مولانا محمد اسمٰعیل بدات صاحب ؒ مدینہ منورہ خلیفہ مجاز شیخ الحدیث حضرت مرشدی مولانا محمد زکریا صاحب ؒ محدث سہارنپوری ثم مدنی کا مضمون تحقیقی جائزہ اور حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب فاضلِ دیوبند، خلیفہ مجاز شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی ؒ سابق شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا سید عبدالشکور صاحب ترمذی ساہیوال خلیفہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب، حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی ؒ کراچی خلیفہ مولانا محمد زکریا صاحب محدث سہارنپوری، حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب، مفتی خیر المدرس ملتان، حضرت مولانا محمد امین صاحب صفدر اوکاڑوی ؒ، حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ دارالعلوم کراچی ابنِ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب ؒ، حضرت مولانا مفتی عبدالواحد صاحب مدظلہٗ لاہور کے مضامین پر مشتمل ۸۹۵ صفحات پر مشتمل دساویزات کا مطالعہ کرنے کی سعادت مل چکی ہے۔

اب دونوں کتابوں کے مطالعہ سے "سنت" اور "بدعت" کا تقابلی مطالعہ، اہل السنت والجماعت کے محققین اور مفکرین کے مسلک اہل السنت و الجماعت، احناف کا نقطۂ نظر سمجھنا مزید آسان ہو گیا۔ اور "سنت" اور "غیر سنت" طریقہ اور عمل کے دلائل پر مبنی واضح ہو گئے

ہیں۔

قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید

تیس سال قبل جو بصیرت اللہ تعالیٰ نے بعض اکابر کو نصیب کی تھی وہ اب حالات سامنے آگئے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اتباعِ سنت کی سعادت نصیب کریں۔ اور مشرک اور بدعت کے فتنہ سے محفوظ رکھیں آمین

آپ کی تصنیف کے مطالعہ سے بعض نئی چیزوں کا انکشاف ہوا

(۱) مولانا نثار احمد صاحب الحسنی نے لکھا ہے کہ:

حضرتِ اقدس مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی دامت برکاتہم سے اس وقت ایک عالَم مستفیض ہو رہا ہے، عرب و عجم میں آپ کے چار سو (۴۰۰) کے قریب خلفاء اصلاح و ارشاد کی عظیم دینی خدمت میں مشغول ہیں۔[1]

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی

(۲) ان خلفائے کرام میں وقت کے اکابر علماء، مشائخ، مفسرین، محدثین اور مفتیان کرام شامل ہیں جو عرب و عجم، یورپ و افریقہ میں سینکڑوں مقامات پر باقاعدہ اہتمام سے مجالس ذکر اللہ منعقد کر رہے ہیں۔[1]

(۳) اسی طرح یہ حضرات الحمدللہ مجالس ذکر و درود شریف کی تائید و تحسین فرمارہے ہیں اور الحمدللہ مخلوق خدا اس مسنون عمل، ان جنتی باغات اور معرفت کے ان چشموں سے سیراب ہو رہی ہے۔[2]

---

[1] کتاب ذکر اللہ کے حلقے ص ۵۰

[2] کتاب ذکر اللہ کے حلقے ص ۵۰

تبصرہ اس سے معلوم ہوا کہ: آپ ۴۰۰ (چار سو) کے قریب خلفاء کو اپنے سلسلہ کی اجازت دے چکے ہیں اور وہ دنیا بھر میں "مجالس ذکر اللہ جہری" اپنی اپنی خانقاہوں میں قائم کر کے سینکڑوں مقامات پر باقاعدہ اہتمام سے مجالس ذکر اللہ منعقد کر رہے ہیں۔ اور اس عمل کو مسنون عمل قرار دیا گیا ہے۔

جبکہ حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ فرما گئے ہیں کہ:

"یہ مجلس ذکر فرض، واجب یا سنت نہیں ہے۔ اور نہ ہم کسی شخص پر اُسے لازم قرار دیتے ہیں۔"[1]

(۲) حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین مولانا عبید اللہ انور فرماتے ہیں:

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ مجلس ذکر موقوف کر دی تھی اور اپنی بیماری اور بڑھاپے کا عذر کیا تھا۔ حالاں کہ حضرت کا مزاج یہ تھا کہ انہوں نے کسی حالت میں درسِ قرآن کا ناغہ نہیں کیا۔

مجلس ذکر کو موقوف کرنے کا ارادہ محض اس لیے ظاہر کیا کہ لوگ اس کو فرض یا واجب نہ سمجھنے لگ جائیں۔[2]

(۳) حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

---

[1] خدام الدین ۱۰ فروری ۱۹۶۶ء

[2] ہفت روزہ خدام الدین ۱۰ جولائی ۱۹۹۸ء، بحوالہ مجلس ذکر ۱۰ فروری ۱۹۶۶ء

"ذکر اللہ اسی وقت مقبول ہے کہ حسب قاعدہ شرع کے ہو۔ نہ بطور بدعت و معصیت کے، پس جو ذکر مرکب بدعت و معصیت سے ہو گا، اس کی شرکت بھی ممنوع ہووے گی۔

چناں چہ پہلے بھی جو اس سلسلہ (مغالطہ) کا ہو چکا ہے کہ منع کرنا بوجہ بدعت ہے، نہ کہ بوجہ ذکر کے۔"[1]

(۴) شیخ الشیوخ حضرت امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اور صوفیاء کا عمل حلال و حرام ہونے میں سند نہیں ہے۔

کیا یہی کافی نہیں ہے کہ ہم ان کو معذور سمجھیں اور ان کو ملامت نہ کریں اور ان کو حق سبحانہٗ و تعالیٰ کے سپرد کر دیں۔

اس جگہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول معتبر ہے نہ کہ حضرت ابو بکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ابو الحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ کا عمل۔ اس زمانے کے کچے اور خام صوفیوں نے اپنے پیروں کے عمل کو بہانہ بنا کر رقص و سرود کو اپنا دین و ملت بنا لیا ہے۔ اور اسی کو طاعت اور عبادت سمجھ لیا ہے۔[2]

(۵) حضرت مولانا علامہ سرفراز خان صاحب صفدر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کا ذکر ایک عمدہ ترین عبادت ہے اور دعا کرنا بھی ایک اعلیٰ ترین نیکی اور قربت ہے۔ مگر اسی طریقہ سے جس سے شریعتِ حقہ نے

[1] براہین قاطعہ ص ۱۱۳۔ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی

[2] مکتوبات مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ج ۱ مکتوب ۲۲

خادم اہلسنت عبدالوحید حنفی

راہنمائی کی ہے۔ جس موقع پر جہر کے ساتھ ذکر کرنے کا حکم ہے (مثلاً عرفہ کی فجر سے لے کر آخر ایام تشریق تک اور حج کے دنوں میں تلبیہ وغیرہ) تو وہاں جہر کرنا سنت ہے اور جہاں جہر کا حکم نہیں وہاں آہستہ ذکر کرنا بہتر ہو گا۔ اور اسی صورت میں شریعت کی مراد پوری ہو گی اور یہی حکم ہے دعا کا۔

(ب) دلائل پر نگاہ ڈالنے سے یہی بات صحیح معلوم ہوتی ہے کہ ذکر اور دعا آہستہ طریقہ سے بہتر ہے۔ اور یہی حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ہے۔

جب حضرات آئمہ اربعہ کا ایک مسئلہ پر اتفاق ہو جائے تو یہی امید رکھنی چاہیے کہ حق اُن کے ساتھ ہے۔ اور پھر آج اگر صرف ذکر بالجہر کو پسند ہی کیا جاتا اور دوسرے پہلو کے بارے سکوت اختیار کیا جاتا تب بھی ایک بات ہوتی۔ مگر غضب تو یہ ہے کہ آج "ذکر بالجہر" نہ کرنے والے کو وہابی وغیرہ کہہ کر ملامت کی جاتی ہے، اور محل طعن بنایا جاتا ہے۔ اور آج مسلمان اور اہل سنت ہونے کی یہ علامت قرار دی جا رہی ہے کہ اگر ذکر بالجہر کرتا ہو تو سُنّی ورنہ وہابی۔

قرآن میں تعلیم اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِيْفَةً وَّ دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ وَ لَا تَكُنْ مِّنَ

الْغٰفِلِيْنَ۝۲۰۵[1]

اور ذکر کر اپنے رب کا اپنے دل میں عاجزی کے ساتھ اور ڈرتے ہوئے اور جہر سے کم آواز میں۔

(۲)اور فرمایا:

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ۝۵۵[2]

پکارو اپنے رب کو عاجزی کرتے ہوئے اور چپکے، بے شک وہ محبت نہیں کرتا، حد سے بڑھنے والوں کے ساتھ۔

مسنون عمل فرمایا: اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ۝۱۴۔[3]

میری ہی یاد کی نماز پڑھا کرو۔

(۲)فرمایا: وَ لَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَ لَا تُخَافِتْ بِهَا وَ ابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا۝۱۱۰[4]

اور نماز نہ بلند آواز سے پڑھو اور نہ آہستہ بلکہ اس کے بیچ کا طریقہ اختیار کرو۔

حدیث اَيُّهَا النَّاسُ اربَعُوْا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ اِنَّكُمْ لَيْسَ

---

[1] پ۹ سورہ الاعراف آیت ۲۰۵

[2] پ۸، رکوع ۷ اعراف آیت ۵۵

[3] سورہ طٰہٰ آیت ۱۴

[4] سورہ بنی اسرائیل آیت ۱۱۰

تَدْعُوْنَ اَصَمَّ وَلَا غَائِبًا وَاِنَّکُمْ تَدْعُوْنَ سَمِیْعًا قَرِیْبًا وَ هُوَ مَعَکُمْ[1]

فرمایا: اے لوگو! اپنی جان پر نرمی کرو، تم اس ذات کو نہیں پکار رہو ہے۔ جو بہری اور غائب ہو، تم سمیع اور قریب ذات کو پکارتے ہو۔ اور وہ تمہارے ساتھ ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آں حضرت ﷺ نے جہر سے روکتے ہوئے آہستہ ذکر کرنے کو پسند فرمایا۔

(۱) چناں چہ امام نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ففیه الندب خفض الصوت بالذکر اذا لم تدع حاجة الیٰ رفعة[2]

یہ حدیث اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ آہستہ ذکر کرنا بہتر ہے جبکہ داعیہ رفع صوت کا پیش نہ آئے۔

(۲) محدث ابنِ بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَ قَالَ بطال المذاهب الاربعة عَلٰی عدم استحابه۔[3]

محدث ابنِ بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ چاروں مذاہب (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) اس پر متفق ہیں کہ جہر سے ذکر کرنا مستحب نہیں۔

(۳) حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

---

[1] بخاری شریف ج ۲ ص ۲۰۵۔ مسلم شریف ج ۲ ص ۳۴۶

[2] شرح مسلم ج ۲ ص ۳۴۶

[3] البدایۃ والنہایہ ج ۱۰ ص ۲۷۰

و المختار ان الامام و الماء موم یخفیان الذکر الا ان احتیج الی التعلیم۔[1]

مختار بات صرف یہی ہے کہ امام اور مقتدی دونوں ذکر آہستہ کریں، ہاں مگر جب تعلیم کی ضرورت محسوس ہو تو الگ بات ہے۔

(۴) حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان:

مولانا امین صاحب صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ہم "بریلویوں کے جماعتی ذکر جہر" کی مخالفت کرتے ہیں۔ لیکن آپ خود بھی مجلس ذکر کرتے ہیں اور "جہر کراتے" ہیں۔ تو حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہم تعلیم کے لیے ذکر جہر کراتے ہیں۔[2]

حضرت لاہوری مسجد کے اندر ذکر نہیں کراتے تھے بلکہ مسجد سے باہر ایک حجرہ میں بطور تعلیم ذکر کا طریقہ سکھاتے تھے۔

(۵) حضرت علامہ علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

وقد نص بعض علمائنا بان رفع الصَّوت فی المسجد و لو بالذکر[3]

---

[1] فتح الباری ج ۲ ص ۲۵۶

[2] حضرت جہلمی رحمۃ اللہ علیہ نمبر ماہنامہ حق چار یار ج ۱۱ شمارہ ۵

[3] مرقات شرح مشکوٰۃ ج ۲ ص ۲۷۰

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی

ہمارے بعض علماء نے صراحت سے یہ حکم بیان کیا ہے کہ مسجد میں آواز بلند کرنا، اگرچہ ذکر کے ساتھ ہو، حرام ہے۔

نتیجہ آپ نے ملاحظہ کر لیا کہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ "ذکر بالجہر" کو بدعت فرماتے ہیں، اور علامہ علی قاری رحمہ اللہ اس کا حرام ہونا نقل کرتے ہیں۔

انصاف سے فرمائیں کہ یہ حرام اور بدعت کس نے کہا ہے؟ کیا امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ بھی آپ کے مخالفین کی فہرست میں شامل ہیں؟ خوب ہوش میں آ کر جواب دینا۔ بیّنوا توجرو۔[1]

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ارشاد

عبدالوحید الحنفی

علامہ حلبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

و لابی حنیفة ان رفع الصوت بالذکر بدعة مخالف الامر فی قولہٖ تعالیٰ اُدۡعُوۡا رَبَّکُمۡ تَضَرُّعًا وَّ خُفۡیَةً ؕ اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الۡمُعۡتَدِیۡنَ ﴿۵۵﴾[2]

حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بلند آواز کے ساتھ ذکر کرنا بدعت ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے خلاف ہے کہ: تم اپنے رب کو عاجزی کرتے ہوئے اور چپکے سے پکارو بے شک وہ محبت نہیں کرتا،

[1] راہ سنت ص۱۷۸ مؤلفہ علامہ سرفراز خان صفدر

[2] پ۸، رکوع۱۴عراف آیت ۵۵

حد سے بڑھنے والوں کے ساتھ۔[1]

اس عبارت سے بصراحت یہ معلوم ہوا کہ بلند آواز کے ساتھ ذکر کرنا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے مذکورہ ارشاد کے مخالف بھی ہے اور بدعت بھی ہے۔

فریقِ مخالف کی ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ وہ "ذکر بالجہر" نہ کرنے والوں کو وہابی کہتا ہے اور ذکر بالجہر کو اہل سنت کی علامت قرار دیتا ہے۔ لَا حَولَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہ۔[2]

نتیجہ جب قرآن کریم اور حدیث شریف میں آہستہ ذکر کرنے کا حکم ہے تو اس کے خلاف کسی کا علم کس طرح حجّت ہو سکتا ہے۔ ثانیاً: حضرات ائمہ اربعہ جہر سے ذکر کرنے کو غیر مستحب کہتے ہیں۔ اور حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس کو بدعت کہتے ہیں۔

نیز تصریح کرتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مخالف ہے۔ جب حضرات ائمہ کا "ذکر بالجہر کے خلاف اتفاق ہے" تو ذکر بالجہر کے جواز پر اتفاق کیسے ہوا؟ کیا ائمہ ابعہ متقدمین میں نہ تھے؟[3]

حضرت امام حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت

حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے (جن کا علمی سلسلہ بالواسطہ حضرت

---

[1] کبیری ص ٥٦٦

[2] راہِ سنت ص ١٧٧۔ مؤلفہ علامہ سرفراز خان صفدر

[3] راہِ سنت ص ١٧٩۔ مؤلفہ علامہ سرفراز خان صفدر

ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے) امام ابو یوسف رحمہ اللہ کو جو وصیتیں فرمائیں ان میں ایک وصیت یہ تھی۔ وَلَا تحضُرُ مَجَالِسَ الذِّکْرِ۔

"اور تم مجالس ذکر میں حاضر مت ہونا"[1]

ظاہر ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے یہ وصیت اس قسم کی مجالس ذکر کے متعلق فرمائی ہے، جو بدعات و منکرات پر مشتمل ہوں۔ جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کے حوالے سے گزرا۔

احادیث میں جن مجالس ذکر کو ریاض الجنہ اور حلقۂ ذکر کہا گیا ہے اس کا مفہوم بہت عام ہے۔ اس کی تشریح دوسرے مقام پر کر دی گئی ہے۔ اور آپ نے ان خاص مجالس ذکر سے منع فرمایا ہے جو بدعات پر مشتمل ہوں اور یہی ہماری بحث کا موضوع ہے۔

علامہ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ کی تعلیم

"مسائل میں جذبات کو تو دخل نہیں، اس میں تو در مختار اور شامی ہی کو امام ماننا پڑتا ہے۔ اور ان حضرات کی آراء مقدم ہوتی ہیں، جو ہر وقت فتاویٰ نویسی میں رہتے ہیں۔[2]

علامہ شامی رحمہ اللہ نے بھی رد المختار میں اس اصول کو نقل کیا ہے

لا یمنع من ذکر اللہ تعالیٰ فی وقت من الاوقات بل

[1] الاشباہ والنظائر مع شرحہ الحموی ج ۴ تحت السابع و مجموعہ وصایا امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ مترجم مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہری رحمہ اللہ مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی

[2] آپ بیتی حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ

من ایفاعه علی وجه البدعة[1]

اللہ تعالیٰ کا ذکر خواہ وہ کسی بھی وقت ہو، ممنوع نہیں ہے، بلکہ اصل ممانعت اس کو بدعت کے طریقہ پر کرنے میں ہے۔

مجالس ذکر میں بدعتی صورت پیدا نہ ہو

مولانا مفتی محمود صاحب گنگوہی کے خط کے جواب میں لکھتے ہیں

(۱) دل تو چاہتا ہے کہ یہ سلسلہ کسی طرح جاری ہو جائے، اللہ تعالیٰ شانہ' مدد فرمائے۔ اور خدا کرے کہ آپ کے ہی ذریعہ سے یہ سلسلہ چلے۔ اس کا لحاظ ضروری ہے کہ بدعتی صورت پیدا نہ ہو جائے۔ مثلاً یہ کہ ایک حلقہ میں سب کا ذکر نہ ہو۔ علیحدہ علیحدہ نشستیں۔ اس کو آپ ہی خود اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ ایک نشست یعنی بالکل اجتماعی صورت یہاں نہ ہو۔[2]

مدرسہ قدیم میں جیسے متفرق لوگ کرتے رہتے ہیں اس میں مضائقہ نہیں۔

(۲) سوال منجانب مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی

"بغیر بیعت کے ذکر جہر مناسب ہے یا نہیں؟"

جواب مناسب نہیں[3]

---

[1] رد المختار کتاب الصلاۃ باب صلوٰۃ العیدین

[2] لیکن اس کے برعکس مولانا عزیز الرحمٰن صاحب عام جلسوں میں تقریر کے آخر میں "ذکر بالجہر" کرا کر بدعتی صورت پیدا کر رہے ہیں اور جو ایسا کرنے سے روکتا ہے اُس کو ذکر کا مخالف قرار دیتے ہیں۔

[3] اسی طرح جلسہ عام میں تقریر کے بعد مجمع میں متفرق مشائخ کے مریدین کو ذکر بالجہر کرانا شروع کر

(۳)سوال منجانب مفتی محمود احسن صاحب گنگوہی

"سوم کلمہ، درود شریف، استغفار میں تو غالباً مضائقہ نہ ہو گا۔"

جواب منجانب شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب: جہر سے نہ ہو[1]۔

2

تربیت السالکین مکتوب ۹۵ بنام ڈاکٹر محمد اسماعیل صاحب

"ذکر کے متعلق میں نے متعدد احباب کو خطوط میں لکھا ہے کہ وہاں جہر نہ کیا جائے۔ خواہ مخواہ کوئی رستے چلتا دیکھ کر مخالفت کرے۔ اپنے مقامات پر تخلیہ کی جگہ ہو تو مضائقہ نہیں، ورنہ آہستہ کیا جائے۔"[3]

تداعی کے ساتھ جماعتی ذکر بالجہر

چند شبہات کا ازالہ

قرآن مجید کی تلاوت و تدریس کے لیے جمع ہونا

مروجہ مجالسِ ذکر کے مدعی حضرات اپنے اجتماعی ذکر پر ایک

دیتے۔

[1] اسی طرح مولانا عزیز الرحمٰن صاحب اور ان کے بقول ان کے ۴۰۰ کے قریب خلفاء اپنی اپنی خانقاہوں میں "مجالس ذکر اللہ جہری" منعقد کر کے ذکر بالجہر کراتے اور بدعتی صورت کھلم کُھلا بتاتے ہیں۔ اس سے صاف نظر آرہا ہے کہ آگے چل کر یہ سلسلہ بدعتی صورت ترک نہ کرنے پر مکمل اہل بدعت کا ایک حصہ بن جائے گا۔ اور شیخ الحدیث صاحب کا ہدایت نامہ نظر انداز کر دے گا۔

[2] اقتباس مکتوب شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب ۱۶ جمادی الاولیٰ از تربیت السالکین ص ۱۵۷۔

[3] تربیت السالکین ص ۱۰۷

استدلال اس حدیث سے کرتے ہیں جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

و من سلک طریقا یلتمس فیه علما، سھل اللہ له به طریقا الی الجنة، و ما اجتمع قوم فی بیت من بیوت اللہ، یتلون کتاب اللہ، و یتدارسونه بینھم، الا نزلت علیھم السکینة، و غشیتھم الرحمة و خفتھم الملئکة و ذکرھم اللہ فیمن عندہ و من بطا به عمله، لم یسرع به نسبه۔ (مسلم حدیث نمبر ۲۶۹۹)

ترجمہ: اور جو شخص کسی راستے پر چلا، جس میں وہ علم کو تلاش کر رہا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس کے ذریعہ سے جنت کی طرف راستے کو سہل بنا دیتے ہیں۔ اور جو قوم بھی اللہ کے گھروں میں کسی گھر میں جمع ہو کر کتاب اللہ کی تلاوت اور باہم درس و تدریس کرتی ہے، تو ان لوگوں پر سکینہ نازل ہوتا ہے۔ اور ان کو رحمت ڈھانپ لیتی ہے، اور فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں۔ اور ان لوگوں کا ذکر اللہ تعالیٰ اپنے پاس کی مخلوق (یعنی فرشتوں) میں کرتے ہیں، اور جس کا عمل سست ہو تو اس کا نسب آگے نہیں بڑھتا۔ (ترجمہ ختم)

مفتی محمد رضوان صاحب لکھتے ہیں:

لیکن اس حدیث سے مروجہ اجتماعی ذکر پر استدلال کرنا محلِ نظر

ہے، کیوں کہ اولاً تو بہت سے اہلِ علم کی تصریح کے مطابق اس حدیث میں کتاب اللہ کی تلاوت سے مراد اس کا تعلم و تعلیم ہے۔

اور اس کی تائید خود مذکورہ حدیث کے الفاظ اور دوسری احادیث و روایت سے بھی ہوتی ہے۔ چناں چہ مذکورہ حدیث میں پہلے علم کے لیے سفر کرنے کی فضیلت بیان کی گئی اور اس کے بعد پھر کتاب اللہ کی تلاوت اور تدریس کا ذکر کیا گیا۔ اور مسند احمد کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

ما من قوم یجتمعون فی بیت من بیوت اللہ عزوجل یقرءون و یتعلمون کتاب اللہ عزوجل یتدارسونہ بینھم، الا خفت بھم الملائکۃ، و غشیتھم الرحمۃ، و ذکرھم اللہ فیمن عندہ و ما من رجل یسلک طریقا یلتمس بہ العلم الا سھل لہ بہ او سھل بہ طریقا الجنۃ، و من یبطء بہ عملہ، لا یسرع بہ نسبہ۔[1]

ترجمہ: اور جو قوم بھی اللہ عزوجل کے گھروں میں سے کسی گھر میں جمع ہو کر اللہ عزوجل کی کتاب کی قرأت اور تعلیم حاصل کرتی ہے اور باہم درس و تدریس کرتی ہے تو ان لوگوں کو فرشتے گھیر لیتے ہیں اور ان کو رحمت ڈھانپ لیتی ہے، اور ان کا ذکر اللہ تعالیٰ اپنے پاس کی مخلوق (یعنی

---

[1] مسند احمد حدیث نمبر ۹۲۷۴۔

فرشتوں) میں کرتے ہیں اور جو شخص بھی کسی راستے پر چلا جس میں وہ علم کو تلاش کر رہا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس کے ذریعہ سے جنت کی طرف راستے کو سہل بنا دیتے ہیں۔ اور جس کا عمل سست ہو تو اس کو اس کا نسب آگے نہیں بڑھاتا۔

اس حدیث کی سند بخاری و مسلم کی شرط پر ہے۔[1]

اس حدیث میں کتاب اللہ کی قرأت کی تشریح، اس کے تعلم اور تدارس سے کی گئی ہے۔ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ابراہیم بن حسن باہلی سے، اور وہ حضرت ابو عوانہ سے، اور وہ حضرت اعمش سے، اور وہ حضرت ابو صالح سے، اور وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اس طرح روایت کرتے ہیں کہ:

ما من قوم يجتمعون فی بيت من بيوت الله عزوجل يتملون كتاب الله و يتدارسونه بينهم، الا خفت بهم الملائكة، و غشيتهم الرحمة، و ذكرهم الله فيمن عنده، و ما من رجل يسلك طريقا يلتمس فيه العلم، الا سهل الله عزوجل له به طريقا الى الجنة۔[2]

---

[1] فی حاشية مسند احمد: اسناده صحيح على شرط الشيخين۔ ابو عوانة: هو الوضاح بن عبدالله اليشكری۔ (ماہنامہ التبلیغ ج۱۹ از مولانا مفتی محمد رضوان)

[2] الزاهد لاحمد بن حنبل حديث نمبر ۱۲۸، و اللفظ لهٗ، المجالسة و جواهر العلم

عبدالرحید الحنفی

ترجمہ: اور جو قوم بھی اللہ عزوجل کے گھروں میں سے کسی گھر میں جمع ہو کر اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تعلیم حاصل کرتی ہے اور باہم درس و تدریس کرتی ہے، تو ان لوگوں کو فرشتے گھیر لیتے ہیں اور ان کو رحمت ڈھانپ لیتی ہے، اور ان کا ذکر اللہ تعالیٰ اپنے پاس کی مخلوق (یعنی فرشتوں) میں کرتے ہیں اور جو شخص بھی کسی راستے پر چلا جس میں وہ علم کو تلاش کر رہا ہے تو اللہ عزوجل اس کے لیے اس کے ذریعہ سے جنت کی طرف راستے کو سہل بنا دیتے ہیں۔ (ترجمہ ختم)

اس روایت کے رجال ثقہ ہیں۔ اور ابو عمر یوسف بن عبد اللہ نمری قرطبی المعروف بابنِ عبد البر (المتوفیٰ ۴۶۳ھ) نے احمد بن قاسم بن عبد الرحمٰن سے، اور انہوں نے قاسم بن اصبغ سے، اور انہوں نے حارث بن ابی اسامہ سے، اور انہوں نے معاویہ بن عمرو سے، اور انہوں نے زائدہ بن قدامہ سے، اور انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ان الفاظ میں روایت کیا ہے کہ:

ما من قوم يجتمعون فی بيت الله يتعلمون القرآن و يتدارسونه بينهم الا خفتهم الملائكه و غشيتهم الرحمة و تنزلت عليهم السكينة و ذكرهم الله فيمن عنده، و ما من رجل سلك طريقا يلتمس فيه علما

للدینوری، حدیث نمبر ۲۳۴۴۔

الا سهل الله له طريقا الى الجنة۔[1]

ترجمہ: جو قوم بھی اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں جمع ہو کر کتاب اللہ کی تعلیم حاصل کرتی ہے، اور باہم اس کی تدریس کرتی ہے تو ان کو فرشتے گھیر لیتے ہیں، اور رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے۔ اور ان پر سکینہ نازل ہوتا ہے۔ اور ان کا ذکر اللہ تعالیٰ اپنے پاس کی مخلوق (یعنی فرشتوں) میں کرتے ہیں اور جو آدمی بھی کسی راستے پر چلتا ہے، جس میں وہ علم کو تلاش کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کی طرف راستے کو سہل فرمادیتے ہیں۔ (ترجمہ ختم)

اس روایت کے رجال بھی ثقہ ہیں۔ ان روایات میں تلاوت و قرآت کے بجائے تعلم اور تدارس کے الفاظ ہیں۔

اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ ابو معاویہ ضریر سے، اور انہوں نے اعمش سے، اور انہوں نے ابو صالح سے، اور انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ان الفاظ میں روایت کیا ہے کہ:

و من سلك طريقا يلتمس فيه العلم سهل الله له الى الجنة طريقا و ما اجتمع قوم فى بيوت الله يتعاطون كتاب الله و يتدارسونه بينهم الا نزلت عليهم

---

[1] جامع بیان العلم وفضلہ لابی عمر القرطبی، حدیث نمبر ۳۰، ج۱، ص ۳۳۔ ابواب فضل العلم واہلہ۔

السکینة و حفتھم الملائکة، و غشیتھم الرحمة و ذکرھم اللہ فیمن عندہ۔[1]

ترجمہ: اور جو شخص کسی راستے پر چلا، جس میں وہ علم کو تلاش کر رہا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کی طرف راستے کو سہل بنا دیتے ہیں اور جو قوم بھی اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں جمع ہو کر کتاب اللہ کو ایک دوسرے سے حاصل کرتی (سیکھتی) ہے اور باہم درس و تدریس کرتی ہے، تو ان لوگوں پر سکینہ نازل ہوتا ہے اور ان کو فرشتے گھیر لیتے ہیں۔ اور ان کو رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور ان کا ذکر اللہ تعالیٰ اپنے پاس کی مخلوق (یعنی فرشتوں) میں کرتے ہیں۔

یہ روایت بھی پہلی روایتوں کے مطابق ہے۔ اور خواہ **تعلُّم** کے الفاظ ہوں یا تعاطی کے یا تدارس کے، ان سب سے مراد ایک دوسرے سے قرآن مجید کے الفاظ اور معانی کو سیکھنا اور سکھانا اور اس سے تذکیر و تذکر اور وعظ ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ جن روایات میں نفسِ تلاوت یا قرأت کے الفاظ ہیں ان سے مراد اسی طرح کی تلاوت و قرأت ہے۔

لان الاحادیث یفسر بعضھا بعضاً، و زیادۃ الثقات مقبولة۔[2]

---

[1] شعب الایمان حدیث نمبر ۱۵۷۲۔

[2] التلاوۃ تاتی بمعنی الاتباع وھی تقع بالجسم تارۃ وتارۃ بالاقتداء فی الحکم وتارۃ بالقراءۃ وتدبر المعنی قال الراغب التلاوۃ فی عرف الشرع تختص بالتباع کتب اللہ المنزلة تارۃ بالقراءۃ وتارۃ بامتثال مافیھا من

چناں چہ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ اسی حدیث کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

لاریب جمع ہو کر قرآن آہستہ پڑھنا درست، مگر وہ جمع ہونا مباح ہونا چاہیے۔ سو حدیثِ مسلم میں مذاکرۂ قرآن کے واسطے اجتماع تھا، جو کہ مستحب ہے۔ بلکہ بعض واجب، کہ تذکیر و تذکر و وعظ ہی ذکر ہوا ہے، اس پر اجتماعِ مکروہ کو قیاس نہیں کرسکتے، یہ کوتاہی فہم کی ہے۔[1]

معلوم ہوا کہ اس حدیث میں ذکر سے مراد وعظ و تذکیر ہے، نہ کہ مروجہ ذکر پر تداعی کے ساتھ اجتماع، اور یہ بات خود احادیث کے الفاظ کے ساتھ واضح ہے۔[2]

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

امر ونھی وھی اعم من القراءۃ فکل قراءۃ تلاوۃ من غیر عکس (عمدۃ القاری، کتاب تفسیر القرآن باب قول اللہ تعالیٰ کل الطعام کان حلا لبنی اسراءیل علی نفسہ من قبل ان تنزل التوراۃ قل فاتوا بالتوراۃ فاتلوھا ان کنتم صادقین)

[1] براہینِ قاطعہ ص ۱۱۱، مطبوعہ دارالاشاعت کراچی۔

[2] قولہ (یتدارسونہ) قیل شامل لجمیع ما یتعلق بالقرآن من التعلم و التعلیم و التفسیر و الاسکتشاف عن دقائق معانیہ۔ (حاشیہ السندی علی ابنِ ماجۃ، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم تحت حدیث رقم ۲۱۶)

(تدارس) الکتاب ونحوہ درسہ وتعھدہ بالقرآءۃ ولحفظ لئلا ینساہ والطلبۃ الکتاب درسہ کل منھم علی الآخر (المعجم الوسیط، باب الدال)

(درس) (س) فیہ (تدارسوا القرآن) ای اقرأوہ و تعھدوہ لئلا تنسوہ۔ یقال: درس یدرس درسا و دراسۃ۔ واصل الدراسۃ الریاضۃ والتعھد للشیء۔ (النھایۃ فی غریب الاثر، باب الدال مع الدال)

(ویتدارسونہ بینھم): و التدارس قراءۃ بعضھم علی بعض تصحیحا لالفاظہ او کشفا لمعانیہ کذا قالہ ابن الملک۔ ویمکن ان یکون المراد بالتدارس المدارسۃ المتعارفۃ بان یقراء بعضھم عشرا مثلاو بعضھم عشرا

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ اور فقہائے کرام بالخصوص فقہائے احناف نے بھی تعلیم و تعلم کے بغیر قرآن مجید کی نفسِ تلاوت، بالخصوص مخصوص سورتوں و آیتوں کی تلاوت پر اجتماع کو مکروہ و بدعت قرار دیا ہے، اور ذکر کے لیے جمع ہو کر ایک ذکر پر التزام کرنا اسی کے مشابہ ہے۔ جس کا ذکر آگے آتا ہے۔

حضرت اغر ابو مسلم سے روایت ہے کہ:

اشهد على ابي هريرة و ابي سعيد الخدري انهما شهدا على النبي صلى الله عليه وسلم انه قال: لا يقعد قوم يذكرون الله عزوجل الا خفتهم الملائكة، و غشيتهم الرحمة، و نزلت عليهم السكينة، و ذكرهم الله فيمن عنده۔ [1]

ترجمہ: میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ پر گواہی دیتا ہوں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں گواہی دے کر فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو قوم بھی بیٹھ کر اللہ عزوجل کا ذکر کرتی ہے تو ان

آخر، وھکذا فیکون اخص من التلاوۃ او مقابلا لھا، و الاظھر انہ شامل لجمیع ماینا ط بالقرآن من التعلیم و التعلم۔ (مرقاۃ ج ۱ ص ۲۸۷، کتاب العلم)

(و التعاطی التناول) یقال ھو یتعاطی کذا ای یتناولہ (و) قیل ھو (تناول مالایحق و) قیل ھو (التنازع فی الاخذ) یقال تعاطو الشیء اذا تناولہ بعض من بعض و تنازعوہ (تاج العروس، فصل العین) (ماھنامہ التبلیغ از مولانا مفتی محمد رضوان ج ۱۸)

[1] مسلم حدیث نمبر ۲۷۰۰۔ و اللفظ لہ، مسند احمد حدیث نمبر ۱۱۲۸۷، الدعوات الکبیر للبیہقی، حدیث نمبر ۵۔ (ماھنامہ التبلیغ ج ۸ شمارہ ۶ مؤلفہ مفتی محمد رضوان ص ۳۶)

کو فرشتے گھیر لیتے ہیں، اور ان کو رحمت ڈھانپ لیتی ہے۔ اور ان پر سکینہ نازل ہوتا ہے اور ان کا اللہ تعالیٰ اپنے پاس موجود (مخلوق یعنی فرشتوں) میں ذکر فرماتے ہیں۔(ترجمہ ختم)

اور بعض روایات میں یہ الفاظ ہیں کہ:

لاهل ذكر الله اربع خصال: تغشاهم الرحمة، وتنزل بينهم السكينة، وتحف بهم الملائكة، ويذكرهم الله عزوجل فيمن عنده۔ (الدعاء للطبرانی حدیث نمبر ۱۷۹۲)

ترجمہ: اللہ کا ذکر کرنے والوں کے لیے چار خصلتیں (خصوصی اعزازات) ہیں، ایک تو ان کو رحمت ڈھانپ لیتی ہے، دوسرے ان کے درمیان سکینہ نازل ہوتا ہے، اور تیسرے ان کو فرشتے گھیر لیتے ہیں اور چوتھے ان کا اللہ عزوجل اپنے پاس موجود (مخلوق یعنی فرشتوں) میں ذکر فرماتے ہیں۔(ترجمہ ختم)

بعض اہلِ علم حضرات نے اس حدیث سے قرآن مجید میں تدبر اور دین میں تفقہ حاصل کرنا مراد لیا ہے، اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو صالح سے مروی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ان احادیث کو اس کی تشریح قرار دیا ہے۔ جن میں یہ فضیلت علم و درس کے لیے بیان کی گئی ہے، جس کے لیے اجتماع لازم ہے۔

بلکہ بعض حضرات نے نماز وغیرہ پڑھنے والوں کو بھی اہلِ ذکر میں

داخل مانا ہے، اور یہ بات ظاہر ہے کہ فرض، واجب (عیدین، جمعہ) نماز اجتماعی شکل میں باجماعت ادا کی جاتی ہے۔

اور اگر کوئی اس حدیث سے معہود و ذکر (یعنی تسبیح، تہلیل وغیرہ) مراد لے تو تب بھی اس سے ایک ذکر کا التزام اور اس ذکر کے لیے تداعی کے ساتھ اجتماع منعقد کرنے کا ثبوت پھر بھی نہیں ہوتا۔

بلکہ اگر چند لوگ بغیر تداعی کے ایک مقام پر اپنا اپنا ذکر کریں، ان پر بھی یہ خصلتیں صادق آتی ہیں۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عام طور پر فجر کی نماز سے فارغ ہو کر سورج طلوع ہونے تک، اور عصر کی نماز سے فارغ ہو کر سورج غروب ہونے تک اور بعض اوقات دوسری نمازوں کے بعد بھی مساجد میں بیٹھ کر اپنے اپنے ذکر میں مشغول رہا کرتے تھے، جن کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے توصیف فرمائی۔

جن میں نہ تو بطورِ خاص ذکر کے لیے تداعی کے ساتھ اجتماع کا انعقاد ہونا تھا، اور نہ ہی ایک ذکر کا التزام ہوتا تھا۔ (ان روایات کا ذکر آگے آتا ہے)

یہی وجہ ہے کہ انفرادی طور پر تنہا ذکر کرنے والے کے بارے میں بھی ان خصلتوں کا احادیث میں ذکر آیا ہے۔

چناں چہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَرَأَ رَجُلٌ الْكَهْفَ وَفِي الدَّارِ الدَّابَّةُ فَجَعَلَتْ تَنْفِرُ مَنْظَرَ فَإِذَا ضَبَابَةٌ أَوْ سَحَابَةٌ قَدْ غَشِيَتْهُ قَالَ: فَذَكَرَ ذَلِكَ

لِلنَّبِيِّ ﷺ ، فَقَالَ: اقْرَأْ فُلَانُ فَإِنَّهَا السَّكِينَةُ تَنَزَّلَتْ عِنْدَ الْقُرْآنِ أَوْ تَنَزَّلَتْ لِلْقُرْآنِ۔[1]

ترجمہ: ایک آدمی سورہ کہف کی قرأت کر رہا تھا اور گھر میں ایک چوپایہ تھا جس نے بدکنا شروع کیا تو اس آدمی نے اچانک ایک بادل کو دیکھا جس نے اسے ڈھانپ لیا۔ پھر اس آدمی نے نبی ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ اے فلاں شخص! قرآن مجید کی قرأت کرتے رہو (کچھ اندیشہ نہ کرو) کیوں کہ یہ سکینہ ہے، جو قرآن کے نزدیک یا قرآن کے لیے نازل ہوتا ہے۔ (ترجمہ ختم)

اور اسی طرح کا واقعہ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی آتا ہے کہ انہوں نے رات کو قرآن مجید کی قرأت کرنے کے وقت میں اپنے سر کے اوپر ایک سایہ دیکھا، جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے متعدد مرتبہ ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

تلک الملائکۃ کانت تستمع لک، و لو قرأت لاصبحت یراھا الناس ما تستتر منھم (مسلم، حدیث نمبر ۷۹۶)

ترجمہ: یہ فرشتے تھے جو آپ کی قرأت کو سن رہے تھے، اور اگر آپ صبح تک قرأت کرتے رہتے تو آپ پر سایہ کیے ہوئے بعض فرشتوں کو

---

[1] ماخوذ ماہنامہ التبلیغ ج ۸ شمارہ ۶۔ جون ۲۰۱۱ء۔ مفتی محمد رضوان۔
مسلم حدیث نمبر ۷۹۵، واللفظ لہ، بخاری، حدیث نمبر ۵۰۱۱، و حدیث نمبر ۳۶۱۴۔

لوگ بھی دیکھ لیتے۔(ترجمہ ختم)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی انفرادی طور پر نفسِ قرائت کرنا بھی نزولِ رحمت وسکینت اور حضورِ ملائکہ کا سبب ہے۔[1]

فرشتوں کا اہلِ ذکر کو تلاش کرنا

حضرت ذکوان ابو صالح، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ''إِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً يَطُوفُونَ فِي الطُّرُقِ يَلْتَمِسُونَ أَهْلَ الذِّكْرِ، فَإِذَا وَجَدُوا قَوْمًا يَذْكُرُونَ اللّٰهَ تَنَادَوْا: هَلُمُّوا إِلَى حَاجَتِكُمْ، قَالَ: فَيَحُفُّونَهُمْ بِأَجْنِحَتِهِمْ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا، قَالَ: فَيَسْأَلُهُمْ رَبُّهُمْ وَهُوَ أَعْلَمُ مِنْهُمْ مَا يَقُولُ عِبَادِي؟ قَالُوا: يَقُولُونَ يُسَبِّحُونَكَ، وَيُكَبِّرُونَكَ، وَيَحْمَدُونَكَ، وَيُمَجِّدُونَكَ، قَالَ: فَيَقُولُ: هَلْ رَأَوْنِي؟ قَالَ: فَيَقُولُونَ: لَا وَاللّٰهِ مَا رَأَوْكَ، قَالَ: فَيَقُولُ: وَكَيْفَ لَوْ رَأَوْنِي؟ قَالَ:

---

[1] وفی ھذا الحدیث جواز رویۃ آحاد الامۃ الملائکۃ وفیہ فضیلۃ القراءۃ وانھا سبب نزول الرحمۃ و حضور الملائکۃ وفیہ فضیلۃ استماع القرآن قولہ ﷺ اقرا فلان وفی الروایۃ الاخری اقرا ثلاث مرات معناہ کان ینبغی ان تستمر علی القرآن و تغتنم ما حصل لک من نزول السکینۃ والملائکۃ و تستکثر من القراءۃ التی ھی سبب بقائھا۔(شرح النووی باب نزول السکینۃ لقراءۃ القرآن)(ماہنامہ التبلیغ، ج۸ش۷)

يَقُولُونَ: لَوْ رَأَوْكَ كَانُوا أَشَدَّ لَكَ عِبَادَةً، وَأَشَدَّ لَكَ تَمْجِيدًا، وَتَحْمِيدًا، وَأَكْثَرَ لَكَ تَسْبِيحًا، قَالَ: يَقُولُ: فَمَا يَسْأَلُونِي؟ قَالَ: يَسْأَلُونَكَ الْجَنَّةَ، قَالَ: يَقُولُ: وَهَلْ رَأَوْهَا؟ قَالَ: يَقُولُونَ: لَا، وَاللَّهِ يَا رَبِّ مَا رَأَوْهَا، قَالَ: يَقُولُ: فَكَيْفَ لَوْ أَنَّهُمْ رَأَوْهَا؟ قَالَ: يَقُولُونَ: لَوْ أَنَّهُمْ رَأَوْهَا كَانُوا أَشَدَّ عَلَيْهَا حِرْصًا، وَأَشَدَّ لَهَا طَلَبًا، وَأَعْظَمَ فِيهَا رَغْبَةً، قَالَ: فَمِمَّ يَتَعَوَّذُونَ؟ قَالَ: يَقُولُونَ: مِنَ النَّارِ، قَالَ: يَقُولُ: وَهَلْ رَأَوْهَا؟ قَالَ: يَقُولُونَ: لَا، وَاللَّهِ يَا رَبِّ مَا رَأَوْهَا، قَالَ: يَقُولُ: فَكَيْفَ لَوْ رَأَوْهَا؟ قَالَ: يَقُولُونَ: لَوْ رَأَوْهَا كَانُوا أَشَدَّ مِنْهَا فِرَارًا، وَأَشَدَّ لَهَا مَخَافَةً، قَالَ: فَيَقُولُ: فَأُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ، قَالَ: يَقُولُ: مَلَكٌ مِنَ الْمَلَائِكَةِ: فِيهِمْ فُلَانٌ لَيْسَ مِنْهُمْ إِنَّمَا جَاءَ لِحَاجَةٍ، قَالَ: هُمُ الْجُلَسَاءُ لَا يَشْقَى بِهِمْ جَلِيسُهُمْ۔ (بخاری حدیث نمبر ۶۴۰۸ کتاب الدعوات)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے راستوں میں چکر لگاتے ہیں، اور اہلِ ذکر کو تلاش کرتے ہیں، پس جب وہ کچھ لوگوں کو پاتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہوتے ہیں، تو وہ پکار کر کہتے ہیں کہ اپنی ضرورت کی طرف چلو، پھر وہ اپنے پروں سے

آسمانِ دنیا تک ان لوگوں کو ڈھانپ لیتے ہیں پھر ان کا رب ان سے سوال کرتا ہے، دراں حالیکہ رب تعالیٰ کو لوگوں کی حالت کا خوب اچھی طرح علم ہوتا ہے کہ میرے بندے کیا کہہ رہے تھے؟ تو فرشتے کہتے ہیں کہ وہ آپ کی تسبیح بیان کر رہے تھے، اور آپ کی تکبیر بیان کر رہے تھے، اور آپ کی تمجید کر رہے تھے، رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کیا انہوں نے مجھ کو دیکھا ہے؟ فرشتے کہتے ہیں کہ نہیں اللہ کی قسم! انہوں نے آپ کو نہیں دیکھا۔ تو رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر وہ مجھے دیکھ لیں تو کیسی حالت ہو؟ فرشتے کہتے ہیں کہ اگر وہ آپ کو دیکھ لیں تو آپ کی زیادہ عبادت کرنے لگ جائیں اور آپ کی زیادہ تمجید اور تحمید کرنے لگ جائیں۔ اور آپ کی کثرت سے تسبیح کرنے لگ جائیں۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ مجھ سے کس چیز کا سوال کر رہے تھے؟ تو فرشتے کہتے ہیں کہ آپ سے جنت کا سوال کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کیا انہوں نے جنت کو دیکھا ہے؟ تو فرشتے کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! ہمارے رب، انہوں نے جنت کو نہیں دیکھا۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر وہ جنت کو دیکھ لیں تو ان کی کیا حالت ہو؟ فرشتے کہتے ہیں کہ اگر وہ جنت کو دیکھ لیں تو اس کی حرص اور زیادہ شدید ہو جائے اور اس کی طلب اور زیادہ شدید ہو جائے اور اس کی رغبت اور بڑھ جائے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ کس چیز سے پناہ چاہتے تھے؟ تو فرشتے کہتے ہیں کہ آگ (یعنی

جہنم) سے، رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کیا انہوں نے اس آگ (یعنی جہنم) کو دیکھا ہے؟ تو فرشتے کہتے ہیں کہ قسم اللہ کی! اے ہمارے رب انہوں نے اس کو نہیں دیکھا، رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر وہ اس کو دیکھ لیں تو ان کی کیا حالت ہو؟ تو فرشتے کہتے ہیں کہ اگر وہ اس کو دیکھ لیں تو وہ اس سے بچنے کا اور زیادہ اہتمام کریں اور اس سے اور زیادہ ڈریں تو رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم گواہ ہو جاؤ کہ میں نے ان کی مغفرت کر دی۔ تو فرشتوں میں سے ایک فرشتہ کہتا ہے کہ ان میں فلاں شخص ایسا تھا، جو در حقیقت ان لوگوں میں سے نہیں تھا۔ وہ تو صرف کسی ضرورت کی وجہ سے آیا تھا۔ تو رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ تمام ہی ہم نشین (یعنی ایک مجلس کے شرکاء) ہیں، ان کا ہم نشین محروم نہیں ہو گا۔ (ترجمہ ختم)

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

مفتی محمد رضوان صاحب لکھتے ہیں:

ذکرُ اللہ کے مفہوم میں تسبیح، تمجید وغیرہ اور تلاوتِ قرآن اور درس و تدریس سب داخل ہیں۔ بالخصوص جبکہ حضرت ذکوان ابو صالح ہی کی سند سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث متعدد سندوں کے ساتھ پہلے گزر چکی ہے، جس میں کتابُ اللہ کی تعلیم اور درس و تدریس کرنے والوں کے لیے فرشتوں کے گھیر لینے اور رحمت کے ڈھانپ لینے اور اللہ تعالیٰ کا ان کا ذکر اپنے پاس کی مخلوق یعنی فرشتوں میں کرنے کا ذکر آیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ مذکورہ حدیث میں بھی فرشتوں کے ڈھانپ لینے کا

ذکر ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرشتوں کے سامنے ان کا ذکر کرنے کی تفصیل مذکور ہے۔ جو کہ اس پہلی حدیث میں مذکور نہیں۔

لہٰذا حضرت ابو صالح کی ہی اس حدیث کو مندرجہ بالا حدیث کی تشریح قرار دیا جانا ممکن ہے۔ "**والحدیث یفسر بعضہٗ بعضاً**"

نیز درس و تدریس کے علاوہ قرآن مجید کی نفسِ تلاوت پر بھی یہ فضیلت مرتب ہوتی ہے۔ کیوں کہ یہ بات ظاہر ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تمجید اور تحمید اور جنت کی ترغیب اور جہنم کی ترہیب وغیرہ جیسے سب طرح کے مضامین پر مشتمل ہے۔

اور اگر آج کل کی زبان میں معروف ذکر مراد لیا جائے تو یہ فضیلت ان لوگوں کے لیے ثابت ہے جو اپنے اپنے ذکر میں مشغول ہوں۔ کوئی تسبیح کر رہا ہو، کوئی تمجید، کوئی تحمید، کوئی دعا، اور کوئی تعوذ وغیرہ جیسا کہ حدیث کے الفاظ سے اس طرف اشارہ ہے۔ اس میں سب لوگوں کے ایک ذکر پر التزام کا کسی طرح ثبوت نہیں۔ پس اس حدیث سے بیک زبان اور بصوتِ واحد تداعی کے ساتھ جمع ہو کر ذکر کرنے پر بعض لوگوں کا استدلال کرنا درست نہیں۔[1]

---

[1] عمدۃ القاری للعینی ج ۲۳ ص ۲۸۔ کتاب الادب، باب فضل ذکر اللہ عزوجل۔ فیض القدیر للمناوی، تحت حدیث رقم ۴۳۵۰۔ و التفصیل فی حکم الذکر بالجہر ص ۱۸۴، ۱۸۵۔ و ماہنامہ التبلیغ از مفتی محمد رضوان ج ۸، ش ۷ جولائی ۲۰۱۱ء

اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والوں پر فخر فرمانا

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

خرج معاوية على حلقة فى المسجد فقال ما اجلسكم قالوا جلسنا نذكر الله، قال الله ما اجلسكم الا ذاك قالوا و الله ما اجلسنا الا ذاك، قال اما انى لم استحلفكم تهمة لكم و ما كان احد بمنزلتى من رسول الله ﷺ اقل عنه حديثاً منى و ان رسول الله ﷺ خرج على حلقه من اصحابه فقال ما اجلسكم؟ قالوا جلسنا نذخر الله و نحمده على ما هدانا للاسلام و من به علينا۔ قال الله ما اجلسكم الا ذاك، قالوا و الله ما اجلسنا الا ذاك قال اما انى لم استحلفكم تهمة لكم و لكنه انا نى جبريل فاخبرنى ان الله عزوجل يباهى بكم الملائكة۔ (مسلم حدیث نمبر ۲۷۰۱ کتاب الذکر والدعاء والتوبۃ والاستغفار)

ترجمہ: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مسجد میں ایک حلقے کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ تم کس وجہ سے بیٹھے ہو؟ انہوں کہ کہا کہ ہم بیٹھ کر اللہ کا ذکر کر رہے ہیں۔ تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا تم اللہ کی قسم صرف اسی لیے بیٹھے ہو؟ انہوں نے کہا اللہ کی قسم! ہم صرف اسی لیے

بیٹھے ہیں۔ تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے تم سے قسم کسی بد گمانی کی وجہ سے نہیں لی اور میرے مقام و مرتبہ والا کوئی بھی آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مجھ سے کم حدیثوں کو بیان کرنے والا نہیں ہے۔ اور بے شک ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایک حلقے کی طرف نکلے تھے تو فرمایا تھا کہ تمہیں کس بات نے بٹھلایا ہوا ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ ہم اللہ کا ذکر کرنے اور اس کی اس بات پر حمد و ثناء کرنے کے لیے بیٹھے ہوئے ہیں کہ اس نے ہمیں اسلام کی ہدایت عطا فرمائی اور ہم پر اس کے ذریعہ احسان فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا اللہ کی قسم! تم اس بات کے علاوہ کسی اور وجہ سے نہیں بیٹھے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اللہ کی قسم! ہم صرف اسی لیے بیٹھے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تم سے قسم کسی بدگمانی کی وجہ سے نہیں اٹھوائی بلکہ میرے پاس جبریل آئے اور انہوں نے مجھے خبر دی کہ اللہ عزوجل تمہاری وجہ سے فرشتوں پر فخر فرماتے ہیں۔ (ترجمہ ختم)

اس حدیث میں ذکرُ اللہ سے، کتابُ اللہ اور سنتِ رسول اللہ کا مذاکرہ مراد ہونا راجح ہے۔ جس کی تفصیل حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی ہی حدیث میں آئی ہے۔ اور وہ حدیث اس حدیث کی تشریح و تفسیر ہے۔

چناں چہ حضرت ابنِ بریدہ سے روایت ہے کہ:

ان معاویة خرج من حمام حمص فقال لغلامه:

ائتنی لبستی فلبسهما، ثم دخل مسجد حمص۔ فركع ركعتين، فلما فرغ اذا هو بناس جلوس، فقال لهم: ما يجلسكم؟ قالوا: صلينا صلاة المكتوبة ثم قص القاص، فلما فرغ فعدنا نتذاكر سنة رسول اللهﷺ، فقال معاوية: ما من رجل ادرك النبيﷺ اقل حديثا عنه منی، انی ساحدثكم بخصلتين حفظتهما من رسول اللهﷺ ما من رجل يكون على الناس فيقوم على راسه الرجال يحب ان تكثر الخصوم عنده فيدخل الجنة، قال: وكنت مع النبيﷺ يوما فدخل المسجد فاذا هو بقوم فی المسجد قعود، فقال النبیﷺ: ما يقعدكم؟ قالوا: صلينا الصلاة المكتوبة، ثم قعدنا نتذاكر كتاب الله و سنة نبيهﷺ، فقال رسول اللهﷺ: ان الله اذا ذكر شيئا تعاظم ذكره۔[1]

ترجمہ: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حمص کے حمام سے تشریف لائے اور اپنے غلام سے فرمایا کہ میرا لباس لے آیئے۔ پھر آپ نے اس کو پہن لیا پھر

[1] مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۳۲۱، کتاب العلم المدخل الی السنن الکبری للبیہقی رقم الحدیث ۳۲۱۔

حمص کی مسجد میں داخل ہوئے، پھر دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر جب نماز سے فارغ ہو گئے تو کچھ لوگوں کو بیٹھے ہوئے پایا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ تم کیوں بیٹھے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم نے فرض نماز پڑھی، پھر ایک قصہ بیان کرنے والے نے (عبرت آمیز) قصہ بیان کیا، پھر جب فارغ ہو گئے تو ہم بیٹھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا مذاکرہ کر رہے ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کوئی شخص بھی ایسا نہیں جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جو پایا کہ جو میرے مقابلہ میں کم حدیثیں بیان کرنے والا ہو۔ میں تم سے دو خصلتوں کو بیان کرتا ہوں، جن کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محفوظ کیا۔ ایک خصلت تو یہ ہے کہ کوئی آدمی بھی ایسا نہیں جو لوگوں پر مسلط ہو، پھر اس کے سر پر لوگ کھڑے ہوں، وہ اس کو پسند کرتا ہو کہ اس کے پاس لڑائی جھگڑوں کی کثرت ہو، اور پھر وہ جنت میں داخل ہو جائے (یعنی جو لوگوں کے جھگڑوں کے واقعات اور لوگوں کے فیصلوں کے لیے اپنے پاس کثرت سے جمع ہونے کو پسند کرتا ہو، اس کا جنت میں داخل ہونا مشکل ہے) اور دوسری خصلت یہ ہے کہ میں ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے، تو آپ نے مسجد میں کچھ لوگوں کو بیٹھے ہوئے دیکھا۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہیں کس چیز نے بٹھایا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ ہم نے فرض نماز پڑھی پھر ہم بیٹھ کر اللہ کی کتاب اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا

مذاکرہ کر رہے ہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کا ذکر فرماتے ہیں تو اپنے ذکر (اور اہل ذکر) کو بہت عظمت دیتے ہیں۔ (یعنی اس پر فخر فرماتے ہیں) (ترجمہ ختم)

مفتی محمد رضوان صاحب لکھتے ہیں:

اس حدیث میں فرض نماز سے فارغ ہو کر کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ ﷺ کا مذاکرہ کرنے کی قید لگی ہوئی ہے۔ جس سے نہ تو آج کل کی زبان میں معروف مروجہ ذکر کا ثبوت ہوتا، اور نہ ہی اس کے لیے تداعی اور اس سے بڑھ کر بیک زبان اجتماع ذکر کا۔

اور اس حدیث کی سند بخاری اور مسلم کی شرط پر ہے۔[1]

پس اس سے مروجہ اجتماعی ذکر پر استدلال درست نہیں۔[2]

---

[1] چناں چہ امام حاکم رحمہ اللہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ:
ھذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین، وقد سمع عبد اللہ بن بریدۃ الاسلمی من معاویۃ غیر حدیث۔
اور علامہ ذہبی رحمہ اللہ تلخیص میں فرماتے ہیں کہ: علی شرطھما۔
بعض نے اس حدیث پر حسین کی وجہ سے ضعف کا حکم لگایا ہے، جو کہ درست نہیں۔ کیوں کہ حضرت حسین کی سند سے بخاری اور مسلم نے احادیث کی تخریج کی ہے، اور یہ بخاری اور مسلم کے رجال میں سے ہیں۔

[2] چناں چہ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں کہ:
"یہ حدیث بھی ذکر بالجہر کے مسئلہ سے غیر متعلق ہے، اس سے تو صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپس میں بیٹھ کر اس بات کا تذکرہ اور اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا کہ اس نے ان کو اسلام جیسی نعمتِ عظمیٰ اور دولتِ بے پایاں نصیب فرمائی۔ اس میں اس ذکر کا کس طرح اور کس جملے سے ثبوت ملتا ہے جس کے اثبات پر مؤلفِ مذکور خواہ مخواہ ایڑی چوٹی کا زور صرف کر رہا

بندہ کے مجمع میں ذکر کرنے سے اللہ تعالیٰ کا فرشتوں میں ذکر فرمانا

حضرت ابو صالح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ اللّٰهُ تَعَالَى: ''أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي، وَأَنَا مَعَهُ إِذَا ذَكَرَنِي، فَإِنْ ذَكَرَنِي فِي نَفْسِهِ ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي، وَإِنْ ذَكَرَنِي فِي مَلَإٍ ذَكَرْتُهُ فِي مَلَإٍ خَيْرٍ مِنْهُمْ۔ [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اپنے بندے کے میرے ساتھ گمان کے مطابق ہوتا ہوں۔ اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ میرا ذکر کرتا ہے۔ پس اگر وہ میرا ذکر اپنے آپ میں کرتا ہے تو میں اس کا ذکر اپنے آپ میں کرتا ہوں۔ اور اگر وہ میرا ذکر جماعت میں کرتا ہے تو میں اس کا ذکر ان لوگوں سے بہتر جماعت (یعنی فرشتوں) میں کرتا ہوں۔ (ترجمہ ختم)

مفتی رضوان صاحب لکھتے ہیں:

ہے۔ پہلے باحوالہ یہ بات گزر چکی ہے کہ تعلیم کے علاوہ حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نہ تو دعا بلند آواز سے کرتے تھے اور نہ ذکر اور اس پر حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے ...... ان کے حلقے تعلیمِ دین اور تعلیمِ ذکر کے لیے تو ہوتے تھے لیکن محض ذکر کی خاطر نہ تو گھروں میں وہ حلقے باندھتے تھے اور نہ مسجد میں۔ اب غور کرنا مؤلف کا کام ہے کہ حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ذکر بالجہر کے حلقے باندھتے تھے؟ یا وہ اس کاروائی کے خلاف تھے؟ حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ طریقہ تو ہرگز نہ تھا۔" (حکم الذکر بالجہر ص ۱۸۵، ۱۸۶، ملخصاً) ماخوذ از ماہنامہ التبلیغ ج ۱۸ از مفتی محمد رضوان ش ۱۰ ص ۳۹

[1] بخاری رقم الحدیث ۷۴۰۵۔ مسلم رقم الحدیث ۲۶۷۵۔ مسند احمد رقم الحدیث ۷۴۲۲۔

مروجہ اجتماعی ذکر کی مجالس کے بعض مدعی حضرات نے اس حدیث سے اپنے یہاں رائج اجتماعی ذکر پر استدلال کیا ہے، اور کہا ہے کہ اس حدیث سے مجمع میں اللہ کا ذکر کرنے کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔ مگر ان حضرات کا یہ استدلال اس لیے محلِ نظر ہے کہ اولاً تو ذکر کے عام مفہوم میں دعا، حمد و ثناء، قرائتِ قرآن اور وعظ و نصیحت، تسبیح و تہلیل سب داخل ہیں۔

چناں چہ شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

(یہ جواب مفتیٔ اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے نقل فرمایا ہے۔)

شیخ ابو بکر رازی نے لکھا ہے، ذکر کی دو قسمیں ہیں۔ ایک ذکرِ قلبی یعنی دل سے اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال کی طرف دھیان کرنا، اور اس کے دلائلِ قدرت اور آیاتِ تکوینیہ و تنزیہیہ میں غور و فکر کرنا۔ دوسرا ذکرِ لسانی یا قولی، اس میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا، اس کی حمد و ثناء، قرائتِ قرآن اور دوسروں کو وعظ و نصیحت اور اللہ تعالیٰ کے دین کی طرف بلانا، عمومِ لغت کے اعتبار سے سب داخل ہیں۔ ہاں عرفاً کبھی کبھی صرف تسبیح و تہلیل وغیرہ ان اذکار پر اس کا اطلاق ہوتا ہے، جو محض مدح و ثناء پر مشتمل ہیں۔ اس لیے محدثین صیغۂ الصلاۃ میں اذکار اور ادعیہ کے

خادم اہلسنت حافظ عبد الوحید الحنفی

لیے الگ الگ ابواب رکھتے ہیں۔[1]

معلوم ہوا کہ ذکر کے عام مفہوم میں یہ بھی داخل ہے کہ کوئی خاموشی کے ساتھ یا مجمع سے الگ ہو کر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرے اور اس کی قدرت و توحید وغیرہ کے دلائل میں غور و فکر کرے اور اللہ تعالیٰ کے احکامات اور رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کا مطالعہ کرے۔

اور اس کے مقابلہ مجمع میں انہی چیزوں کا وعظ و تبلیغ کرے، جیسا کہ دینی مدارس کے اساتذہ و طلبہ کرام دینی کتب کا ایک وقت میں تنہائی میں مطالعہ اور دوسرے وقت میں مجمع میں تدریس یا تکرار کرتے ہیں۔ اور مجمع میں کسی ایک کا قرآن مجید تلاوت کرنا اور باقی کا سننا بھی وعظ و تبلیغ میں داخل اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے۔ جیسا کہ پہلے گزرا۔

چناں چہ شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ اسی سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ:

"لیکن نصوص پر نظر کرنے نیز بعض علماء کے اقوال میں غور کرنے سے یہ سمجھ میں آتا ہے (واللہ اعلم بالصواب) کہ شارع کے نزدیک ان اذکار و ادعیہ میں اصل اخفاء ہے۔ خواہ وہ خفضِ صورت سے حاصل ہو یا تخلیہ اختیار کرنے سے، جیسا نصوصِ مذکورہ فی السوال۔ **ادعوا ربکم تضرعاً و خفیة** اور **خیر الذکر الخفی** سے واضح ہے اور **و اذکر ربک فی نفسک** کے بھی ایک معنٰی یہ ہو سکتے ہیں۔ یعنی مجمع سے علیحدہ

---

[1] امداد المفتین ص ۲۵۰، محررہ۔ ۵ شعبان ۱۳۶۴ھ بمقام دیوبند، مطبوعہ دارالاشاعت کراچی۔

ہو کر تنہائی میں ذکر کرنا، جیسا کہ حدیثِ صحیح و ان ذکرنی فی ملاء کے مقابلہ میں رکھنے سے ظاہر ہوتا ہے۔ بلکہ بعض احادیث میں و ان ذکرنی فی نفسی کے بجائے ان ذکرنی خالیاً کے ہی الفاظ آتے ہیں۔ اور رہا آیت دون الجهر من القول سے مقصود بظاہر جہرِ مفرط کی نفی کرنا ہے۔"...... "بندہ جب میرا ذکر اپنے نفس میں کرتا ہے تو میں اس کا ذکر ملائکہ کی ایک جماعت میں کرتا ہوں۔"

اس سے بلاشبہ فضیلت ذکر فی الملاء کی نکلتی ہے۔ لیکن اس قسم کی سب احادیث کے متعلق مجھے یہ خیال گزرتا ہے کہ ان میں ذکر سے مراد اعم ہے۔ خاص دعا والا ذکر مراد نہیں ہے۔ جس میں ہماری یہ سب بحث تھی، مثلاً دعاء الناس الی اللہ، کس کے معنٰی دعوت وارشاد کے ہیں۔ اور جو ذکر متعدی ہے۔ (یعنی دعوت وارشاد) وہ یہاں ذکر فی الملاء سے مراد ہو سکتا ہے اور ظاہر ہے کہ اس میں جہر ناگزیر ہے۔ لیکن وہ ہماری بحث سے اس وقت خارج ہے۔ اسی طرح قرائتِ قرآن کا بھی ارادہ کر سکتے ہیں۔ اس کے جہر فی الملاء میں کوئی کلام نہیں بلکہ بہت سے فوائد ہیں۔[1]

دوسرے اگر کوئی اس حدیث سے تسبیح و تہلیل والا ذکر ہی مراد لے تو بھی ایک ذکر کے التزام اور ذکر کے لیے تداعی کے بغیر کسی کے مجمع میں اس طرح ذکر کرنے کے معنٰی درست ہیں کہ جس سے دوسروں کو

---

[1] ایضاً ص ۲۵۱، ۲۵۲۔

تکلیف و ایذاء نہ ہو اور کسی کی عبادت میں خلل نہ ہو۔ جیسا کہ کوئی شخص بلکہ ایک سے زیادہ اشخاص مسجد میں بیٹھ کر اپنا اپنا ذکر و تلاوت کریں۔

پس ذکر سے خواہ وعظ و تبلیغ مراد لی جائے یا تسبیح و تہلیل وغیرہ، اس حدیث سے تداعی کے ساتھ ایک ذکر کے التزام جیسی قیودات پر مشتمل مجالسِ ذکر کا ثبوت نہیں ہوتا۔[1]

تداعی کے ساتھ جماعتی ذکر (چند شبہات کا ازالہ)

حضرت عنترہ ابو وکیع سے روایت ہے کہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ما سلک رجل طریقا یلتمس فیه علما الا سهل الله له طریقا الی الجنة و من ابطا به عمله لم یسرع به نسبه و ما جلس قوم فی بیت من بیوت الله یتدارسون کتاب الله و یتعلمونه بینهم الا غشیتهم الرحمة، و حفتهم الملائکة، و ذکرهم الله فیمن عنده، و کانوا اضیافه حتی یخوضوا فی حدیث غیره۔[2]

ترجمہ: جو آدمی بھی کسی راستے پر علم حاصل کرنے کے لیے چلتا ہے، تو

---

[1] ماہنامہ التبلیغ ج۸ مؤلفہ مولانا مفتی محمد رضوان۔

[2] الزہد لوکیع، حدیث نمبر ۵۰۹۔ ماہنامہ التبلیغ ج۸ مؤلفہ مفتی محمد رضوان

اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کی طرف راستے کو آسان بنا دیتے ہیں، اور جس کا عمل سست ہو، تو اس کو اس کا نسب آگے نہیں بڑھاتا، اور جو قوم بھی اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں بیٹھ کر اللہ کی کتاب کی درس و تدریس کرتی ہے، اور باہم اس کا علم حاصل کرتی ہے، تو اس کو رحمت ڈھانپ لیتی ہے، اور ان کو فرشتے گھیر لیتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر ان لوگوں میں کرتے ہیں، جو اللہ کے پاس ہیں (یعنی فرشتے) اور وہ اللہ کے مہمان ہوتے ہیں، یہاں تک کہ کسی دوسری بات میں مشغول نہ ہو جائیں۔ (ترجمہ ختم)

مفتی محمد رضوان صاحب لکھتے ہیں:

اس روایت میں کتاب اللہ کے تدارس اور تعلُّم کے الفاظ ہیں۔

اور ایک روایت میں تذاکر اور تدارس کے الفاظ ہیں، چناں چہ مسند دارمی میں ہے کہ:

ما اجتمع قوم فی بیت من بیوت اللہ یتذاکرون کتاب اللہ و یتدارسونہ بینھم، الا اظلتھم الملائکۃ باجنحتھا حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ۔ و من سلک طریقا یبتغی بہ العلم، سھل اللہ طریقہ الی الجنۃ، و من ابطا بہ عملہ، لم یسرع بہ نسبہ۔[1]

---

1 سنن الدارمی، حدیث نمبر ۳۶۸۔ باسند صحیح۔

عبدالوحید الحنفی

ترجمہ: جو قوم بھی اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں بیٹھ کر اللہ کی کتاب کا مذاکرہ اور اس کی درس و تدریس کرتی ہے، تو فرشتے ان کے اوپر اپنے پروں سے سایہ کر لیتے ہیں، یہاں تک کہ کسی دوسری بات میں مشغول نہ ہو جائیں۔ اور جو آدمی بھی کسی راستے پر علم حاصل کرنے کے لیے چلتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کی طرف راستے کو آسان بنا دیتے ہیں۔ اور جس کا عمل سست ہو، تو اس کو اس کا نسب آگے نہیں بڑھاتا۔ (ترجمہ ختم)

"تذاکر" اور "تدارس" سے معلوم ہوا کہ مراد یہ ہے کہ وہ قرآن مجید کی تعلیم و تعلم اور تدریس و تبلیغ کرتے ہیں۔ اور بعض روایات میں درس کے ساتھ تعاطی کے الفاظ ہیں۔ چناں چہ بیہقی وغیرہ میں ہے کہ:

ما جلس قوم فی بیت من بیوت اللہ یدرسون کتاب اللہ و یتعاطونہ بینھم، الا کانوا اضیاف اللہ، و اظلت علیہ الملائکۃ باجنحتھا ما داموا فیہ حتی یخوصوا فی حدیث غیرہ، و ما سلک رجل فی طریق یبتغی فیہ العلم الا سھل اللہ لہ بہ سبیلا الی الجنۃ و من بطا بہ عملہ لم یسرع بہ نسبہ۔[1]

---

1 شعب الایمان للبیہقی، حدیث نمبر ۱۶۶۱۔ وحدیث نمبر ۱۸۷۲۔ الدعاء لمحمد بن فضیل الضبی، حدیث نمبر ۲۰۳۔ اخلاق حملۃ القرآن للآجری، حدیث نمبر ۲۱۔

ترجمہ: جو قوم بھی اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں بیٹھ کر اللہ کی کتاب کی درس و تدریس کرتی ہے، اور کتابُ اللہ کو ایک دوسرے سے حاصل کرتی (سیکھتی) ہے، تو وہ اللہ کے مہمان ہوتے ہیں، اور ان پر فرشتے اپنے پروں سے سایہ کر لیتے ہیں، جب تک وہ کتاب اللہ کی درس و تدریس اور ایک دوسرے سے حاصل کرنے میں مشغول رہتے ہیں، یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں مشغول نہ ہو جائیں۔ اور جو شخص بھی کسی راستے میں علم کو تلاش کرنے کے لیے چلتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس کے ذریعہ سے جنت کی طرف راستے کو آسان بنا دیتے ہیں۔ اور جس کا عمل سست ہو، تو اس کو اس کا نسب آگے نہیں بڑھاتا۔(ترجمہ ختم)

ان سب روایات سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی گزشتہ حدیث کی مزید تشریح ہو جاتی ہے کہ دراصل یہ فضیلت علمِ دین اور قرآن مجید سیکھنے سکھانے اور اس کے ذریعہ وعظ و تبلیغ کے لیے ہے۔

جس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید یا کتابُ اللہ کے لیے جمع ہونے کی یہ فضیلت صلاً ان لوگوں کے لیے ہے، جو کہ قرآن مجید کی تعلیم و تعلّم اور تدریس کے لیے جمع ہوتے ہیں، جیسا کہ دینی مدارس میں طلبہ کرام کا معاملہ ہے۔(مفتی محمد رضوان ماہنامہ التبلیغ ج۸)

اور کوئی ایک قرآن مجید پڑھے اور دوسرے سنیں، یہ بھی ایک حیثیت سے قرآن مجید سے تبلیغ و تذکیر اور اس کے تدارس میں داخل

ہے۔ کیوں کہ یہ بھی قرآن مجید سے تبلیغ ہے، اور صحابہ کرام کے حالات میں بھی یہ چیز ملتی ہے۔ چناں چہ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا جلسوا کان حدیثھم۔ یعنی الفقہ۔ الا ان یقرا رجل سورۃ او یامر رجلا بقراءۃ سورۃ۔''[1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام جب کوئی مجلس قائم فرماتے تھے، تو اُن کی فقہ کے متعلق گفتگو ہوتی تھی، مگر یہ کہ کوئی ایک آدمی (قرآن مجید کی) کوئی سورت قرأت کرتا (اور دوسرے قرأت کو سنتے) یا کسی آدمی کو کسی سورت کی قرأت کا حکم فرماتے (تاکہ دوسرے سنیں) (ترجمہ ختم)

مفتی محمد رضوان صاحب لکھتے ہیں:

مطلب یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مجالس دین سیکھنے سکھانے اور عبرت آمیز واقعات و قصص سننے سنانے کے لیے مجالس کے قائم کرنے کا ذکر ہے۔[2]

اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب جمع ہوتے تھے، تو یا تو فقہ و دین کے متعلق مذاکرہ فرماتے تھے، یا کوئی ایک قرآن مجید پڑھتا، اور

---

1 مستدرک حاکم، حدیث نمبر ۲۹۴، واللفظ لہٗ، المدخل الی السنن الکبری للبیہقی، حدیث نمبر ۳۲۳۔
2 الآحاد والمثانی لابن ابی عاصم، حدیث نمبر ۲۵۶۲۔

باقی سنتے تھے۔

اور ایک کے قرآن مجید پڑھنے اور باقی کے خاموشی سے سننے کی وجہ یہی ہے کہ قرآن مجید ایک حیثیت سے وعظ و تذکیر میں داخل ہے، بالخصوص ان لوگوں کے لیے جو قرآن مجید کے معانی کو سمجھتے بھی ہوں، اور اسی وجہ سے جب قرآن مجید پڑھا جائے، تو اسے خاموشی کے ساتھ سننے کا حکم ہے۔

چناں چہ تفسیر مظہری میں ہے کہ:

قلت لا شک ان فی الجهر بالقران احادیث کثیرة و الآثار من الصحابة و التعابعين اكثر من ان تحصى لكن فيمن لا يخاف رياء و لا اعجابا و لا غيرهما من القبائح و لا يودى جماعة يلبس عليهم صلواتهم و يخطها عليهم فمن خاف شيئا من ذلک فلا يجوز له الجهر و ان لم يخف استحب الجهر فان كانت القراءة فی جماعة مجتمعين مستمعين تاكد استحباب الجهر لكن لا يجوز كمال الجهر و ان يجهد الرجل نفسه فی الجهر لقوله تعالى و دون الجهر من القول روى محمد فی موطاه عن مالک عن عمه ابی سهيل عن ابيه ان عمر بن الخطاب كان

يجهر بالقراءة حسن ما لم يجهد الرجل نفسه و الله اعلم۔ فان قيل الجهر بالذكر و الدعاء بدعة و السنة فيهما الاخفاء كما مر المسالة فى تفسير قوله تعالى ادعوا ربكم تضرعا و خفية فما وجه الفرق بين الذكر و قراءة القران مع ان القراءة ايضا ذكر۔

قلنا القران مشتمل على الوعظ و القصص الموجبة للعبرة و الاحكام و نظمه معجز جاذب للقلوب السقيمة الى الاسلام و لذا قال الله تعالى و ان احد من المشركين استجارک فاجره حتى يسمع كلام الله و قراءته باللسان عبادة زائدة على الذكر الذى هو عبادة عن طرد الغفلة عن الجناب و اسماعه غيره عبادة اخرى مرغوبة عند الرحمن بخلاف الذكر و الدعاء فان المقصود من الدعاء الاجابة و من الذكر النسيان عما يشغله من العزيز المنان حتى يسقط عن بصيرته نفس الذكر بل الذاكر ايضا و لا يبقى فى بصيرته الا الواحد القهار۔[1]

1 التفسير المظہری، ج۳، ص ۴۵۴۔ تحت آیت ۲۰۵، من سورۃ الاعراف۔
ماہنامہ التبلیغ ج۸ مولفہ مولانا مفتی محمد رضوان

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ اس میں شک نہیں کہ قرآن مجید کو جہر کے ساتھ پڑھنے کے بارے میں کثرت سے احادیث اور صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین کے اتنے آثار ہیں کہ جو شمار سے زیادہ ہیں۔ لیکن اس شخص کے حق میں کہ جس کو ریاء اور خود پسندی وغیرہ جیسے قبائح کا خوف نہ ہو اور نہ دوسرے لوگوں کو ایذاء پہنچے کہ ان پر ان کی نماز میں التباس اور اختلاط پیدا ہو جائے۔ پس جو شخص ان میں سے کسی چیز کا خوف رکھتا ہے تو اس کے لیے جہر جائز نہیں، اور اگر خوف نہیں رکھتا تو جہر مستحب ہے۔ پھر اگر قرآن مجید کی قرأت چند ایسے لوگوں میں ہو جو سب اکٹھے ہوں اور قرآن مجید کو سن رہے ہوں تو اس میں جہر کے مستحب ہونے کی تاکید ہوگی۔ لیکن جہر کی انتہاء جائز نہ ہوگی اور نہ ہی یہ چیز جائز ہے کہ آدمی اپنے آپ کے لیے (نہ کہ کسی کو سنانے کے لیے) جہر کرنے میں مجاہدہ کرے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ ''و دون الجهر من القول'' اور اما محمد نے مؤطا میں امام مالک سے اور انہوں نے اپنے چچا ابو سہیل سے اور انہوں نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نماز میں جہری قرأت فرماتے تھے، اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی قرأت دارِ ابی جہیم تک سنائی دیتی تھی۔ پھر امام محمد نے فرمایا کہ نماز میں قرآن کو جہراً پڑھنا ان نمازوں میں بہتر ہے جن میں قرآن مجید کو جہراً پڑھا جاتا ہے، جب تک کہ آدمی اپنے ساتھ مجاہدہ

(مشقت و غلو) نہ کرے۔ واللہ اعلم۔ اور اگر یہ شبہ کیا جائے کہ ذکر اور دعا تو جہراً کرنا بدعت ہے اور ان کو خفیہ کرنا سنت ہے، جیسا کہ یہ مسئلہ اللہ تعالیٰ کے قول اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً کی تفسیر کے ضمن میں گزر چکا ہے۔ تو پھر ذکر اور قرآن مجید کی قرأت میں کیا فرق ہوا (کہ اس میں جہر کو بدعت کے بجائے مستحب قرار دیا گیا ہے) جب کہ قرأت بھی ذکر ہے؟

ہم اس کے جواب میں کہیں گے کہ قرآن مجید دراصل وعظ اور ایسے قصوں پر مشتمل ہے جن سے عبرت حاصل ہوتی ہے اور شریعت کے احکام معلوم ہوتے ہیں۔ نیز قرآن مجید کے الفاظ کی ترتیب اور انداز بھی معجزانہ ہے جو کمزور دلوں کو اسلام کی طرف کھینچ کر لاتا ہے۔ اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ اِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ۔ (سورۃ التوبہ، آیت ٦)

”اور اگر مشرکوں میں سے کوئی آپ سے پناہ طلب کرے تو اسے پناہ دے دیجیے، یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سن لے۔“

اور کلام اللہ کی زبان سے قرأت کرنا اس (دوسرے) ذکر سے زائد عبادت ہے جو کہ دل سے غفلت دور کرنے کی عبادت ہے۔ اور اس (کلامُ اللہ) کا دوسرے کو سنانا ایک الگ عبادت ہے جو رحمٰن کے نزدیک

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

مرغوب ہے۔ بخلاف ذکر اور دعا کے (کہ یہ دوسرے کو سنانا عبادت نہیں، بلکہ صرف دل سے غفلت دور کرنے کی عبادت ہے) کیوں کہ دعا سے مقصود قبولیت اور ذکر سے مقصود ان چیزوں کو بھلا دینا ہے جو اسے اللہ عزیز منان سے غافل کر دیں۔ یہاں تک کہ اس کی خود ذکر بلکہ ذکر کرنے والے سے بھی توجہ ہٹ کر اس کی توجہ میں صرف اور صرف اللہ واحد قہار ہی باقی رہ جائے (لہٰذا اس کے لیے نہ دوسرے کو سنانے کی ضرورت ہے، اور نہ مجمع کی۔) (ترجمہ ختم)

پس معلوم ہوا کہ قرآن مجید دوسرے کو سنانے کے لیے جہراً پڑھنا اور تلاوت کرنا بھی تذکیر و تبلیغ میں داخل ہے۔ اور جہاں تک اس صورت کا تعلق ہے کہ سب مل کر جہراً قرأت کریں، خاص کر جبکہ سب ایک ہی قسم کی قرأت کا التزام کریں، جیسا کہ مروجہ ذکر میں ہوتا ہے تو فقہائے کرام نے اس صورت کو مستحب بلکہ جائز قرار نہیں دیا۔

لہٰذا قرآن مجید کے لیے جمع ہونے کی فضیلت سے متعلق بعض اجمالی روایت سے یہ سمجھنا کہ ان سے قرآن مجید کی نفسِ تلاوت پر اور پھر اس پر قیاس کر کے ذکر پر اور اس سے بڑھ کر ایک ہی قسم کی قرأت و ذکر پر سب کا آواز ملا کر جمع ہونے کا مستحب ہونا ثابت ہوتا ہے، یہ درست نہیں۔[1]

---

1 کذا فی: البیان والتحصیل والشرح والتوجیہ والتعلیل لمسائل المستخرجۃ، لابی الولید محمد بن احمد بن رشد

اب اس سلسلہ میں فقہائے کرام کی چند عبارات ملاحظہ فرمائیں۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

و اتخاذ الدعوۃ لقراءۃ القرآن و جمع الصلحاء و القراء للختم او لقراءۃ سورۃ الانعام او الاخلاص۔[1]

ترجمہ: اور قرآن مجید کی تلاوت کے لیے دعوت دینا اور نیک لوگوں اور قاریوں کا ختم کے لیے، یا سورہ انعام کی یا سورہ اخلاص وغیرہ کی قرأت کے لیے جمع ہونا (بھی مکروہ ہے) (ترجمہ ختم)

اور فتاویٰ ہندیہ میں ہے کہ:

قراءۃ الکافرون الی الاخر مع الجمع مکروھۃ لانھا بدعۃ لم تنقل عن الصحابۃ و لا عن التابعین رضی اللہ تعالی عنھم کذا فی المحیط۔[2]

ترجمہ: سورہ کافرون کی آخر تک جمع ہو کر قرأت کرنا مکروہ ہے، اس لیے کہ یہ بدعت ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین سے منقول نہیں، محیط میں اسی طرح سے ہے۔ (ترجمہ ختم)

اور علامہ ابنِ حاج رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

القرطبی، کتاب الجامع الثامن، فیما روی انہ من اشراط الساعۃ، المدخل لابن الحاج، فضل فی العالم و کیفیۃ نیتہ، مرقاۃ ج۱، ص۳۶۷، کتاب العلم۔

1 رد المختار، ج۲، ص۲۶۰، باب صلاۃ الجنازۃ۔

2 الفتاوٰی الہندیۃ، الباب الرابع فی الصلاۃ۔

اما الحفاظ یجتمعون للقراءة یقرءون معاً للثواب فلیس من فعلھم ولا یمروی عنھم۔[1]

ترجمہ: حافظوں کا تلاوت کے لیے جمع ہونا تاکہ وہ ایک ساتھ مل کر ثواب کے لیے قرآن پڑھیں، تو یہ صحابہ و سلف کے فعل سے ثابت نہیں اور نہ ہی ان سے قولاً مروی ہے۔(ترجمہ ختم)

اور المحیط البرہانی میں ہے کہ:

قراءة الفاتحة بعد المکتوبة لاجل المھمات مخافتہ او جھراً مع الجمیع مکروھة، کذلک قراءة الکافرون مع الجمع مکروھة؛ لانھا بدعة لم ینقل عن الصحابة، و عن التابعین رضوان اللہ علیھم اجمعین۔[2]

ترجمہ: فرضوں کے بعد سورہ فاتحہ کا مہمات کے لیے آہستہ یا جہراً جمع ہو کر قرأت کرنا مکروہ ہے، اور اسی طرح سورہ کافرون کی قرأت جمع ہو کر مکروہ ہے۔ کیوں کہ یہ بدعت ہے، صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم اجمعین سے مروی نہیں۔(ترجمہ ختم)

---

1 المدخل لابن الحاج جلد ا فصل فی العالم و کیفیۃ نیتہ۔

2 المحیط البرہانی، ج۵، ص ۳۱۲، کتاب الاستحسان والکراہیۃ، الفصل الرابع فی الصلاۃ، والتسبیح، و قراءة القرآن، والذکر الخ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔

اور امداد الفتاوٰی میں ایک سوال وجواب درجِ ذیل طریقہ پر ہے:

سوال: سال کے اکثر حصوں میں بزرگوں کی ارواح کے ایصالِ ثواب کے لیے لوگوں کو جمع کر کے بلا کسی خاص انتظام و اوقاتِ متعینہ کے قرآن شریف پڑھا جاوے تو جائز ہے یا نہیں، اگر جائز ہے تو اپنے دوست واحباب کو شمولیت کے لیے کہنا کیسا ہے؟

الجواب: یہ تداعی غیر مقصود کے لیے جو بدعت اور مکروہ ہے۔ (۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۴ھ)[1]

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے جو روایت ابو مسلم اغر نے نقل کیا ہے، اس میں قرآن مجید کی تلاوت و تعلیم اور تدریس کے بجائے مطلق ذکر کے الفاظ ہیں۔

اور یہ بات ظاہر ہے کہ ذکر کا مفہوم عام ہے، جس سے بہت سے اہلِ علم کے نزدیک مذکورہ تفصیل کے مطابق وعظ و تذکیر اور قرآن مجید کا درس ہی مراد ہے۔ (مولانا مفتی محمد رضوان ماہنامہ التبلیغ ج۸)

ذکر جہر کو بھی بدعت جان کر منع کیا ہے

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں:

"اور طرق صوفیہ میں سے طریقہ علیہ نقشبندیہ کا اختیار کرنا بہت مناسب اور بہتر ہے۔ کیوں کہ ان بزرگوں نے سنت کی متابعت کو لازم

1 امداد الفتاوٰی، ج۱، ص ۵۳۹، باب الجنائز، و ج۴، ص ۶۰۵ و ۶۰۶۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

پکڑا ہے اور بدعت سے اجتناب کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر ان کو متابعت کی دولت حاصل ہو اور احوال کچھ بھی نہ ہوں تو خوش ہیں اور اگر احوال کے باوجود متابعت میں فتور جانیں تو احوال کو پسند نہیں کرتے۔

یہی وجہ ہے کہ ان بزرگواروں نے سماع ورقص کو جائز نہیں سمجھا اور ان احوال کا جو جان پر مترتب ہوتے ہیں، کچھ اعتبار نہیں کیا ہے۔ بلکہ ذکر جہر کو بھی بدعت جان کر اس سے منع کیا ہے۔ اور وہ فائدے اور ثمرے جو اس پر مترتب ہوتے ہیں، ان کی طرف التفات نہیں۔

ایک دن حضرت ایشاں رحمۃ اللہ علیہ کی ملازمت میں مجلس طعام میں حاضر تھا۔ شیخ کمال نے جو حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے مخلص دوستوں میں تھا، کھانا شروع کرتے وقت حضرت ایشاں کے حضور میں اسم اللہ کو بلند کیا، حضور کو بہت ناخوش معلوم ہوا اور یہاں تک کہ جھڑکا اور فرمایا کہ اس کو کہہ دو کہ ہماری مجلس طعام میں حاضر نہ ہوا کرے۔ اور میں نے حضرت ایشاں رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے کہ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ علمائے بخارا کو جمع کر کے حضرت امیر قدس سرہٗ کی خانقاہ میں لے گئے تھے، تا کہ ان کو ذکر جہر سے منع کریں۔

علماء نے حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا کہ ذکر جہر بدعت ہے، نہ کیا کریں۔

انہوں نے جواب میں فرمایا کہ نہ کریں گے۔

جب اس طریقہ کے بزرگوار ذکر جہر سے منع کرنے میں اس قدر مبالغہ کرتے ہیں تو پھر سماع، رقص اور وجد کا کیا ذکر ہے۔

وہ احوال و مواجید جو غیر شرع اسباب پر مترتب ہوں، فقیر کے نزدیک استدراج کی قسم سے ہیں۔ کیوں کہ استدراج والوں کو بھی احوال واذواق حاصل ہوتے ہیں۔

اور جہان کی صورتوں کے آئینوں میں کسف و توجید اور مکاشفہ و معائنہ ان کو ظاہر ہو جاتا ہے۔

اس امر میں حکماء یونان اور ہند کے جوگی اور برہمن سب برابر ہیں۔ احوال کے سچا اور صادق ہونے کی علامت علوم شرعیہ کے ساتھ ان کا موافق ہونا اور محرم اور مشتبہ امور کے ارتکاب سے بچنا ہے۔"[1]

صوفیہ کا عمل حل و حرمت میں سند نہیں

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

امام ہمام ضیاء الدین شامی کی ملتقط میں مذکور ہے: "اور صوفیہ کا عمل حل و حرمت میں سند نہیں۔ صرف یہی کافی نہیں کہ ہم ان کو معذور سمجھیں اور ان کو ملامت نہ کریں۔ اور ان کا امر اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیں۔

یہاں تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ کا قول معتبر ہے نہ کہ ابو بکر شبلی رحمہ اللہ اور ابی حسن نوری رحمہ اللہ کا عمل۔ اس

1 مکتوبات مجدد الف ثانی، مکتوب ۲۶۶۔ از حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ

زمانہ کے کچے اور خام صوفیوں نے اپنے پیروں کے عمل کا بہانہ کر کے رقص وسرود کو اپنا دین بنایا ہے

اَلّذِین اتخذُو دِینَھُمْ لھوا وَلَعِبَا

جنہوں نے لہو ولعب کو اپنا دین بنالیا ہے۔

اور روایت سابقہ سے معلوم ہو چکا ہے کہ جو شخص فعل حرام کو مستحسن اور اچھا جانے وہ اسلام کے گروہ سے نکل جاتا ہے اور مرتد ہو جاتا ہے۔ الخ

اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ ہمارے پیر اس امر میں مبتلا نہ ہوئے اور ہم تابعداروں کو اس قسم کے امور کی تقلید سے چھڑایا۔[1]

آخر میں اگر آج کے صوفی انصاف کریں تو ان پر لازم ہے کہ وہ سنت سے ہٹ کر اپنے مشائخ کرام رحمہ اللہ کی پیروی نہ کریں اور نئی نئی بدعات کو اس عذر کے ساتھ دین نہ بنائیں کہ ہمارے بڑے ان پر عمل کرتے تھے۔ کیوں کہ بے شک اتباع سنت میں یقیناً نجات ہے۔ سنت کے علاوہ تقلید کرنے میں خطرے ہی خطرے ہیں۔[2] والسلام

خادمِ اہل سنت عبد الوحید الحنفی

شب ۷ شعبان ۱۴۴۰ھ چکوال

۱۲ اپریل ۲۰۱۹ء ۱۲ بجے شب

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی

---

1 مکتوبات مجدد الف ثانی ج ا مکتوب ۲۶۶

2 مکتوبات مجدد الف ثانی رحمہ اللہ ج ۲ مکتوب ۲۳

آخر کلام: اللہ تعالیٰ ہم سب کو فتنوں سے محفوظ رکھیں اور اتباعِ سنت میں زندگی گزارنے کی توفیق نصیب کریں۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْکَرِیْم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ اَوَّلاً وَّ اٰخِرًا وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی نَبِیِّہٖ دَائِمًا وَّسَرْمَدًا

خادم اہلسنّت

حافظ عبد الوحید الحنفی

ساکن اوڈھروال (تحصیل و ضلع چکوال)

۴صفر المظفر ۱۴۴۰ھ، ۱۵/اکتوبر ۲۰۱۸ء

☆☆☆☆

اسلامی لٹریچر اور کتب کی بہترین کمپوزنگ اور پرنٹنگ کے لیے، نیز ہر قسم کے اشتہارات اور ایڈورٹائزنگ کے لیے رجوع کریں

النور مینجمنٹ
چکوال (پاکستان)
0334-8706701
www.alnoors.com

رسائل الحنفی

الحنفی لائبریری کے زیرِ اہتمام درج ذیل تمام مطبوعہ کتب حاصل کرنے کے لیے رابطہ کریں (کال یا واٹس ایپ):

Call/WhatsApp: +92-336-0551357

تمام کتب پی ڈی ایف فارمیٹ میں آن لائن پڑھنے یا ڈاؤن لوڈ کرنے کے لیے وزٹ کریں:

www.alhanfi.com

دینِ اسلام اور تاریخِ اسلام کے موضوعات پر مبنی یہ کتابیں خود پڑھیں اور اپنے عزیز و اقارب اور دوستوں کے ساتھ شیئر بھی کریں۔ شکریہ

سلسلہ نمبر	عنوان کتاب	صفحات	فارمیٹ
1	دینِ اسلام کا لغوی معنی اور اہل سنت والجماعت کی وجہ تسمیہ (حصہ اول)	32	طبع شدہ / پی ڈی ایف
2	تعلیماتِ اسلام، انسان کی تخلیق	32	طبع شدہ / پی ڈی ایف
3	تعلیمات اسلام (حصہ اول)	32	طبع شدہ / پی ڈی ایف
4	تعلیمات اسلام (حصہ دوم)	32	طبع شدہ / پی ڈی ایف
5	تعلیمات اسلام (حصہ سوم)	32	طبع شدہ / پی ڈی ایف
6	سیرت رحمت للعلمین حضور ﷺ (حصہ اول)	32	طبع شدہ / پی ڈی ایف
7	سیرت رحمت للعلمین حضور ﷺ (حصہ دوم)	32	طبع شدہ / پی ڈی ایف
8	سیرت رحمت للعلمین حضور ﷺ (حصہ سوم)	32	طبع شدہ / پی ڈی ایف
9	سیرت رحمت للعلمین حضور ﷺ (حصہ چہارم)	32	طبع شدہ / پی ڈی ایف
10	فضائل درود و سلام	32	طبع شدہ / پی ڈی ایف
11	مناقب اہل بیت رسول ﷺ (حصہ اول)	64	طبع شدہ / پی ڈی ایف
12	مناقب امام حسن رضی اللہ عنہ و امام حسین رضی اللہ عنہ، آل رضی اللہ عنہم و اصحاب رضی اللہ عنہم نبی ﷺ (حصہ سوم)	64	طبع شدہ / پی ڈی ایف
13	مناقب اصحاب رسول ﷺ (حصہ اول)	32	طبع شدہ / پی ڈی ایف
14	مناقب اصحاب رسول ﷺ (حصہ دوم)	64	طبع شدہ / پی ڈی ایف

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی

سلسلہ نمبر	عنوان کتاب	صفحات	فارمیٹ
15	مناقب خلفائے راشدین (حصہ اول)	32	طبع شدہ / پی ڈی ایف
16	مناقب خلفائے راشدین (حصہ دوم)	64	طبع شدہ / پی ڈی ایف
1-16	دینِ اِسلام کیا ہے؟ مع سیرت رحمت للعٰلمین ﷺ (کامل حصے)	640	طبع شدہ / پی ڈی ایف
17	اَہلِ سُنّت کون؟ اور اہل بدعت کون ہیں؟	16	طبع شدہ / پی ڈی ایف
18	سلوک وطریقت کی حقیقت (حصہ اول)	16	طبع شدہ / پی ڈی ایف
19	سلوک وطریقت کی حقیقت (حصہ دوم)	32	طبع شدہ / پی ڈی ایف
20	سلوک وطریقت کی حقیقت (حصہ سوم)	32	طبع شدہ / پی ڈی ایف
18-20	سلوک وطریقت کی حقیقت (حصہ اول تا سوم)	80	طبع شدہ / پی ڈی ایف
21	سلاسل طیبہ (حصہ اول)	64	طبع شدہ / پی ڈی ایف
22	اربعین نبوی ﷺ چہل حدیث	32	طبع شدہ / پی ڈی ایف
21-22	تعلیمُ السّالک	96	طبع شدہ / پی ڈی ایف
23	عالم برزخ، موت اور قبر کی حیات (حصہ اول)	64	طبع شدہ / پی ڈی ایف
24	عالم برزخ، موت اور قبر کی حیات (حصہ دوم)	32	طبع شدہ / پی ڈی ایف
25	عالم برزخ، موت اور قبر کی حیات (حصہ سوم)	32	طبع شدہ / پی ڈی ایف
23-25	عالم برزخ، موت اور قبر کی حیات (حصہ اول تا سوم)	128	طبع شدہ / پی ڈی ایف
26	کتب تاریخ کی حقیقت	64	طبع شدہ / پی ڈی ایف
27	دُنیا میں اسلام کیسے پھیلا؟	32	طبع شدہ / پی ڈی ایف
28	مہاجرین وانصار صحابہ رضی اللہ عنہم	96	طبع شدہ / پی ڈی ایف
29	غزوۂ بدر تک کی مہمات اور جنگ بدر	112	طبع شدہ / پی ڈی ایف

سلسلہ نمبر	عنوان کتاب	صفحات	فارمیٹ
30	غزوۂ اُحد تک کی مہمات اور جنگ اُحد	80	طبع شدہ / پی ڈی ایف
31	فتوحاتِ نبوی ﷺ	96	طبع شدہ / پی ڈی ایف
32	فتح مکہ دلکش منظر	80	طبع شدہ / پی ڈی ایف
33	فتوحات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم	272	طبع شدہ / پی ڈی ایف
34	سیرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ	152	طبع شدہ / پی ڈی ایف
35	سیرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ	320	طبع شدہ / پی ڈی ایف
36	حدیثِ قرطاس	32	طبع شدہ / پی ڈی ایف
37	حقیقتِ باغِ فدک	48	طبع شدہ / پی ڈی ایف
38	سیرت حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ	224	طبع شدہ / پی ڈی ایف
39	فتنہ سبائیت کی حقیقت	112	طبع شدہ / پی ڈی ایف
40	سیرت حضرت علی المرتضیٰ	176	طبع شدہ / پی ڈی ایف
41	حدیث غدیرِ خم کی حقیقت	96	طبع شدہ / پی ڈی ایف
40-41	سیرت حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ مع سیرت حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما اور حدیث غدیرِ خم کی حقیقت	272	طبع شدہ / پی ڈی ایف
42	خلافتِ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ	288	طبع شدہ / پی ڈی ایف
43	حضرت حسین رضی اللہ عنہ (سیرت وشہادت)	390	طبع شدہ / پی ڈی ایف
44	حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ (خلافت وشہادت)	176	طبع شدہ / پی ڈی ایف
45	تاریخ مذاہب	32	طبع شدہ / پی ڈی ایف
46	مسلمانوں کے عقائد وافکار	40	طبع شدہ / پی ڈی ایف
43-46	سیرت وشہادت حضرت حسین رضی اللہ عنہ مع خلافت وشہادت حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، تاریخ مذاہب اور مسلمانوں کے عقائد وافکار	638	طبع شدہ / پی ڈی ایف

خادم اہلسنت عبد الوحید الحنفی

سلسلہ نمبر	عنوان کتاب	صفحات	فارمیٹ
47	سیرتِ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ مع وصیت نامہ	208	طبع شدہ / پی ڈی ایف
48	مجموعہ مسنون وظائف	48	طبع شدہ / پی ڈی ایف
49	عقیدہ ختم نبوت مع رفع ونزولِ حضرت عیسیٰ علیہ السلام	288	طبع شدہ / پی ڈی ایف
50	آفتابِ سُنّت	240	طبع شدہ / پی ڈی ایف
51	اَحیاءِ سُنّت	240	طبع شدہ / پی ڈی ایف
52	اِتّباعِ سُنّت	152	طبع شدہ / پی ڈی ایف
53	نمازِ مسنون مدلل مع مسنون دعائیں	96	طبع شدہ / پی ڈی ایف
54	احوالِ قیامت	136	طبع شدہ / پی ڈی ایف
55	سفرنامہ حرمین شریفین	18	طبع شدہ / پی ڈی ایف
56	معجزہ معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم	30	طبع شدہ / پی ڈی ایف
57	سورہ فاتحہ کی آیات	16	طبع شدہ / پی ڈی ایف
58	تاریخی روایات کی حقیقت	70	طبع شدہ / پی ڈی ایف
59	مودودی عقائد ونظریات	50	طبع شدہ / پی ڈی ایف
55-59	مجموعہ رسائلِ خمسہ 5	184	طبع شدہ / پی ڈی ایف
60	اکابر اہل السُنّت (حصہ اول)	416	طبع شدہ / پی ڈی ایف
61	اکابرِ اہل السُنّت (حصہ دوم)	336	طبع شدہ / پی ڈی ایف
62	اکابرِ اہل السُنّت (حصہ سوم)	128	طبع شدہ / پی ڈی ایف
61-62	اکابر اہل السُنّت (حصہ دوم وسوم)	464	طبع شدہ / پی ڈی ایف

خادم اہلسنّت عبدالوحید الحنفی

☆☆☆☆

صداقت اہلسنّت والجماعت پر محققانہ شہرہ آفاق مطبوعات

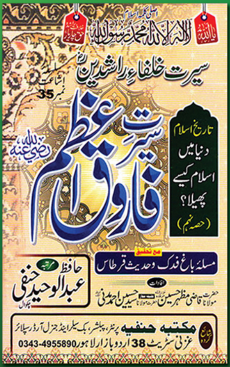

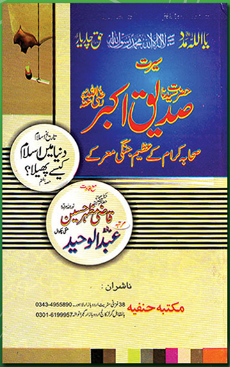

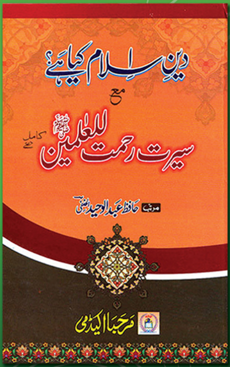

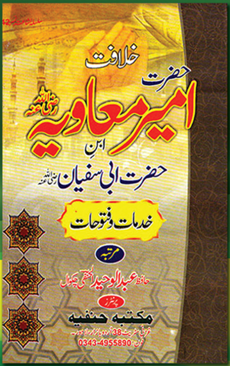

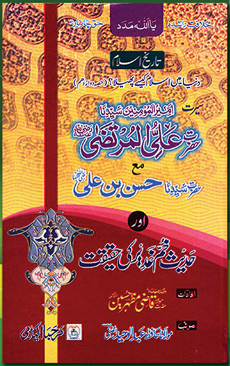

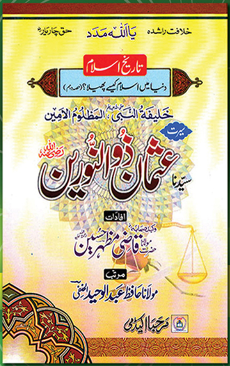

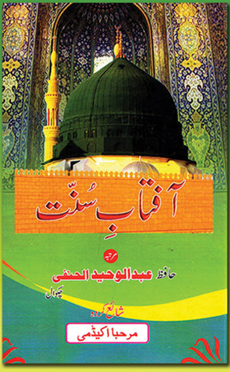

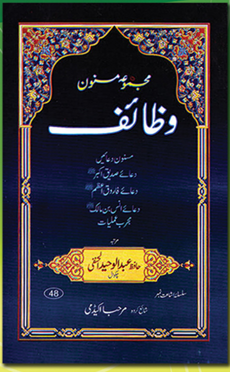

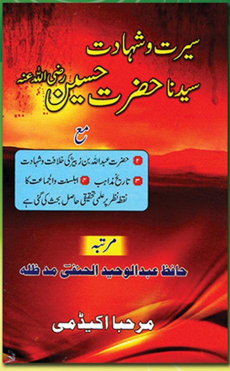

ہماری کتابیں آن لائن پڑھنے اور ڈاؤن لوڈ کرنے کے لیے ہماری ویب سائیٹ وِزٹ کریں:
www.alhanfi.com